

گفتگو

جنوری سنہ ۱۸۶۳ء کے ادن برع ریویو میں سے

در باب

ضبطی پنجاب اور اردھہ کے جو جناب لارڈ ڈالھؤسی صاحب نے کی

اور

مضمون جنگی اور ملکی سرباچی ایم لارنس صاحب بہادر کے

ترجمہ کیا

لفٹننٹ جی ایف آیرنگ گریہم صاحب بہادر

بنگال سٹاف کارپس نے

ARTICLE

in the Edinburgh Review for January, 1863.

ON

The Annexation of the Panjaub and Oudh by Lord
Dalhousie.

AND

Essays Military and Political by Sir H. M.
Lawrence.

TRANSLATED BY

LIEUT. G. F. IRVING GRAHAM.

BENGAL STAFF CORPS.

GHAZEEPOOR.

PRINTED AT THE PRIVATE PRESS OF SYUD AHMUD

KHAN, PRINCIPAL SUDDER AMEEN.

1863.

ARTICLE.

- ۲۳۱۳۰۰ -

*Minute by the Marquis of
Dalhousie, dated Feb. 28,
1856, reviewing his Admini-
stration in India, from
Jan. 1848, to March
1856,
and*

*Essays, Military and Political.
By Sir H. M. LAWRENCE,
1859.*

The death, in rapid succe-
sion, of the last Governor-Ge-
neral and of the first Viceroy of
India closes, with sad complete-
ness, the series of great events
and great changes which must
always be inseparably connected
with their names. Their go-
vernment constitutes an epoch
by itself. Our Indian empire has
indeed been, from the first, a

گفتگو

۰۰۴۵۸۵۳۰۰۰

ادپر

فہرست جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب
کی مورخہ ۲۸ فروری سنہ ۱۸۵۶ ع
جس میں آپہوں نے نظر ثانی
کی ہندوستان کے اپنے انتظام
پر ابتداء جنوری سنہ ۱۸۴۸ ع
سے لغایت مارچ
سنہ ۱۸۵۶ ع

اور ادپر

مضمون جنگی اور ملکی
انتظام کے جسکو جناب
سر ایچ ایم لارنس صاحب
بہادر نے سنہ ۱۸۵۹ ع
میں لکھا

سب سے اخیر گورنر جنرل
جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب اور
ہندوستان کے نایب السلطنت
اول جناب لارڈ کیڈنگ صاحب کے
پی درپی وفات پانے نے نہایت
رنج سے بڑے بڑے واقعات اور بڑی
بری تبدیلیوں کے سلسلہ کو جسکا
ہمیشہ آن کے ناموں کے ساتھ
اسطرح پر رھنا چاہیئے کہ کسی
طرح جدا نہ ہو سکے ختم کر دیا ، آن

very rapid growth. But the two administrations of Dalhousie and Canning have seen a double portion of every difficulty, of every danger, and of every triumph, which, during the previous century, had tried and confirmed our rule. We propose in this, and in a succeeding article, to review the course of those fourteen memorable years, and to estimate the results which they have bequeathed to us and to future times. It ought, now, to be possible to do this with a near approach to truth. A whole age seems already to have passed since the Sutlej was the boundary of British India, since the Sepoy was its main defence, and since its Government was still 'The Company.' And then—

one great source of error exists no longer. The personal antagonism which never fails to affect, more or less, the judgment of contemporaries on the conduct of living statesmen, is not generally an antagonism which survives the grave: and as re-

کی حکومت خود اپنے انداز سے ایک نیا زمانہ دیکھا تھی، ہندوستان کی انگریزی شہنشاہی میں ابتدا ہی سے بلاشبہ ترقی ہوتی آئی ہے، مگر دونوں انتظاموں جناب لارڈ دلہوزی صاحب اور جناب لارڈ کیننگ صاحب نے دیکھا ہے درچند حصہ ہر مشکل اور ہر خطرہ اور ہر فتح کا جسنی پہلے سویرس میں انگریزی حکومت کو آزما کر مستحکم کیا تھا، ہم اس مضمون میں اور اگلے مضمون میں ان چودہ برسوں قابل یادگاری کے دور پر نظر کرنا اور ان نتیجوں کا جنکی انہوں نے ہم سے اور آگے آنے والے زمانوں سے پیشیں گوئی کی ہے اندازہ کرنا چاہتے ہیں، اب اس اندازہ کا اس طرح پر کرنا کہ فریب سچائی کے ہو ممکن ہے، اسوقت سے جبکہ ستلج ہندوستان کے انگریزی حکومت کی حد تھی اور ملٹ کی حفاظت کا فوج جوار پر زیادہ تر بھروسا تھا اور سرکار کمپنی کی اسپر حکومت تھی، اب تک ایک ہوا زمانہ گذر گیا ہے اسلئے ایک بڑی جگہ غلطی میں پڑنے کی جو تھی وہ اب باقی نہیں رہی ہے، ذاتی

gards these two men—so different, yet both so remarkable—who, during that time, represented the name and fame of England in the East, we can measure very fairly, if we choose to do so, the various merits of their policy, and the different directions of their success.

عداوت لوگوں کی اس راسے کو جو وہ اپنے زندہ ہمعصر منظم کے طریقہ کی نسبت رکھتی ہیں کس قدر ضرر پہونچا نے میں ہرگز قصور نہیں کرتی ، مگر یہ عداوت اکثر ایسی نہیں ہوتی کہ بعد مرنے کے بھی باقی رہے ، ان دونوں صاحبوں کی نسبت جو ایذا ایسا بہت مختلف طریقہ رکھتے تھے لیکن انہیں نام آورتے جنہوں نے اسوقت میں انگلستان کے نام اور شہرت کو فیابطاً مشرق میں ظاہر کیا ، اگر ہم ایسا کرنا چاہیں تو ان کی تجویز کی مختلف لیاقتوں اور انکی کامیابی کے مختلف طریقوں کو بہت ایماندارانہ سے اندازہ کریں *

Lord Dalhousie landed in India early in January 1848. He was a civilian, with no other official experience than such as had been acquired at the Board of Trade. He came to take the command of a great military empire out of the hand of a soldier, who was the comrade and the friend of Wellington, and who, in the tremendous

جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب ہندوستان میں تشریف لائی شروع جنوری سنہ ۱۸۴۸ ع میں وہ ایک ملکی افسر تھے انکو کچھ زیادہ دفتری تجربہ سوائے اس تجربہ کے جو بورڈ آف ٹریڈ میں حاصل ہوا تھا نہ تھا وہ تشریف لائے ایک بڑی جنگی شہنشاہی کا اختیار لینے کو ہاتھ سے ایک ایسے سپاہی شخص کے جو رفیق اور

battles of the Sutlej, had found enough to task to the utmost even his knowledge and resource in war. But the universal expectation then was, that Lord Dalhousie's reign would be a reign of peace. Strange as this expectation must appear to us, who know what followed, it was, perhaps, not unnatural at the time. At Berozeshah, the fate of India had trembled in the balance; and even now it is hardly possible to read, without holding our breath, the account of those hours of night, when, after a bloody and doubtful contest, Hardinge and Gough went round by turns their few and decimated battalions, telling them that, at break of day, the bayonet must decide their fate. But that morning charge had been so well delivered, followed by the victory of Aliwal, and the 'crowning mercy' of Sobraon, that England believed the Khalsa army to be broken and destroyed, and the empire of Runjeet Singh to have passed conclusively into the number of

دوست ڈیوک آف ولنگٹن صاحب کا تھا اور جس نے ستلج کی بڑی خطرناک لڑائیوں میں اپنے علم رزم اور تدبیر جنگ کو غایت درجہ پر آزمائیکا کافی طور سے موقع پایاتھا، مگر اسوقت سب لوگوں کو امید تھی کہ عہد حکومت جناب لارڈ دلہوزی صاحب کا نہایت آسائش کا ہوگا، اگرچہ اب ہم کو یہ امید بسبب پچھلے واقعات کے جان نے کے عجیب معلوم ہوتی ہے، مگر اسوقت عجیب نہ تھی، مقام فیروزشہ کی لڑائی میں ہندوستان کی قسمت ترازو کے پازوں میں جھونکے کھا رہی تھی اور اب بھی قریب ناممکن کے ہے بغیر دل دھڑ کے اس رات کے اُن گھنٹوں کے حالات کا پڑہ لینا جن میں ایک بڑی خونریز اور مشوش لڑائی کے بعد جناب لارڈ ہارڈنگ صاحب اور جناب کمڈرنچیف ڈف صاحب نے باری باری سے اپنی تیوری سی پانڈوں کے پاس جن میں سے سو پچھتی دس آدمی قتل ہوچکے تھے جا کر کہا کہ سورج نکلنے پر ہماری قسمتوں کا فیصلہ سنگینوں سے ہو جائیگا، لیکن

dependent states. Yet barely three months had passed from Lord Dalhousie's landing in the Hooghley, when the murder of Anderson and Agnew, at Mooltan, gave token of all that commonly follows such murders in the East. Then came a long series of those deeds of which the history of British India is so full, and of which no other history can produce the like. Single officers—at distant stations, alone, unsupported, in the midst of waverers, and fanatics, and traitors—by courage, and command, and indomitable determination, and infinite address, kept at bay, for many months, with mere handfuls of men, all the various armies of Singhs, and Sirdars, and Ameers, and Khans. But in spite of Edwardes, and Cortland, and Herbert, and Lawrence, the tide of rebellion swelled, till, at Chillianwalla, it broke with a vengeance on the army of Lord Gough. Such was the greeting which awaited the new Governor-General, when on the first anniversary after his

اُس صبح کا حملہ ایسا اچھا ہوا جس نے اور اُس کے بعد علیوال کی فتح اور سبڑاؤں کی تاج بخش فتح نے انگلستان کو یقین دلایا کہ خالصہ کی فوج نے شکست کھائی اور بہرہاد ' ہو گئی اور سلطنت رنجیت سنگھ کی قطعاً تابعدار صوبوں کی شمار میں آگئی، بالیں ہمہ جناب لارڈ دلہوزی صاحب کو ہو گئی میں تشریف لائی ہوئی صرف تین مہینے ہوئے تھے کہ ملتان میں انڈرسن صاحب اور ایگنڈیو صاحب کے ماری جانے نے تمام آن واقعات کی طرف اشارہ کیا جو ایسے قتل کے بعد اُس ملک میں عموماً ہونے والے تھے، تب ایک لڑپا سلسلہ اُن کاموں کا پیش ہوا جس کی ہندوستان کی انگریزی سلطنت کی تاریخ ایسی بھر دی ہے کہ جس کی نظیر اور کسی ملک کی تاریخ میں نہیں ہے، اکیلی افسروں نے دور دراز مقاموں پر بغیر کسی تقویت کے دودلوں اور متعصبوں اور غابازوں میں بہادری اور تحکم اور نہایت استقلال اور نہایت سلیقہ سے کئی مہینہ تک صرف مہربانی بھر فوج سے سنگوں

arrival in India, he reached the scene of action on the frontier. After a bloody action, characterised by circumstances of extreme danger, and of some discredit, the British army had enough to do to maintain itself on the field of battle. Salvos from the enemy's artillery gave vent to an exultation, which was justified by the capture of four English standards and two English guns. Who does not remember how that salute sounded in the ears of England; and how the Government and people, with one voice, called for the man to whose genius they already owed their latest conquest in the East? Long before Sir Charles Napier, however, had reached the Punjab, Lord Gough had retrieved his credit as a general: and that onward march, which has known so few halts, had carried the British forces in triumph to Lahore. At Guzerat the Sikh army was finally routed; and the magnificent pursuit by General Gilbert was rewarded, at Rawul Pindie, on

اور سرداروں اور امیروں اور خاندانوں کی تمام مختلف فوجوں کو پاس نہ پہنکنے دیا، مگر ایڈورڈ صاحب اور کورٹ لینڈ صاحب اور ہیریٹ صاحب اور لارنس صاحب کی کوششوں کے برخلاف سرکشی کا جوار بھانا طغیانی پر ہوتا گیا یہاں تک کہ چلیان والے میں جناب لارڈ گف صاحب کی فوج پر بہت روز سے آگرا ۰ مبارکبادی جو نئی گورنر جنرل کی منتظر تھی وہ ایسی تھی کہ انکی ہندوستان کے انکی پہلی سالگرہ میں وہ لڑائی کے موقع پر جو ملک کی سرحد پر تھی آپھونچی، بعد ایک خونریز لڑائی کے جسمیں نہایت خطرہ تھا اور کچھ کچھ بدنامی کے بھی واقعات پیش آئی انگریزی فوج بمشکل لڑائی کے میدان میں قائم رہ سکی، مخالفوں کے توپخانہ کی سلامی نے انکو خوشی کرنیکے جگہ دی جو واجبی تھی کیونکہ انہوں نے چار انگریزی نشان اور دو توپیں لی لیں تھیں، کسکو یاد نہیں ہے کہ اس سلامی کی آواز کیسی انگلستان کے کان میں آئی اور کس طرح سے گورنمنٹ اور تمام

the 12th of march, 1848, by the surrender of the only body which remained unbroken. Thirty-five great feudatories of the Punjaub, and 15, 000 men, laid down their arms. Finally, the Affghans, who had been called into alliance by the Sikhs, were 'chased, with ignominy' beyond Peshawur. The war was ended. On the 28th of March, the young Maharajah was called to resign a sceptre which only one hand in India had now the right or the power to wield. A proclamation, issued on the following day by Lord Dalhousie, announced that the great country of the Five Rivers was now an English province, and that the frontiers of British India extended beyond the Indus to the foot of the mountains of Affghanistan.

لوگوں نے ایک زبان ہو کر اس آدمی کو پکارا جسکی دانائی کی بدولت انہوں نے اس سے پہلی اپنی اخیر زمانہ کی فتح ہندوستان میں حاصل کی تھی لیکن سرچارلس نیپئر صاحب کے پنجاب میں پہونچنے سے بہت پہلی لارڈ گف صاحب نے اپنے سپہ سالاری کی منزلت کو سنبھالا اور اگی بڑہ کی کوچ نے جسمیں بہت کم مقام ہوئی انگریزی فوج کو فتحمندی کے ساتھ لاہور میں داخل کیا، آخر کار گجرات میں سکھ کی فوج ملیا میت ہو گئی اور گلبرت صاحب کی نہایت شان دار تعاقب کر دینے ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۴۸ء کو راول پندی میں اس گروہ کے جواب تک بچی ہوئی تھی اطاعت قبول کر لینے کا ملہ پایا، پینتیس ہڑی منصب داران پنجاب نے اور پندرہ ہزار سپاہیوں نے اپنے ہتیار ڈال دیئے، اور آخر کار وہ افغان جنکو سکھوں نے اپنی مدد کے لئے بلایا تھا پیشاور سے اگی ایک ذلت سے شکار کئی گئے، لڑائی ختم ہوئی، ۲۸ مارچ کو نوعمر مہاراجہ سے

کہا گیا کہ حکومت کے عصا کو
 ڈال دی جسکے اُٹھا نیکا حق یا
 اختیار اب ہندوستان میں صرف
 ایک ہاتھ کو ہے ، ایک اشتہار
 میں جسکو دوسری روز جناب لارڈ
 ڈالہوزی صاحب نے جاری کیا یہ
 مشتہر کیا گیا کہ پنجاب کا ملک
 انگریزی سلطنت کا اب ایک صوبہ
 ہو گیا اور ہندوستان کی انگریزی
 سلطنت کی حدود دریائے انڈس
 (یعنی اٹک) سے آگے افغانستان
 کے پہاڑوں کے نیچے تک
 پھیل گئی *

The Punjab is not the last,
 but it is the most important
 acquisition which our Indian
 empire has received since the
 days of Wellesley. There is no
 need to defend that acquisition
 in point of right, and as little
 need now to support it in res-
 pect to policy. The right never
 has admitted, and never could
 admit, of rational doubt. The
 policy has received from late
 events a memorable vindication.
 But as this first great act of
 Lord Dalhousie's administration
 brings at once before us that

پنجاب آخری ہی فتوحات نہیں
 ہے بلکہ وہ سب سے بڑے فخر کی
 فتوحات میں سے ہے جو ہندوستان
 کی انگریزی شہنشاہی کو لارڈ
 ولزلی صاحب کے عہد سے حاصل
 ہوئی ہے ، اُس فتح کے حاصل
 کرنیکے حق کی نسبت کچھ
 وجوہات بیان کرنے کی حاجت
 نہیں ہے اور اس طرح اُن وجوہات
 کے بیان کرنیکی بھی جو تدبیر
 مملکت سے علاقہ رکھتی ہیں
 اب چنداں ضرورت نہیں ، حق
 کے ہونے میں نہ کبھی کوئی
 معقول شبہ آیا ہے اور نہ کبھی

which a pardonable misconception has called his 'Policy of Annexation,' we shall at once pursue this subject to the close of his rule in India. It is of paramount importance, both with reference to the history of those years, and with reference, also, to the history of the years which followed.

It is indeed true that the annexation of the Punjaub proved to be the first of a series of annexations. Beyond all doubt, one of the most prominent features of the period which we are now reviewing is the great enlargement of our direct dominion, which was effected in it. "During the eight years over which we now look back," said Lord

آسکتا ہے ، تدبیر انتظام مملکت کے اچھی ہونے نے اس زمانہ کے واقعات سے قابل یاد رکھنے کے ثبوت پایا ہے ، مگر جو کہ یہہ پہلا بڑا کام جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب کے انتظام کا دفعۃ ہماری سامنی آس چیز کو پیش کرتا ہے جسکو قابل عفو غلط فہمی نے تدبیر بڑھانے ملک کی نام رکھا ہے ، اسواسطے ہم بغیر توقف کے اسی مضمون کے بیان کر نیکیے بیچھی لگی رہتی ہیں جب تک کہ آسکی حکومت ہندوستان کے بیان کا انجام ہو ، بہہ مضمون بڑے کام کا ہے نیز بلحاظ تاریخ اُن ایام کے اور نیز بلحاظ تاریخ آگے آنے والے برسوں کے *

البتہ یہہ بات سچ ہے کہ شامل ہونا پنجاب کا توسیع مملکت کے سلسلہ میں سے پہلا دیکھائی دیا ، بے شک ایک سب سے ظاہر صورتوں میں سے آس زمانہ کی جسکی اب ہم نظر ثانی کرتے ہیں یہہ ہے یعنی بڑی ترقی خاص انگریزی حکومت کی جو آس زمانہ میں ہوئی ، اُن آٹھ برسوں کے باب میں جس پر اب ہم نظر ثانی

Dalhousie, on leaving India, "the British territories in the East have been largely increased. Within that time, four kingdoms have passed under the sceptre of the Queen of England; and various chieftainships and separate tracts have been brought under her sway." What is not true is precisely that which we suspect is most commonly believed, viz. that this was the result of a policy preconceived and deliberately pursued. No policy was, or could be formed, applicable to the very different circumstances which, in these various cases, terminated in a like result. It has been the same always. A few forts and factories, at distant points of the Indian coast, have, within the span almost of a single human life, gathered around them, as round the germs of an organic growth, all the provinces of Akbar and Aurangzebe. Yet neither Clive, nor Warren Hasting, nor Lord Cornwallis, nor Lord Wellesly, nor Lord Hasting, nor Lord

کرتے ہیں جناب لارڈ ڈالہؤسی صاحب نے ہندوستان سے جاتے وقت یوں فرمایا کہ " اس عرصہ میں انگریزی سلطنت کے ملکوں کو ہندوستان میں بہت ترقی ہوئی ہے " اور اس عرصہ میں چار سلطنتیں ملکہ معظمہ انگلستان کی عصاے بادشاہی کے نیچے آگئیں ہیں اور کئی سرداروں کے ملک اور متفرق صوبے انکی حکومت کے نیچے لائی گئی ہیں " جو بات سچ نہیں ہے اور جس پر ہم اسدائیکہ اندیشہ رکھتے ہیں کہ آسکو عموماً مانا جاتا ہے وہ ٹھیک ٹھیک یہ ہے کہ یہ تھا نتیجہ ایک تدبیر کا جو پہلی سے سونپھی گئی تھی اور جسکو بتدریج اختیار کیا گیا تھا (مگر حقیقت یہ ہے کہ) کوئی ایسی تدبیر سونپی نہیں گئی تھی اور نہ سونپی جاسکتی تھی کہ جو ان مختلف حالتوں کے مناسب ہوتے جنکا انجام مختلف معاملوں میں ایک سے نتیجہ پر ہوا، اسی طرح سے ہمیشہ ہوا ہے، چند قلعوں اور کارخانوں نے جو ہندوستان کے دور در فاصلہ

William Bentinck, nor Lord Ellenborough, nor Lord Dalhousie, ever set before themselves a 'Policy of Annexation.' But they all annexed. The constancy of the result does, indeed, indicate a cause as constant to explain it. But that cause lies deeper than the policy of statesmen. The truth is, that their will has been generally overruled, and compelled to take a new direction. The annexation of the Punjab is a signal instance. It was the abandonment—the forced abandonment—of a settled plan, approved by Lord Dalhousie, and which he came to India fully determined to maintain. What that plan was, how it came to be proposed, and why it was abandoned, are questions which well illustrate both the features which have been constant and the features which have greatly varied, in our final dealings with the native monarchies of India.

کے کناروں پر توجہ نہروری زمانہ میں جیسی ایک تنہا شخص کی زندگی اپنی گرد تمام صوبوں اکبر اور اورنگ زیب کی سلطنتوں کو اس طرح پر جمع کیا ہے جیسیکہ ایک آگنے اور بھرنے والی چیز کا بیج آگ کر اپنے گرد کو کھیر لیتا ہے لیکن نہ تو لارڈ کلایو صاحب اور نہ وارن ہسٹنگز صاحب اور نہ لارڈ کارنوالس صاحب اور نہ لارڈ ولزلی صاحب اور نہ لارڈ ہسٹنگز صاحب اور نہ لارڈ ولیم بنتنگ صاحب اور نہ لارڈ الڈبرگ صاحب اور نہ لارڈ ڈالہوزی صاحب نے کبھی تدبیر وسعت مملکت پر مد نظر رکھی، گو ان سب نے مملکت کو وسعت دی، البتہ اس نتیجہ کا مستحکم رہنا ایک ویسا ہی مستحکم سبب اُسکی روشنی کے لئے ظاہر کرتا ہے، لیکن وہ سب مدبروں کی تدبیر سے بھی زیادہ دقیق ہے، حقیقت یہ ہے کہ انکی مرضی عموماً بے قابو رہتی آئی ہے اور ایک نیا طریقہ اختیار کرنے پر وہ مجبور ہوتے رہے ہیں، پنجاب کا شامل کرنا ایک مشہور نظیر ہے، وہ تھا

چھوڑ دینا اور مجبوری سے چھوڑ
 دینا ایک ٹھہرائی ہوئی تجویز کا
 جسکو پسند کیا تھا جناب لارڈ
 دلہوزی صاحب نے اور جسکی
 قایم رکھنے کا بخوبی ارادہ کرکروہ
 ہندوستان میں تشریف لائی تھے
 وہ تجویز کیا تھی اور کس طرح وہ
 تجویز کی گئی تھی اور پھر کیوں
 اُسکو چھوڑ دیا گیا یہ اسے سوال
 ہیں جنسی بخوبی روشن ہوتے
 ہیں ہندوستان کے ہماری اخیر
 معاملہ ہندوستانی سلطنتوں کے وہ
 خط و خال جو مستحکم رہے ہیں
 اور وہ خط و خال جنہیں بہت
 سی تبدیلی ہو گئی ہے *

It may be justly said of the kingdom of the Punjaub, that it was quite as deserving of our respect as any state with which we had come in contact in the East. It was not ancient; on the contrary, it was younger than our own dominion in Bengal. It was the creation of the last forty years, and the work of a single man. But it was founded by courage and ability, and it was ruled with

پنجاب کی سلطنت کی
 نسبت انصاف سے یہ کہنا
 جاوے کہ وہ بالکل ہماری احتفاظ
 کی ایسے ہی مستحق تھی جیسے
 کوئی اور سلطنت جس سے
 ہندوستان میں ہم سے اتحاد ہوا
 تھا، وہ بہت قدیم نہ تھی برخلاف
 اسکے کہ عمر تھی ہماری عملداری
 بنگال سے، چالیس سال گذشتہ
 کے وہ پیدائش تھی اور ایک تنہا
 آدمی کا کام، مگر دلاوری اور
 قابلیت نے اُسکی بنیاد ڈالی

prudence and success. Accordingly, the relations which Runjeet Singh cultivated with us, and the relations which we cultivated with Runjeet Singh were those of mutual friendship and respect. Whilst yet a young man, and his dominion as yet incomplete, he had seen the army of Lord Lake sweep across his country, in pursuit of Holkar. He had seen, too, his own sturdy soldiers give way before the disciplined resolution of Metcalfe's small escort; and with keen and just perception, he had formed his estimate of our character and our power. Nor was our policy towards the ruler of the Sikhs less firmly based on the doctrine then held as to our own interest. Traditions of the Dooranee empire, actual experience in the earlier days of 'The Company,' and the well-known military habits of the race of Northern India, had all contributed to impress the notion upon Indian statesmen that the most

تھی اور ہوشیاری اور اقبال مندی سے اس پر حکومت کی گئی تھی، پس جن تعلقات کی رنجیت سنگھ نے ہماری ساتھ کشمکاری کی اور جن تعلقات کی ہم نے رنجیت سنگھ سے کشت کاری کی وہ آپس کے دوستی اور لحاظ کے تعلقات تھے، جس وقت وہ نوعمر ہی تھا اور اس کی سلطنت بھی هنوز ناکامل تھی اس نے جناب لارڈ لیک صاحب کی فوج کو اپنے ملک کے ادھر ادھر ہولکمر کے تعاقب میں نہایت کدو فر سے جاتے ہوئے دیکھا تھا، اس نے اپنے اکھڑ سپاہیوں کو بھی دیکھا تھا کہ انہوں نے سرچالس مٹکاف صاحب کے بدرقہ کی قواعد دان تھوڑی سے فوج کی ثابت قدمی کے روبرو میدان چھوڑ دیا تھا اور اُس نے اپنی تیز اور درست نفوس سے انگریزوں کی خصلت اور انگریزوں کی قوت کا اندازہ کر لیا تھا، انگریزی سلطنت کی تدبیر ممالک کی بنیاد نسبت سردار سکھوں کے لحاظ اس مسلک کے جو اس وقت انگریزی سلطنت کے مفید قرار پایا تھا کچھ کم

formidable danger we had to fear was from the Mohomedan races beyond the Indus. The nucleus of the Sikh people was Hindoo, and the sikh kingdom represented the fanaticism of a Hindoo set. It formed, therefore, precisely such a barrier as India was supposed to want. So entirely was the Punjab thought to lie beyond the horizon of our possible acquisition—so little jealous were we of its increasing power—that we seem to have forgotten, in favour of the 'Lion of Lahore,' one cardinal principle of our policy with all native states. The employment of European officers, not being subjects of the British Crown, by native princes, was a thing which, above all others, the Government at Calcutta would never tolerate. A well-founded dread of the consequences of such alliance between native courage and the discipline of Europe had been born and bred in every servant of the Company, since the days of Clive

مضبوطی سے نہیں ڈالی گئی تھی، درانی بادشاہوں کی نقابیں اور سرکار کمپنی کے اول زمانہ کے اصلی تجربے اور شمالی ہندوستان کی قوموں کی مشہور جنگی عادتیں ان سب نے ہندوستانی حاکموں پر اس خیال کے منقش کرنے میں مدد کی تھی کہ نہایت بڑا خطر جسکی طرف سے انگریزوں کو اندیشہ تھا وہ انڈس (یعنی اٹک) کے پار کی مسلمانی قوموں کی طرف سے تھا، اصلیت میں قوم سکھ کی ہندو نہی اور سلطنت سکھ کی ایک ہندو فرقہ کے تعصب مذہبی کو ظاہر کرتی تھی، اسلئے رہ ٹھیک ٹھیک ایسے ایک سد راہ تھی جو خیال کی کئی تھی کہ ہندوستان اسکی حاجت رکھتا ہے، انگریزوں کو جو فتوحات ممکن نہیں اُنکے دایرہ سے پنجاب کو اسقدر بری سمجھا گیا تھا اور انگریزوں کو اسکی بڑھنی والی قوت کی اسقدر کم بدگمانی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار انگریزی لاہور کے شیر کی مدارات میں ایک بڑا اصول اپنی تدبیر

and of Duplex. Yet this was allowed to Runject, apparently without remonstrance or alarm. These were all special circumstances in our relations with the Punjab. But then came a change bringing to the surface those deeper tendencies, which had been for a time concealed, and which soon compelled us to deal with the successors of Runject as we had long before dealt with the lieutenants of the Mogul. The Government of Runject, like so many other governments in the East, was the government of one man. When he died, it fell to pieces. Nothing remained but a powerful army, without a head to lead, or a hand to control it.

مملکت کا جو تمام ہندوستانی صوبوں کے ساتھ تھا عمل میں لانا بھول گئی، سلاطین ہند کا یورپ کے آن افسروں کو نوکر رکھنا جو انگلستان کی رعایا میں سے نہ تھے ایک ایسی بات تھی جو اور سب باتوں سے زیادہ ہندوستان کے گورنمنٹ کلکتہ آسکو ہرگز گوارا نہ کرتی، وجہ معقول سے ایسی نتیجوں کا اندیشہ جو ہندوستان کی دلاوری اور یورپ کی تعلیم کے ملنی سے ہوتا ہے کلیو اور دیوپ لیکس کے زمانہ سے سرکار کمپنی کے ہر افسر کے دل میں پیدا ہوا تھا اور چمٹا گیا تھا با ایں ہمہ ظاہر رنجیت سنگھ کو اس بات کی بغیر روکد اور بغیر اشفنگی کے اجازت دی گئی تھی، انگریزی حکومت کو جو پنجاب سے تعلق تھا اس میں یہ سب خاص امور تھے، مگر بعد اس کے ایسی تبدیلی واقع ہوئی جس نے ان عمیق تر رجوعات کو ظاہر کیا جو ایک عرصہ تک چھپی ہوئی تھیں اور جنکی سبب سے رنجیت سنگھ کے جانشینوں سے اس طرح

سے سلوک کرنے میں ہم جلد
مجبور ہوئی جس طرح کہ ہم نے
اس سے مدت پہلے مغلیہ شہنشاہوں
کے نائبوں سے کیا تھا، رنجیت
سنگھ کے گورنمنٹ مانڈ بہت
سے اور گورنمنٹوں مشرقی کے
ایک آدمی کے گورنمنٹ تھی
جبکہ وہ مرا آسکی ریزہ ریزہ ہو گئے
نہ کوئی شے باقی رہی لیکن
ایک قوی فوج بغیر ایک سر کے
واسطی رھنمائی کرنیکی یا بغیر
ایک ہاتھ کے قابو میں رکھنی
کو آئے *

From that moment our relations with the Sikhs were complicated with all the difficulties from which there never has been any escape but one. Yet the Indian Government tried anxiously to find another. The well-known intermediate step was taken, with a desire, more than usually sincere, that it might be final. When, after the first attack of the Khalsa troops, victory had placed the Punjab at the feet of Lord Hardinge, he deliberately determined to maintain its native

آسی آن سے انگریزوں کا معاملہ
سکھوں کے ساتھ ان سب بکیروں
کے الچیزہ میں پڑا جن سے
سوامی ایک طریقہ کے اور کسی
طرح چھٹکارا نہ تھا، لیکن انگریزی
گورنمنٹ نے اُسکی علاوہ راہ
نکالنے کی فکر میں اکوشش کی،
وہ مشہور متوسط تدبیر کی گئی
جو عموماً نہایت سچائی سے چاہی
گئی تھی کہ یہہ اخیر تدبیر
ہوری، جبکہ خالصہ کی فوج
کے پہلی حملہ کے بعد پنجاب
فتح ہو جانے سے قدموں پر لارڈ
ہارڈنگ صاحب بہادر کے ڈالی

Crown and Government. Then came another stage in the invariable process. Without our help the Government could not be maintained at all. The crown of Runjeet had descended to a child, and the Regency knew that they could not control the Sikhs. They implored the Governor-General not to withdraw his army from Lahore. Lord Hardinge knew only too well what would be the result of compliance with this request. He had lately come from Oude, where a native Government, rotten to the core, had long been supported by our arms; and he had seen, with indignation and remorse, the effects upon the people of this terrible alliance between British strength and native corruption. Already, during the few months we had been at Lahore, our officers had been the witnesses of gross acts of corruption and injustice. "Considerations of humanity," said Lord Hardinge, "to individuals, would be no plea for employing British bayonets in

گئی تو انہوں نے سمجھ بوجھ کر آسکی حکومت کا تاج بدستور قائم رکھنے کا ارادہ کیا، تب ایک اور درجہ معمولی عمل درآمد میں آگیا، بغیر انگریزی استعانت کے حکومت ہرگز قائم نہ رہ سکتی رنجیت سنگھ کا تاج ایک لڑکے کو بھونچا تھا اور نایب سلطنت جانتے تھے کہ سکھوں کا مطیع کرنا اختیار سے باہر ہے، انہوں نے جناب گورنر جنرل صاحب بہادر سے بہت سی استدعا کی کہ وہ اپنی فوج لاہور سے نہ اٹھا لیجائیں جناب لارڈ ہارڈنگ صاحب بہادر بخوبی واقف تھے کہ اس درخواست کی منظوری کا کیسا نتیجہ ہوتا ہے، انکو اودہ سے تشریف لائی تھوڑی دن ہوئے تھے جہاں ایک ہندوستانی گورنمنٹ حقیقت میں خراب مدت سے انگریزی فوج سے تقویت یافتہ تھی، اور نیز انہوں نے غضب اور افسوس کے ساتھ دیکھا تھا کہ رعیت پر اس مہیب اتفاق انگریزی قوت اور ہندستانی بدچلنی کے کیسی کیسی نتیجہ تھے، انگریزوں کے لاہور میں آنے

perpetuating the rule of a native state, and enabling such a Government to oppress the people." The Governor-General was determined, therefore, that if our support were indispensably required, it should be given only on one condition, and that was, that the government of the province should be delivered altogether into the hands of the British authorities. To these terms the Durbar assented; and it was agreed that, during the minority of the Maharajah, the government should be administered, in his name, by the Resident, with unlimited authority in all matters of administration. This was the experiment which, though conducted with all the wisdom and faithfulness of Henry Lawrence, ended in what was called the rebellion of the Sikhs, and the second Sikh war. The causes of the failure are evident enough. Apart from the special dangers, in this case, from the warlike character of the Sikhs, and the

کے بعد ابھی تھوڑی ہی مہینوں میں انگریزی افسروں نے بد ذاتی اور بے انصافی کی بڑی وارداتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ' لارڈ ہارڈنگ صاحب فرماتے ہیں کہ " ایک ہندوستانی سلطنت کی حکومت ہمیشہ رکھنے اور رعیت پر ظلم کرنے کے واسطے آسکو تقویت دینی کے لیئے انگریزی سنگین جمع کرنے کو، بہلمنسٹی کے خیال تو تنہا شخصوں کے حق میں حجت نہیں ہوتی ' اسواسطی گورنر جنرل صاحب بہادر نے قصد کیا کہ اگر ہماری استعانت فرض اور ضروری ہے تو صرف ایک ہی شرط بردی جاوے کہ ملک کا انتظام یکقلم انگریزی حکومت کے حوالہ ہو ' اس شرط کو دربار نے قبول کیا اور یہ قرار پایا کہ جناب رزیدنٹ صاحب بہادر مہاراجہ صاحب کی خورن سالی میں ان کے نام سے حکومت کا سرانجام کریں اور انکو انتظام کے ہر حالت میں مختار کل کا اختیار دیا جاوے ' یہ وہ امتحان تھا جسکا اگرچہ ہنری لارنس صاحب کی

facility with which the elements of a formidable army could be collected from the disbanded Khalsa, there were other causes, which belong to the position we had thus been contented to assume. We were governing the country only too well for the interest of rival factions; but we were governing it, not in our own name, but in the name of the Maharajah. The Sirdars of the Punjaub were not likely to believe that a course so familiar to themselves was determined by motives and intentions so different from their own. It was the usual course taken by usurpers in the East. Nowhere does the authority of great names last longer—nowhere have the puppets who inherit them been more extensively employed. To take possession of the person of the reigning sovereign, and plunder in his name—this had long been the goal of successful violence at Delhi and Lucknow, and it promised to be almost as fruitful, at Lahore. In this

عقلمندی اور ایمان داری سے سب اہتمام ہوا تھا پھر بھی اختتام اسکا اُس میں ہوا جسکو لوگ سکھوں کا غدر اور سکھوں کی دوسری لڑائی کہتی ہیں، اس خطا کے اسباب خوب ظاہر ہیں، اس باب میں علاوہ خاص خطروں کے سکھوں کی جنگی خصلت کے اور سہولت کے جس سے خالصہ لوگوں کے ایک مہینب فوج برخاست شدہ کی بنیادیں جمع ہوسکتیں اور بھی باعث ایسی تھی جو اُس وضع سے متعلق تھی جسکے اختیار کرنیکو انگریز راضی ہوئے تھے، انگریزوں نے حریف قوموں کے واسطے ملک کا بخوبی انتظام کیا مگر انگریز اپنے نام سے انتظام نہیں کرتے تھے بلکہ مہاراجہ صاحب کے نام سے کرتے تھے، پنجاب کے سردار غالب یہہ نہیں سمجھتی تھے کہ ایک ایسی چال کا جو خود اُن ہی کی نسبت مشہور تھا اُن کے ارادوں اور باعتوں کے برخلاف قصد کیا گیا، وہ معمولی چال تھا جس پر ہندوستان میں غاصب ہمیشہ چلتی رہے تھے،

game—as it must have appeared to the Sikh chiefs—we had played successfully; but there was no possible reason why those who had been beaten should not try their luck again. We did not pretend to any authority of our own; and the measure of our self-assertion was, to them, the measure of our right. In the vigorous paper in which Lord Dalhousie announced his determinations to the Directors, he remarks, and dwells upon the fact, that the rebellion was not a rebellion against the young Maharajah, but against the 'Feringhees,' who sheltered their usurpation under his authority and name. He declared that he had hitherto approved the policy of Lord Hardinge, and had come to India impressed with the inexpediency of extending territory. But every hope under which he had refrained from exercising the full rights of conquest had broken down. If the Sikh kingdom could be reconstituted as a strong Government,

بہی ناموں کے اختیار زیادہ مدت تک اور کہیں پایدار نہیں ہوتے ہیں۔ اور کت بتائی جو ان ہی کی وارث ہے اور کہیں نہیں بہت کشادگی سے کام میں لائی گئی ہے، خود صاحب تخت کو قبضہ میں رکھنا اور اسکی نام سے لوٹنا بہت دنوں سے دھالی اور لکھنؤ میں بھی زبردستی کامیابی کی حدہ ہوا تھا اور غالب تھا کہ ویسا ہی پہلدار لاہور میں بھی ہوگا، اس کہیل میں جیسا کہ سکھوں کے سرداروں کو ضرور معلوم تھا کہ انگریزوں نے کامیابی سے جو کہیل کچھ ذرا سا بھی باعث نہ تھا کہ وہ جو ہار گئی پھر کیونکر نہ کہیلیں، ہمیں خود اپنے واسطے کچھ اختیار کا دعویٰ نہیں کیا اور اندازہ انگریزوں کے خود دعویٰ کا ان کی نظر میں اندازہ انگریزوں کے حق کا تھا، اس زبردست تحریر میں جس میں جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے ڈائریکٹر صاحبوں پر اپنا قصہ ظاہر کیا ہے وہ فرماتے ہیں اور اس حقیقت پر جاتے ہیں کہ برخلاف نو عمر مہاراجہ کے غدر نہ تھا بلکہ برخلاف فرنگیوں

without us, it was now clear that it would be more dangerous than the Affghans, against whom it had been cherished as a bulwark. The attempt to rule it ourselves, under the nominal authority of its native sovereign, had resulted in another dangerous and bloody war. Nothing remained but that complete incorporation with the rest of our dominions, which could alone make our power effectual, by rendering our authority complete.

کے تھا جنہوں نے اپنی دست درازی اُسکے نام اور اختیار کے نیچے بچائی تھی اور وہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے جناب لارڈ ہارڈنگ صاحب کی تدبیر کو ابھی تک پسند کیا اور وہ ہندوستان میں یہ یقین کرتے ہوئے تشریف لائی کہ ملک بڑھانا نامناسب ہے لیکن ہر ایک امید جس میں وہ پورا حق فتم کا تصرف کرنے سے باز رہے ہیں ٹوٹ گئی، اگر بغیر انگریزوں کے سکھ کی سلطنت کو پھر ایک مضبوط حکومت بنایا جاتا تو ظاہر تھا کہ وہ افغانوں سے کچھ بڑا خطر ناک ہوتے جنکی برخلاف بطور سرحد کے اُسکی خبر گیری گئی تھی، نتیجہ اُس اقدام یعنی اُسکے انتظام کے اقدام کا خود اپنی طرف سے اُسکی ہندوستانی بادشاہ کے نامی اختیار سے ایک اور خطرناک اور خونریز لڑائی تھی، اور سب انگریزی حکومتوں میں اُس کا حق شمول کے سوا جو تذاہ انگریزی قدرت اس میں موثر کر سکتا کہ اُس سے انگریزی اختیار پورا

We pass from this case of annexation with only one remark. The history of the world presents no more splendid example of deserved success than the administration of the Punjab under Lord Dalhousie. It displayed the highest virtues of a conquering and ruling race. Beyond all doubt, the success of that Government was largely due to the personal character of those by whom it was conducted; and especially to the character of that remarkable man who, as Chief Commissioner of the Punjab, has won for himself an immortal name. It is only just to Lord Hardinge to record that the first selection of JOHN LAWRENCE from a subordinate position was a selection made by his sagacity. He appointed Lawrence to the charge of the Trans-Sutlej Territory—a portion of the Sikh territory which Lord Hardinge annexed at the close of the first Sikh campaign. But the promotion

کر دیا جاوے اور کچھ باقی نہ رہا *
 ہم اس معاملہ توسیع مملکت
 سے صرف ایک ہی بات
 کہہ کر درگزر کرتی ہیں، دنیا
 کی تاریخ اور کوئی ایسی عالیشان
 مثال واجبی کامیابی کی جیسے کہ
 جناب لارڈ ڈالہؤسی صاحب کے انتظام
 میں پنجاب کی عملداری سے
 ظاہر نہیں کرتی، اُس سے ظاہر
 ہوئی سب سے اعلیٰ صلاحیت
 ایک فہم مند اور منظم قوم کی،
 یہ شک کامیابی اُس حکومت
 کی اُن لوگوں کی خاص خصلت
 سے بہت متعلق ہے جسے اُسکا
 انتظام ہوا اور بالخصوص اُس
 عجیب شخص کی خصلت سے
 جس نے پنجاب کی چیف کمشنری
 کے عہدہ پر اپنے واسطے ایک
 مستقل نام پیدا کیا ہے، انصاف
 یہی ہے کہ ہم جناب لارڈ ہارڈنگ
 صاحب کی نسبت مندرجہ کریں
 کہ اول انتخاب جان لارنس صاحب
 کا ایک ماتحت عہدہ سے انہیں
 کی دانشمندی سے ہوا، انہوں
 نے لارنس صاحب کو ستلج پار
 کے ملک کی حکومت کے لیئے مقرر
 کیا جو سکھ کی سلطنت کا ایک

of Lawrence to the Punjaub was the work of Lord Dalhousie ; and during the whole period of his Government the Governor-General extended to the Chief Commissioner and his colleagues an active and cordial support. No larger confidence was ever more deserved, and the seal was set to its reward, when, a few years later, the men who had confronted our power, on almost equal terms, at Ferozeshah and Chilianwalla, were found yoked to our service, with incomparable fidelity, in the attack on Delhi and in the defence of the Alumbagh.

The first great act of Lord Dalhousie's administration stands in such close connexion with his last, that we pass at once to the annexation of Oude. The Indian Government had long occupied precisely that relation to the ruler and people of Oude

حصہ ہے جسکو جذاب لارڈ ہارڈنگ صاحب نے سکھ کی لڑائی کے ختم ہونے کے بعد شامل کیا ، لیکن پنجاب میں لارڈس صاحب کی ترقی جذاب لارڈ ڈالہوزی صاحب بہادر نے کی ہے اور ساری زمانہ میں اپنی عملداری کے جذاب گورنر جنرل صاحب نے چیف کمشنر صاحب اور اپنے مددگاروں کو پھرتی سے اور دل سے تقویت پہونچائی ہے ، کوئی واجبہ بھروسہ اس سے بڑا نہیں کیا گیا اور اسکی صلہ پر مہر کر دی گئے جبکہ تہوڑی برسوں بعد وہ لوگ جو انگریزی قسدرت کا مقابلہ قریب برابری کی شرط کی مقام فیروزشہ اور چلیان والی پورگرتے تھے بی نظیر نمک حلائی سے حملہ کرنے میں جو دھلی پر ہوا تھا اور عالم باغ کی حفاظت میں انگریزی نوکر پائی گئی *

لارڈ ڈالہوزی صاحب کی عملداری کا پہلا بڑا معاملہ اپنے پچھلے سے ایسا متصل متعلق ہے کہ ہم فی الفور توسیع مملکت پر جو اودہ سے ہوئے توجہ کرتے ہیں ، سرکار کی حکومت بہت دنوں سے اودہ کے بادشاہ اور رعیت کے ساتھ وہی

which we have seen Lord Hard-
 inge so determined to repudiate
 in respect to the people and Go-
 vernment of the Punjab. For
 more than eighty years the
 Company and its officers had
 maintained the policy of non-
 annexation with perseverance,
 but with increasing hesitation
 and remorse. They had yoked
 their strength to the service of
 a Native Government, whose
 ineradicable vices had, from the
 first moments of its existence,
 been conspicuous even among
 the vicious Governments of the
 East. Those vices had not arisen
 from our interference ; they
 were of genuine native growth ;
 but they had secured under our
 protection an impunity which
 they could never have otherwise
 enjoyed. It is now very nearly
 a hundred years since the forces
 of Shujah-odd-Dowla were
 scattered on the field of Buxar,
 and the army of Carnac took
 possession of Lucknow. Oude
 then belonged by right of con-
 quest to the Anglo-Indian Go-
 vernment ; but the policy of

خاص علاقہ رکھتی تھے جسکی ہم
 نے دیکھا ہے کہ جناب لارڈ ہارڈنگ
 صاحب پنجاب کی رعیت اور
 حکومت کے باب میں چھوڑ دینیکا
 بہت مستقل ارادہ رکھتے تھے ، سرکار
 کمپنی بہادر اور آسکے افسروں نے
 ۸۰ برس سے زیادہ سے تدبیر
 نہ توسیع مملکت کی استقلال
 سے مگر ہمیشہ زیادہ ہوتے
 جانے افسوس اور تردد سے مستعد
 کی ہے ، انہوں نے اپنی قوت
 کو ایک ایسی ہندوستانی
 حکومت کی خدمت میں
 مصروف کر دیا جسکے ناقابل اصلاح
 برائی آسکی پیدائش کے پہلی
 لمحہ سے ہندوستان کے بری
 حکومتوں میں بھی مشہور ہوئے
 تھے ، وہ برائیاں انگریزی موافقت
 سے پیدا نہیں ہوئی تھیں بلکہ
 وہ اصل ہندوستان کی پیدائش
 تھیں البتہ انہوں نے انگریزی
 حفاظت کے سایہ میں ایک بے
 سیاستی پائی تھی جو اور طرح
 سے وہ کبھی نہیں پاسکتی
 تھیں اب قریب سو برس کے ہوئے
 ہیں کہ شجاع الدولہ کی افواج
 نے بکسر کی لڑائی میں شکست

the Company was at that time adverse to the assumption of any avowed sovereignty, even in the provinces which they had made their own. That policy was founded on motives which are almost forgotten now. They dreaded the rivalry of other European Powers; they dreaded especially the interference of Parliament and the Crown; and they had a just presentiment that the possession of territorial revenues would ultimately interfere with that monopoly in trade, to which they trusted as their great source of wealth. When Clive, on his return to India, in 1765, found it essential to assume on behalf of the Company that avowed right of collection and administration without which there could be no check on a system of universal plunder, his decision soon elicited from the Directors the unavailing but sagacious reflection, 'Should there be occasion for any military operations, it will be found we have not altered

کھاٹی اور جذاب کارنگ صاحب کی فوج نے لکھنؤ پر دخل کر لیا اسوقت فتح کے حق سے اودہ انگلستان کی حکومت سے متعلق تھا لیکن اسوقت سرکار کمپنی کی تدبیر مملکت کوئی ظاہری حکومت لینے کے برخلاف تھی ان ملکوں میں بھی جنکو آسنے خود لیا تھا، اس تدبیر مملکت کی بنیاد ان باعثوں پر تھی جو عنقریب سہو ہو گئے ہیں، وہ اور ولایتی سلطنتوں کی رقابت سے خائف تھے اور تخت اور پارلیمنٹ کی موافقت ان کا خاص خوف تھا اور ان کو عادل آگم بھی تھا کہ مملکت کی مال گذاری کا تصرف آخر اس خاص بیویار سے مخالفت کریگا جسپر وہ اپنی بڑی بنیاد دولت کا بھروسہ رکھتے تھے، جب جذاب کلیو صاحب نے سنہ ۱۷۶۵ ع میں اپنے دوبارہ آنے کے وقت ہندوستان میں یہ ضرور سمجھا کہ وہ کمپنی بھادر کے حق میں اس دیدہ و دانستہ تحصیل اور انتظام کے حق کو لیویں جسکے بدوں ایک مطلق لوٹ کے قاعدہ پر کچھ مزاحمت

our situation for the better, but have only exchanged a certain profit in commerce for a precarious one in revenue.'

But there was no escape from that imperial position which was being forced upon the Company faster than they were willing or able to accept it. All that could be done was to maintain the princes whom their officers had been compelled to conquer; but to maintain them on conditions which should make them dependent, and, if possible, should make them profitable. Hence the whole system of provinces subdued, but not appropriated, of princes who were treated as subjects and addressed as sovereigns, and of 'treaties' which expressed nothing but the will of a superior imposing on his vassal so much as for the time it was thought expedient to re-

نہو سکے تو اُن کے اِس تصفیہ نے قادیان کے صاحبوں کے دل سے جلد اِس دانشمندی کے مگر لا حاصل خیال کو نکلوایا کہ اگر جنگی کاروبار کی ضرورت ہو تو معلوم ہو جائیگا کہ ہماری اپنی حالت کو بہتر نہیں کیا ہے بلکہ سوداگری کے یقینی فائدہ سے مالگداری کے ایک خام فائدہ کو بدل دیا ہے *

لیکن اُس شہنشاہی کے موافق سے کچھ بچاؤ نہ تھا جو کمپنی بہادر پر جلد تر اُس سے کہ وہ اُسکے حاصل کرنے کے قابل یا راضی ہوں بتدریج لازم ہوتا تھا، سب کچھ جو کرنا ممکن تھا یہہ تھا کہ اُن بادشاہوں کو جذبہ فتح حاصل کرنے کے لئے انگریزی افسروں کو مجبور کیا گیا تھا بحال رکھیں لیکن اُنکو ایسی شرط سے رکھیں جس سے وہ تابعدار رہیں اور اگر ممکن ہو تو کچھ فائدہ بھی کرائیں، اس طرح یہہ تمام بندوبست مغلوب صوبوں نہ اپنی کرلیٹی ہوئی صوبوں کا اور بادشاہوں کا جند سے محکوم کے موافق سلوک کیا گیا اور سلاطین کے موافق التماس کیا گیا اور عہد

quire. And so, Clive, in refusing to keep possession of Oude in 1765, took care to provide for the new relations which it was essential to establish by a 'treaty' which left it virtually dependent. The victory of Buxar, and this first 'treaty' by which it was followed, are the foundations of all our subsequent dealings with Oude. From that day till its final annexation, its native rulers existed not only upon our sufferance but by our protection. The intermediate steps were slow, but regular, and not to be avoided. A British Resident was established at Lucknow. He authoritatively decided between rival claimants to the Musnud. One was pulled down, and another was set up. Mutinies in the army were suppressed by the Company's battalions. Then came the usual history of a Government at once powerless and hopelessly corrupt; the revenues dissipated, the subsidies in arrear, debt, and the increasing dependence which belongs to

ناموں کا جتنسی سواہی ایک بزرگ کے حکم کے جوابے تابعدار پر اسقدر لگاتا ہے جتنا کہ اُس وقت اُسکا چاہنا مناسب سمجھا گیا ہو اور کچھ ظاہر نہوا (پیدا ہوا)، اسی واسطی سنہ ۱۷۶۵ ع میں جب جناب کلیو صاحب بہادر نے اودہ کو اپنے دخل میں رکھنے سے انکار کیا تو انہوں نے اُن نئی حالتوں کی دستگیری کرنے کی پرداخت کی جنکا قایم رکھنا ایک عہد نامہ سے جس سے فی الحقیقت وہ (یعنی ملک اودہ) تابعدار رہی ضرور تھا، بکسر کی فتح اور یہہ پہلا عہد نامہ جو اُسکے بعد ہوا تھا اودہ کی نسبت انگریزوں کی تمام اخیر معاملوں کی بنیادیں ہیں، اُس روز سے اُسکے اخیر شمول تک اُسکے ہندوستانی بادشاہ صرف انگریزی اجازت سے نہیں مگر ہاں انگریزوں کی حفاظت سے زندہ رہتی تھے، متوسط درجے بدرجہ مگر متواتر تھے اور اُن سے بچنا ممکن نہ تھا، انگریزی رزیدنٹ صاحب لکھنؤ میں مقرر ہو گئے، انہوں نے خود مختاری سے اخیر

the position of a debtor. Meanwhile came that great change which arose when the English Parliament awoke to the fact, that the 'Company of Merchants trading to the East Indies' were becoming territorial sovereigns, and were setting their feet on the necks of kings. From that day, statesmen trained in the public life of England, and virtually selected by the Crown, have been responsible for the political government of India. Thenceforward, whatever were the faults of the Calcutta Government, it was at least free from the temptation to make the administration of an empire subservient to the dividends of a commercial company. If it was exacting, its exactions were made for the purpose of maintaining a Government infinitely superior to any other which it overthrew in India. But nothing made or could make any difference in our dealings with the rulers of Oude.

تک تخت کے دعویٰ داروں کی رقابت کا فیصلہ کیا، ایک نو آئارا گیا اور دوسری کو ہٹایا گیا، فوج کی بغاوتوں کو کمپنی بہادر کی ہلڈنوں سے روکا گیا، بعد اسکے معمولی تاریخ آئی ایک حکومت کی جو دفعۃً بے قدرت اور ایسی خراب ہو گئی جسکے پھر سنبھالنے سے نا امیدي تھی مالکذری آزا دی گئی خراج بدقی رہا قرض ہوا اور وہ زیادہ اطاعت ہوئی جو قرضدار کی حالت سے متعلق ہے، اس میں وہ بڑی تبدیلی آئی جو اس وقت پیدا ہوئی جب کہ انگلستان کے پارلیمنٹ کو اس حقیقت نے چکایا کہ سو اگروں کی کمپنی جو ہندوستان میں تجارت کرتی تھی ملکی سرکار ہوتی جاتی ہے اور اپنے قدم کو بادشاہوں کی گون بر رہتی ہے، اسی دن سے وہ مدبر لوگ جنہوں نے انگلستان کے سرکاری معاملات میں تعلیم پائی تھی اور حقیقت میں تخت سے انتخاب کیئے گئے تھے ہندوستان کی ملکی حکومت کے جواب دہ ہیں، اس پر پتھی گورنمنٹ

Acquisitions of territory were now no longer inexpedient: and they were accordingly accepted from time to time in liquidation of arrears. But attention was soon called to considerations which had been before neglected—considerations arising out of the condition of the people and country of Oude. Lord Cornwallis, Sir John Shore, and Lord Wellesley were successively shocked and scandalized by the evidence which they saw of devastation and consequent decay. The consciousness of our own responsibility for that mal-administration, which was maintained by our bayonets, soon determined the character of our remonstrances. These gradually assumed the tone of rebuke, and then of warning. Lord Wellesley declared in 1799, without reserve or circumlocution, that the grand object to be kept in view was 'the acquisition by the Company of the exclusive authority, civil and military, over the dominions of Oude.' But, unfor-

کلکتہ کے کیسے ہی کچھ تصور ہوں وہ آخر اُس ترغیب سے یعنی ایک سو اگرتی کے کمپنی کے حصوں کا ایک سلطنت کے انتظام کو تدار کرنے میں آزاد تھے ، اگر وہ زیادہ طلب کرنے والے تھے تو اُسکے مطالبی ایک ایسی حکومت کے قائم رکھنے کے واسطے کیئے گئے تھے جو اور کسی حکومت سے جسکو اُسنے ہندوستان میں گرا دیا تھا از بس اعلیٰ تھے ، لیکن بادشاہ اودہ کی نسبت انگریزوں کے معاملوں میں نہ کسی چیز نے کچھ فرق کیا اور نہ کرسکتی ، ضلعوں کا اکتساب اب کچھ نامناسب نہ رہا اور سلیمت وقت بوقت باقیات وصول کرنے کے واسطے وہ کیئے گئے ، لیکن جو تدبیریں پہلی ملتوی رہیں تھیں اُنہیں جلد توجہ کی گئے تھے — تدبیریں جو ملک اودہ اور رعیت کی حالت کے نسبت پیدا ہوئیں ، جناب لارڈ کارنوالسن صاحب بہادر اور جناب سر جان شور صاحب بہادر اور جناب لارڈ ویلسلی صاحب بہادر کو باری باری سے برہم کیا گیا اور اُنہیں الزام

fortunately, he was contented, in 1801, with a measure far short of that which was required to meet the necessities of the case. A new 'treaty' was imposed upon the Nawab, the only effective part of which was the clause which annexed to the dominions of the Company, in lieu of subsidy, a large portion of the territories of Oude. But the remainder of those territories were re-committed to the government of the Nawab, under the guaranteed protection of the British arms against foreign or domestic enemies. No other security for its better government was exacted than an engagement that the Nawab 'would always advise with, and act in conformity to the counsel of the officers' of the East India Company in the administration of his country.

لگایا گیا ویرانی اور اُسکے پچھلے زوال کی شہادت کا جسی اُنہوں نے دیکھا ہے ، خود انگریزوں کی واقفیت نے اُس بد انتظام کی جوابدہی کے واسطے جو انگریزوں کی سنگین سے قائم رہا تھا اُنکے عرض حال کی صورت کو جلد تحریک دی ، وہ (عرض حال) رفتہ رفتہ صورت ملامت کی اور انجام کو عدت ہوئی تھی ، جناب لارڈ ویلسلی صاحب نے سنہ ۱۷۹۹ع میں بے لگاؤ یا عبارت ارائی کے بیان کیا کہ سب سے بڑا مقصود نظر میں رکھنا یہ ہے کہ کل اختیار ملکی اور فوجی اودہ کے صوبوں کا کمپنی بہادر کی معرفت لی لیا جاوے ، لیکن کم نصیبی سے وہ سنہ ۱۸۰۱ع میں ایک بزدل و سست سے راضی تھے جو اس امر کی ضروریات کو بہت کم کافی تھا ، ایک نیا عہد نامہ نواب سے چاہا گیا جس میں ایک ہی فقرہ کام کا وہ شرط تھی جس سے خراج کے بدلے ایک بڑا قطعہ اودہ کے صوبوں کا کمپنی کی عملداری میں شامل ہو گیا ،

مگر ان باقی ملکوں کی حکومت اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے انگریزی فوج کی حفاظت کی ذمہ داری میں پھر نواب کو دی گئی، آسکے انتظام کی بہتری کی واسطی سوائے ایک عہد کے کہ نواب صاحب اپنے ملکی انتظام میں ہمیشہ مشورہ کریں اور موافق کمپنی بہادر کے افسروں کی مصلحت کے کام کریں اور کوئی ضمانت طلب نہیں کی گئی *

The promised amendment never came. For more than half a century one of the fairest provinces of India was subjected to this cruel experiment. Each ruler seemed weaker and more debauched than the last. One of these was allowed by our Government, in 1819, to assume the title of King; but each successive Governor-General had to repeat the same remonstrances and threats. Lord William Bentinck, in 1831, was especially emphatic, and addressed a written warning to the king, that unless he reformed his rule, he would be reduced, like the princes of the Dec-

یہ بہتری جسکا اقرار ہوا کبھی نہیں آئی، پچاس برس سے زیادہ تک ایک ملک سب سے عمدہ ملکوں میں سے ہندوستان کے اس سخت تجربہ کا متحمل کیا گیا، بظاہر ہر ایک بادشاہ اپنے بہاء سے کمزور اور خراباتی ہوا، آدمیں سے ایک نے سہ ۱۸۱۹ع میں بادشاہ نام پکارے جانے کی انگریزی حکومت سے اجازت پائی، لیکن ہر ایک گورنر جنرل صاحب پر جو ایک کے بعد دوسرا ہوتا گیا وہی عرض حال اور تاکید دہرانا لازم کیا گیا، جناب لارڈ ولیم بنتنک صاحب نے بادشاہ کو بہت متنبہ کیا اور

can, the Carnatic, and Tanjore, to the condition of a 'Pensioner of State.' In 1837, Lord Auckland imposed a new 'treaty' on the King of Oude, which narrated in its preamble, 'inattention to the first duty of a Sovereign on the part of several successive rulers of Oude, has been continued, and notorious, and has even exposed the British Government to the reproach of imperfectly fulfilling its obligations towards the Oude people.' This treaty provided that the Government of the country, in whole, or in part, might at any time be assumed by us, any surplus revenue being accounted for to the King. This treaty, was, however, disallowed at home; and, so far as 'treaties' of this nature were concerned, our relations continued to rest on Lord Wellesley's treaty of 1801. At last, in 1847, Lord Hardinge announced that two years' further probation would be given, after which, if there should be no amendment, 'His Majesty

ایک تحریری عہدت سے مخاطب کیا، کہ اگر تم نظام درست نہ کرو گے تو تمہاری حالت بھی دکن کرنائٹک اور تملیور کے وظیفہ دار نوادوں کی سی کر دی جائیگی' جناب لارڈ آکلند صاحب نے سنہ ۱۸۳۷ء میں بادشاہ اودہ سے ایک نیا عہدنامہ چاہا جسکی تمہید میں یہہ ذکر تھا کہ، "بادشاہ کے مقدم فرض سے بے پروائی کا ہونا بادشاہوں اودہ کی طرف سے ہوتا رہا اور مشہور ہے بلکہ انگریزی گورنمنٹ پر بھی اس بات کی مذمت لایا ہے کہ گورنمنٹ نے اودہ کی رعایا کی نسبت اپنے فرضوں کو ناکامیلت سے پورا کیا، اس عہد نامہ میں یہ شرط ہوئی کہ انگریزوں کو اختیار ہے کہ کسی وقت میں ملک کی حکومت جزویا کل لے لیں اور حساب بیشی مالگذاری کا بادشاہ کو سمجھادیا جایا کرے، لیکن یہہ عہد نامہ انگلستان میں نامہ طور کیا گیا اور چٹنے عہد نامی اس صورت کی عمل میں آئے انہیں سے انگریزی موافقت کا متعلق ہونا جناب لارڈ ویلسلی صاحب کے عہد نامہ سے جو

was aware of the other 'alternative, and of the consequence'. The two years came and went, and two more years, with the same result. But till towards the close of Lord Dalhousie's rule our hands were full, and there was no time to determine on the course to be pursued with Oude. In 1851 the Resident had reported that 'His Majesty continues to show the same utter disregard of the sufferings of the many millions subject to his rule. He associates with none but women, singers, and eunuchs.' And so matters continued until, in November 1854, Lord Dalhousie, being urged by the Home Government to take up the long-pending question, determined to confer the appointment of Resident at Lucknow on Colonel Outram. This appointment was a sufficient guarantee for the spirit in which it was made, for the history of our Indian services has no nobler name. Knowing thoroughly the native character, and holding it a first duty to treat it with consideration al-

سنہ ۱۸۰۱ء میں کیا گیا بحال رہا ، آخر کار سنہ ۱۸۴۷ء میں جناب لارڈ ہارڈنگ صاحب نے ظاہر کیا کہ اگلی دو برس امتحاناً دئی جاتی ہیں اُن کے بعد اگر کچھ بہتری نہ ہوگی تو ظل سبحانی کو معلوم ہے کہ دوسری حالت اور اُسکے نتیجے کیسے ہونگے ، دو برس آئی اور گذر گئی اور دو برس اور بھی اسی طرح سے گذری ، لیکن جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب کی عملداری کے ختم ہونے کے قریب تک انگریزوں کا ہاتھ خالی نہ تھا اور کچھ فرصت نہ تھی قصد کرنیکی کہ کونسا طریقہ اودہ کے ساتھ برتنا چاہیئے ، سنہ ۱۸۵۱ء میں جناب رزیدنٹ صاحب نے رپورٹ کی کہ ، ظل سبحانی اُن کروڑوں لوگوں کی تکلیفوں کی طرف سے جو اُن کی عملداری میں ہیں وہی نہایت بے خبری ظاہر کئی جاتی ہیں ، وہ سوای عورتوں اور گویوں اور خواجہ سراہوں کے اور کسی کے ساتھ صحبت نہیں رکھتے ، ایسی ہی حالت جب تک رہی تھی کہ جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے

ways, Outram was the man, above all others, who might be trusted to give a wise and just opinion on our conflicting duties to the native people and to the native Government. He was instructed to report on the condition of both. Four months' residence in Oude was enough to enable Outram to make his report. It is impossible here to give an adequate idea of the state of things which it disclosed. The country was a prey to perpetual civil war, and civil war of a most cruel and barbarous kind. The number of persons killed or murdered exceeded two thousand annually. But murder was the least destructive of the many inflictions which completed the misery of the people. Whole towns and villages were frequently burnt and whole crops destroyed. Sometimes the wives and children of the cultivators were driven off in hundreds, and those of them who escaped death from cold and hunger were sold into slavery. Such wholesale

سنة ۱۸۵۶ء میں لکھنؤ کی
رژنڈنٹ کی کا عہدہ جناب کرنل
آٹرم صاحب کو بخشنے کا قصد کیا
کیونکہ ان کو انگریزی گورنمنٹ
سے اس مدت سے بے فیصلہ پڑی
ہوئی مقدمہ میں مصروف ہونے
کی تاکید ہوئی، یہہ تعیناتی
آس خواہش دلی کی ایک
کافی ضمانت تھی جس کے لینے
وہ کی گئی اس واسطی کہ
ہندوستان کی انگریزی نوکریوں
کی قاریض میں آس سے اعلیٰ تر
اور کوئی نام مندرج نہیں ہے،
کیونکہ انہوں نے ہندوستانی
خصلت کو بخوبی جانا تھا اور
انہوں نے اپنے اوپر اول یہہ فرض
سمجھا کہ تامل سے آسکے ساتھ
ہمیشہ سلوک کریں اسلئے جناب
آٹرم صاحب وہ سب سے اعلیٰ
صاحب تھے جنکو تسلیم کیا جائے
کہ وہ ہندوستانی حکومت اور
رعیت کی نسبت انگریزوں کی
مختلف شرطوں پر ایک دانا اور
عادل تجویز کرینگے، انکو حکم
ہوا کہ دونوں کی حالت پر
کیفیت لکھیں، جناب آٹرم
صاحب کو اپنی کیفیت لکھنے پر

destruction was not casual or accidental. It formed a regular item in the statistics of crime. The average number of 'villages burnt or plundered,' for each of the seven years which had elapsed since Lord Hardinge's warning, is stated by Outram at upwards of seventy-eight. The king continued sunk in that gross debauchery which is the last residue of Mohomedan monarchies when their military virtue has become extinct. Outram did not shrink from the conclusion on which his opinion had been asked. The 'extreme measures' threatened by Lord Hardinge could not, consistently with our duty, be longer delayed.

قابو پانے کے لیئے اودہ میں چار مہینے کا مقام کافی تھا، جو کچھ حال اُس کیفیت سے ظاہر ہوا اُسکی نسبت یہاں کوئی خیال پیش کرنا غیر ممکن ہے، اودہ کا ملک دائمی خانہ جنگی کا شکار تھا اور یہ خانہ جنگی نہایت سخت اور جہالت کے قاعدہ پر تھی، تعداد اُن لوگوں کی جو ماری جاتے اور قتل ہوتے تھے ہر سال میں دو ہزار سے زیادہ تھے، لیکن قتل سب سے کم تباہی اُن بہت سے ظلمون میں سے تھا جن سے لوگوں کی مصیبت پوری ہوئی، تمام شہر اور گانوں اکثر بھونک دیئے گئے اور بالکل غلے بے برباد کیئے گئے، کبھی کبھی رعایا کی عورتیں اور اولاد قریب سو سو کے ہذا کر لیجائی گئی اور ان میں سے جو سو دسے اور بھوکے مرنے سے بچے بردہ فروشی میں بیچ ڈالے گئے، ایسی تھوکا تھوکا پامالی کچھ اتفاقی یا عارضی نہ تھی، وہ جرم کے کلندریہ میں برابر جزئی، اوسط تعداد اُن گانوں کی جو ہر سال میں اُن سات برسوں کے جو جذاب لارڈ ہارڈنک صاحب کی عہد کے

بعد گذری پہونکی گئے یا لوتی
گئی جناب آترم صاحب نے
۷۸ سے زیادہ بیان کی ہے
بادشاہ اُس نہایت خراباٹی
میں دیر رہا جو مسلمانوں کی
بادشاہیوں کا جیسے کہ اُن کی
جنگی خاصیت معدوم ہوگئی
پچھلا تئمہ ہے، جناب آترم صاحب
نے اُس نتیجہ میں جسکی اُن
سے کیفیت طلب کی گئی
کچھ جھجک نہیں کی، اُن
آخری تدبیروں میں جنگی جناب
لارڈ ہارڈنگ صاحب کیطرف سے
تہدید ہوئی انگریزوں کے فرض کی
لیاقت سے زیادہ توقف نہیں ہو
سکتا تھا *

“In pronouncing an opinion so injurious to the reigning family of Oude, I have performed,” said Outram, “what is indeed to myself a very painful duty; for I have ever advocated the maintenance of the few remaining Native states in India so long as they retain any principle of vitality, and we can uphold them consistently with our duty as the paramount Power in India and in accordance with

جناب آترم صاحب نے بیان
کیا ہے کہ ”ہم نے تجویز ظاہر
کرنے سے جو اودہ کے بادشاہی
خاندان کو نہایت ایذا رساں ہے
ایک کام کیا ہے جو فی الحقیقت
ہم کو بہت افسوس دلاتا ہے،
کیونکہ ہم نے اُن تہوری سے باقی
رہی ہوئی ہندوستانی صوبوں
کے ہمیشہ مسعد رکھنے کی
جسب تک کہ اُن کا عنصر زندگی
باقی رہی اور ہم اپنی شرطوں

our treaty pledges. It is, therefore, peculiarly distressing to me to find that in continuing to uphold the sovereign power of this effete and incapable dynasty, we do so at the cost of 5,000,000 of people, on whose behalf we are bound to secure—what the Oude Government is solemnly pledged to maintain—such a system of Government as shall be conducive to their prosperity and calculated to secure their lives and property.”

The proceedings and discussions which followed the receipt of Outram's report at Calcutta and in England, afford an excellent example of the working of the Anglo-Indian Government when called into action in all its branches, on a great question of Imperial policy. The popular impression which ascribes the annexation of Oude

کے مطابق اور عہد ناموں کے اقرار کے موافق قائم رکھے سکتی کیونکہ ہندوستان میں ہماری برتر حکومت ہے حمایت کی ہے اس واسطی ہم اس بات کا نہایت افسوس کرتے ہیں کہ اس بے جان اور بے مقدور سلطنت کی باد شاہی اختیار کی تقویت کرتے رہتی ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ہم پانچ کروڑ آدمیوں کا نقصان کرتے ہیں جن کے حق میں حکومت کے ایک ایسے انتظام کا کرنا ہم پر لازم ہے جس کے قائم رکھنے کے واسطے اودہ کی حکومت سنجیدگی سے مرہون ہے جو (انتظام) ان کی کامیابی کا معاون ہو اور جس کا ان کی جان و مال کے محفوظ رکھنے کے لئے اندازہ کیا جائی *

معاملے اور سوال و جواب جو جناب آٹرم صاحب کی کیفیت کے پہونچنے کے بعد کلکتہ اور انگلستان میں ہوئی تھی ہندوستان کی انگریزی گورنمنٹ کے کرداروں کا جبکہ اُس کی ہر شاخ کو ایک بڑی سوال شاہنشاہی تدبیر مملکت پر مصروف ہونیکو طلب کیا جاتا تھا ایک عمدہ

to the special policy of Lord Dalhousie, shows how difficult it is to get that working followed or understood. It is a remarkable fact that of all the authorities who constituted, or were connected with the Government of India, Lord Dalhousie took the most restricted view; if not of what we had a right, at least of what it was expedient to do. In the elaborate Minute in which he recorded his opinion, he not only deprecated annexation, but he deprecated also the direct or forcible assumption of the Government of Oude. The distinction between seizing the Government, and annexing the country, may appear a strange one. It is a distinction which must puzzle those who imagine that our relations with the Native states of India can be judged by the rules of Grotius and Vattel. But to officers trained in the traditions of the East India Company the distinction was familiar, and appeared to be one of immense importance. They had been accustomed to

نمونہ دیتے ہیں، 'بازاری سمجھ' جو اودہ کے شامل ہونیکو جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب کی خاص تدبیر مملکت پر چپکاتی ہے وہ ظاہر کرتی ہے کہ ان کرداروں کا سمجھنا اور اس میں مشغول ہونا کیسا مشکل ہے، عجیب بات ہے کہ سب حائموں میں سے جو ہندوستان کی حکومت میں معین کیڈی گڈی یا متعلق تھے جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے سب سے مختصر لحاظ اختیار کیا شاید اسکا نہیں جسکا انگریز حق رکھتے تھے تو بھی اسکا جسکا کرنا لازم تھا، اس دقیق تصور میں جس میں انہوں نے اپنی تجویز لکھی ہے انہوں نے نہ صرف توسیع مملکت سے انکار کیا بلکہ انہوں نے نیز سیدھی یا جبر سے اودہ کی حکومت کے لینے سے انکار کیا، ضبطی ملک اور توسیع مملکت میں فرق کرنا شاید عجیب معلوم ہوتا ہے، وہ ایک فرق ہے جو ضرور ان لوگوں کو حیران کریگا جو تصور کرتے ہیں کہ انگریزی موافقتیں ہندوستانی سلطنتوں کی نسبت گروٹیس

see kingdom after kingdom, and province after province, conquered and handed over to their rule. But the ugly word 'annexation' had never been used. In the ancient capitals where they ruled supreme, they had been accustomed also to see preserved the old royal and princely names. In the attempts which have been lately made to connect the mutiny of the Native Army with the 'Policy of Annexation,' and specially with the annexation of Oude, we sometimes hear of eminent servants of the Company who had always opposed the measure. But when we examine what these officers have really said, we generally find that what they deprecated was not the seizure of kingly power, but the suppression of the kingly name. Sir Henry Lawrence is a good example. The contributions of this officer to the 'Calcutta Review' have been republished since his death, with a preface by Mr. Kaye. In this preface we are told that "the reader will perceive how consistently op-

اور ویٹل کے قانون سے تصفیہ کی جاسکتی ہیں، مگر اُن افسروں کو جنہوں نے برتاؤں میں ایست اندیہ کمپنی کے تعلیم پائی ہے یہہ فرق خوب معلوم تھا اور اُنہوں نے اُسکو نہایت برا ضروری سمجھا، وہ ہمیشہ ملک پر ملک اور صوبہ پر صوبہ کو فتح ہوتا ہوا اور اپنی عملداری میں شامل ہوتا ہوا دیکھنے کے عادی تھے، لیکن وہ خراب لفظ "توسیع مملکت" کبھی کام میں نہیں آیا، اُن قدیم دارالسلطنتوں میں جہاں اُن کے اعلیٰ اختیار تھے وہ یہہ بھی دیکھنے کے عادی تھے کہ ہمیشہ وہ قدیم بادشاہی ولیعهدوں کے نام قائم رہی، اقداموں میں جو تہوری دن ہوئی ہندوستانی فوج کی سرکشی کو تدبیر مملکت توسیع ملک کے ساتھ اور خصوصاً شامل کرنے اودہ کے ساتھ متعلق کرنے میں کئی گئی ہیں ہم کبھی کبھی کمپنی بہادر کے اُن نامی ملازموں کا نام سنتی ہیں جنہوں نے اس تجویز سے مخالفت کی تھی، لیکن اگر ہم اُسکا امتحان کرتے ہیں جو کچھ حقیقت میں

posed was Sir H. Lawrence to what is called the Annexation Policy. He warmly advocated, on grounds alike of justice and expediency, the maintenance of the Native States. A different statement has been made, very ignorantly and very unjustly, on this point." A writer so well informed as Mr. Kaye need not have thus held on by the skirts of a popular delusion. The course which Sir H. Lawrence favoured in respect to Oude, by whatever name it may be called, is plain enough. It is a course which, if submitted to the 'Law Officers of the Crown,' as a question of International Law, would probably receive from those authorities some name harsher than annexation. The notion that the rulers of Oude had any sovereign rights on account of which we were bound not to interfere with their authority, is scouted by Sir Henry with indignation. "Is the fairest province of India," he exclaims, "always to be harried and rack-rented for the benefit of one

انہوں نے کہا ہے تو عموماً معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جسکو فائسند کیا تھا وہ بادشاہی اختیار کی ضبطی نہیں تھی مگر بادشاہ کے نام کا چھپا دینا تھا، اس کے ایک عمدہ نظیر جناب سرہنری لارنس صاحب ہیں، ان صاحب نے جو مضمون کلکتہ روپو کوڈ ٹی وی کی صاحب کی لکھی ہوئی ایک تمہید کے ساتھ پھر چھپ گئی ہیں، اس تمہید میں ہم سے کہا گیا ہے، "کہ پڑھنے والا دیکھے گا کہ جناب سرہنری لارنس صاحب نے اس تدبیر سے جو تدبیر مملکت توسیع ملک بھی جاتی ہے کیسی لیاقت کے ساتھ مخالفت کی ہے۔ انہوں نے انصاف کی اور علیٰ ہذا القیاس ضروری بنیادوں پر ہندوستانی سلطنتوں کے قائم رکھنی کی گرم جوشی سے حمایت کی ہے، اس باب میں ایک مخالف بیان بہت حماقت سے اور ناحق کیا گیا ہے، ایک ایسے ہمہ دان مصنف کو جیسے کہ کی صاحب ہیں کچھ ضرور نہیں کہ وہ ایک بازاری توہم کا اس طرح سی دامن پکڑیں،

family, or rather to support in idle luxury one member of one family? Forbid it, justice—forbid it, mercy! . . . In every Eastern Court the Sovereign is everything or nothing. The King of Oude has given unequivocal proof that he is of the second class; there can, therefore, be no sort of injustice in confirming his own decree against himself, and setting him aside. He should be treated with respect, but restricted to his palace and its precincts.” Colonel Sleeman is another example. We do not know who is the editor of this officer’s posthumous work; but he tells us in his preface that Colonel Sleeman “constantly maintains the advisability of frontier kingdoms under native sovereigns, that the people themselves might observe the contrast, to the advantage of the Hon. Company, of the wise and equitable administration of its rule compared with the oppressive and cruel despotism of their own princes.” We have looked in

وہ تدبیر جسکو جناب سرہنری لارنس صاحب نے اودہ کے بابت منظور کیا آسکو کسی نام سے پکارو لیکن وہ بخوبی ظاہر ہے وہ ایک تدبیر ہے کہ اگر تخت کے مقنذونکو “اتفاق سلطنتوں کے قانون کے سوال کماوند دی جاوے تو غالباً اُن حاکموں سے توسیع مملکت سے بدتر کوئی نام پارہیگی اس خیال کو کہ اودہ کے بادشاہوں کے کچھ شاہنشاہی حقوق جنکے سبب سے انگریزوں کو دست اندازی نہ کرنا لازم تھا جناب سرہنری لارنس صاحب غضب کے ساتھ مٹاتی ہیں “کیا یہہ درست ہے کہ سب سے خوشنما ملک ہندوستان کے ایک ہی خاندان کے فائدہ میں برباد اور دیوان کیئے جاویں یا ایک ہی شخص تعطل کے عیش میں پرورش پاوے؟ منع کر اسکو اے انصاف اور منع کر اسکو ایرجم . . . ہر ایک ہندوستانی دربار میں بادشاہ سب کچھ ہے یا کچھ نہیں، اودہ کے بادشاہ نے یقینی ثبوت دیا ہے کہ وہ دوسری درجہ کے ہیں اسلئے اُس فیصلہ کے

vain for any evidence in Colonel Sleeman's letters that he ever entertained an opinion at once so weak and so wicked. So far from desiring to keep the people of Oude under a cruel government from this or from any other motive, he urgently pressed on Lord Dalhousie the duty of relieving them from it. In one letter he says, "Lucknow affairs are now in a state to require the assumption of the entire management of the country. "In another letter he says, "The present king ought not certainly to reign. What the people want and most earnestly pray for is, that our Government should take upon itself the responsibility of governing them well and permanently."

بحال رکھنی میں جو خود انہوں نے اپنے بر خلاف کیا ہے اور انکے الگ گردینے میں کچھ کس طرح کی بے انصافی نہیں ہوسکتی، چاہیئے کہ وہ ادب سے سلوک کیئے جاویں بلکہ اپنی دولت سرا اور آسکی سرحد میں محدود رہیں، "جناب کرنیل سلیم صاحب ایک دوسری نظیر ہیں، ہمکو معلوم نہیں کہ ان افسر صاحب کی پس ماندہ کتاب کا مشتمل کرنے والا کون ہے لیکن اُس نے اپنی تمہید میں بیان کیا ہے کہ جناب کرنیل سلیم صاحب برابر بطور مناسب حمایت کرتے ہیں کہ سرحد کی سلطنتیں ہندوستانی بادشاہوں کے تحت حکومت رہیں تاکہ رعیت خود کمپنی بھادر کے استفادہ کے کیئے باہم ازراہ مقابلہ آسکی حکومت کے دانا اور منصف انتظام کو اپنے بادشاہوں کے ظلمی اور سخت تسلط کے مقابل میں دیکھیں، "ہم نے جناب کرنیل سلیم صاحب کی چہتیاں میں گواہی کے واسطے بیفایدہ تجسس کیا کہ انہوں نے ایسی رات جو جب کی

تب کم زور اور بری ہے کبھی رکھی
 ہے ، اوہ کی رعیت کی اسی یا
 اور کسی باعث سے ایک سخت
 حکومت کے تحت میں تا بعد از
 رہنی سے اتنی دور وہ تھی کہ
 انہوں نے نہایت خواہش سے
 جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب کو
 اُسکے اُس سے بچانی کی شرط
 پر تاکید کی ہے ، وہ ایک چٹھی
 میں کہتے ہیں ، ”حالتیں لکھنؤ
 کی اب ایسی ہیں کہ بالکل انتظام
 ملک کا لیایدا ضرور ہے“ ایک
 اور چٹھی میں وہ لکھتی ہیں ،
 بادشاہ جو فی زمانہ ہے ہرگز
 انتظام کرنے کے لائق نہیں ،“ جسکو
 لوگ چاہتے ہیں اور نہایت
 خواہش سے استدعا کرتے ہیں
 یہہ ہے کہ انگریزی گورنمنٹ
 خود اپنے ذمہ وہ جوابدہی لےوے
 کہ آئنا بخوبی ہمیشہ انتظام
 ہووے *

These recommendations are
 in perfect harmony with all the
 traditions in which the servants
 of the Company had been born
 and bred. The course to which
 they pointed was that so long
 familiar in the previous history

وہ سفارشیں اُن برتاؤں سے خوب
 مطابق ہیں جن میں کمپنی بہادر
 کے نوکر پیدا ہوئے اور تعلیم پائی
 جس تدبیر کی انہوں نے
 رہنمائی کی وہ دہی تھے جو مدت
 سے ہندوستان کی اگلی تاریخ

of India; it was to assume the whole government ourselves, and reduce the native royal family to the condition of the puppets who bore the name of Nawab of Bengal, or the Nawab of the Carnatic. It is needless to say that this is annexation without the avowal of the name. The question of leaving the king his empty title might be a question of Policy, but it could be no question of principle or of right. The delusive form could not alter or modify the substantial character of the act. Lord Dalhousie alone had scruples in respect to any forcible seizure of the Government, which were not shared by such men as Outram or Henry Lawrence. The veriest formalist must admit our right to do what Lord Dalhousie recommended. That was simply to withdraw our troops, declaring the treaty of 1801 to be at an end. It was by these troops that the Native Government was maintained. Experience had proved that it could not

میں خوب مشہور تھی یعنی یہ کہ انگریز آپ ہی ساری حکومت لیا لیں اور ہندوستانی بادشاہی نسل کو ایسی حالت میں کر دیں جیسی کہ پتلیاں جنکی نام نواب بنگالہ یا نواب کرناٹک تھے۔ کچھ ضرور نہیں کہ یہی توسیع مملکت ہے بغیر اس نام کے، بادشاہ کا صرف لقب چھوڑ دینا شاید تدبیر مملکت کی بات ہو مگر جوہر یا حق کی بات نہیں ہو سکتا، دھوکے کی صورت اس واقعہ کی اصلی قسم کو بدل یا بنا نہیں سکتی، صرف جذبات لارڈ ڈالہوزی صاحب کو اس حکومت پر زبردستی سے قبضہ کر لینے کے بابت کچھ اشتباہ تھے جنہیں ایسی صاحبوں کو جیسے جناب آترم صاحب تھے اور جناب سرہنری لارنس صاحب تھے شریک نہیں کیا گیا تھا، سب سے بڑی سنجیدہ صاحب کو اسکی کرنے پر انگریزوں کے حق کا جسکی جذبات لارڈ ڈالہوزی صاحب نے سفارش کی ہی اقرار کرنا چاہیئے، وہ یہ تھا یعنی اُنہیں بچانا انگریزی فوج کا اور اسباب کا ظاہر کرنا کہ

stand without them. If they were withdrawn it would fall, or would be compelled to seek for their help again, in which case we could impose our own terms. Lord Dalhousie founded this recommendation partly on grounds of consideration for the royal family of Oude, but partly also on an assertion, which, if true, was sufficient to decide the question. "The king's consent," he says, "is indispensable to the transfer of the whole or of any part of his sovereign authority to the Government of the East India Company. It would not be expedient or right to endeavour to extract this consent by means of menace or compulsion." Not one of the four members of which the Supreme Council of India was then composed supported the Governor-General in this opinion. It was combated, with special clearness and convincing force, in a most able Minute by Mr. J. P. Grant; a paper which should be read by every one who desires to understand the merits of this question not only in itself, but in its re-

عہدنامہ سنہ ۱۸۰۱ء کا ختم ہو گیا یہ ہندوستانی حکومت اسی فوج سے قائم رہی، تجربہ سے ثابت کیا گیا کہ بغیر اسکے وہ قائم نہ ہو سکتی، اگر یہ اٹھا لیجائے تو وہ گریزتی یا لازم ہوتا کہ اسکی مدد پھر طلب کیجاتی جس میں انگریز اپنی شیطانی پھر لگا سکتے، جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب نے اس سفارش کو اودہ کی بادشاہی نسل کی رعایت کے کچھ کچھ سببوں پر بلکہ کچھ ایک اقرار پر بھی جو اگر سچ ہوتا تو اس معاملہ کے فیصلہ کرنے کو کافی ہوتا بنیاد کیا، وہ فرماتے ہیں، کہ بادشاہ کی منظوری آنکی کل یا جز اختیار بادشاہی ایسٹ انڈیا کمپنی کی گورنمنٹ کو منتقل کرانے میں لازم ہے، دھمکی یا ظلم کے ساتھ اس منظوری کے جبراً کرانے میں کوشش کرنا مناسب اور بہتر نہوگا، جناب گورنر جنرل بہادر کو اس رائے میں چاروں ممبروں میں سے جو اس وقت سوپریم کونسل ہندوستان کے تھی کسی ایک نے بھی تقویت نہ دی، جناب مسٹر جی پی

lation to the past history of India. The Council were unanimous that the Government of Oude should be permanently assumed by the East India Company. Some were strongly in favour of the direct form, as well as of the substance of annexation; but all were agreed that the king's consent was no necessary part of the transaction, and that our right to impose our own conditions upon him must be claimed and asserted. These opinions were recorded between June 18th and August 22nd, 1855, and were remitted for the decision of the Government at home, with this intimation from the Governor-General: "If you should consider that the experience of eight years will arm me with greater authority for carrying the proposed measure into effect than any Governor-General when first entering on the administration of this Empire is likely to command, I beg permission to assure you that I am ready to

گورنٹ صاحب نے ایک بہت عمدہ تحریر میں خاص صفائی اور قایل کرنے والی قوت سے اس پر بحث کی ہے یہ ایک تحریر ہے جو ایسے شخص سے جو اس معاملہ کی لیاقت کو نہ خود اس معاملہ میں بلکہ اس کے متعلق ہندوستان کی گذری ہوئی تاریخ میں سمجھنا چاہتا ہے پڑھوانی چاہیئے کونسل کا اتفاق تھا کہ اودہ کی حکومت ہمیشہ کے لیئے ایست انڈیا کمپنی کی معرفت لی لیجاسے، کسی کسی صاحب نے شدت سے توجہ کی کہ توسیع ملک کی سیدھی صورت ہووے جیسا کہ اصل میں ہوتی ہی لیکن سب مقرر ہوئی کہ معاملہ میں بادشاہ کی منظوری ضرور نہیں ہی ہاں اسپر اپنی شرطیں لگانے کا انگریزی حق ظاہر کرنا اور اقرار لینا چاہیئے، یہ رائی ۱۸ جون اور ۲۲ اگست سنہ ۱۸۵۵ء کے اندر اندر تحریر ہوئیں اور انگلستان کے گورنمنٹ کے فیصلہ کے واسطے جناب گورنر جنرل صاحب کی اس رپورٹ کے ساتھ ارسال کی گئیں، کہ اگر آپ

*
undertake the duty."

It has been officially stated that the question was brought before the Cabinet, which was the second Cabinet of Lord Palmerston, and at that time included Lord Canning, who had already been designated as Lord Dalhousie's successor. It is a question, therefore, which unlike most questions of India Administration, received the deliberate consideration of the Queen's Government, and the decision of which, more directly than others, rested on their final responsibility. The result was a despatch from the Court of Directors, leaving it to the Governor-General to be guided by

سمجھیں کہ اس تجویز کی گئی تدبیر کا تصفیہ کرنے کے واسطے اور کسی گورنر جنرل سے جبکہ وہ اول ہی وقت ابتدا اپنی انتظام اس حکومت کے غالباً اختیار رکھتا ہے بسبب آئہ برسکی تجربہ کے ہمکو زیادہ اختیار دیا جائیگا تو ہم آپ سے عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ ہم اس کام کے کرنے کو تیار ہیں * سرکاری طور سے کہا گیا ہے کہ یہ معاملہ روبرو خاص دیوان کے جو جناب لارڈ پامرسٹن صاحب کے دوسرے خاص دیوان تھے جنمیں اُس وقت جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر بھی شامل تھے جنکی طرف پہلے سے جناب لارڈ لہوزی صاحب کی قائم مقامی کے واسطے اشارہ کیا گیا، پیش ہوا اسلئے یہ ایک معاملہ ہے جس نے نہ ماندا اور بہت سے ہندوستانی انتظام کے معاملوں کی دوز اندیشی کی غور جناب ملکہ معظمہ کی گورنمنٹ سے پائی ہی اور فیصلہ اسکا اور سب سے سیدھا آسکی اخیر جوابدہی سے متعلق تھا اسکا نتیجہ کورنٹ آف

circumstances as to the mode of securing the desired result, but indicating strongly an opinion that the proposal of withdrawing our troops from Oude was one founded on too limited an interpretation of our rights, and one which, regarded as an indirect measure of compulsion, might involve the risk of failure. The authority of the Court was, therefore, given to Lord Dalhousie, "to assume authoritatively the powers necessary for good Government throughout the country," in any form in which he might find it best that this assumption should be effected. On the morning after this despatch was received a special Council was summoned by Lord Dalhousie, and an unanimous decision was arrived at on the course to be pursued. In this decision several members of the Council yielded something, but the Governor-General yielded most. "I resolved," he says, "to forego my own preferences, and in dealing with Oude to adopt the more

دیرینگر صاحبوں کا ایک مراسلہ تھا جس میں انہوں نے جناب گورنر جنرل صاحب بہادر پر موقوف رکھا کہ وہ حالات سے رہنمائی پاوینگی کہ کس کس طرح سی مطلوبہ نتیجے مل سکتے ہیں لیکن اسی میں انہوں نے سختی سے رائے ظاہر کی ہے کہ اپنی فوج اودہ سے اٹھالینے کی تجویز ایک ایسی ہے کہ جسکی ایک زیادہ مختصر معنوں پر انگریزی حقوق کی بنیاد ہے اور بھی جسکے موافق ایک ناراست تجویز ظلم کے دیکھنی میں شاید خطرہ چوک کا چھپا ہوا ہے، الغرض جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب کو کورٹ کے اختیار دیئے گئے " یعنی خود مختاری کے قدرتیں لی لینا جو تمام ملک کے نیک انتظام کو ضرور نہیں " خواہ کسی صورت میں وہ سب سے اچھی معلوم ہوں اخذ کریں، اس تحریر کے پہونچنے کی صبح کو جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے ایک خاص کونسل طلب کی اور بالاتفاق فیصلہ کیا گیا کہ اس امر میں کیسا کیسا چال چلن کیا جاویں

peremptory course which had been advocated by my colleagues and which was manifestly more acceptable to the honourable Company." Without prolonging controversy on points of principle, but protesting against the doctrine laid down by Mr. Grant, he yet agreed to a course which was logically defensible on no other principle than that which Mr. Grant maintained. The consent of the King of Oude was to be asked to a new treaty; but it was to be asked with notice, that if he did not consent, the only difference would be that he himself would lose all security for the name and pension which otherwise would be guaranteed. The position offered to the king was the position which Sleeman, and Lawrence, and Outram had indicated as the only position he had any right to keep. He was to be told that we had determined to assume the government of his country; that if he would give his consent he should be guaranteed in

اس فیصلہ میں کونسل کے کئے
ممبروں نے کچھ کچھ تسلیم کیا لیکن
جناب گورنر جنرل صاحب نے
سب سے زیادہ تسلیم کیا وہ فرماتے
ہیں، کہ ہم نے اودہ کے معاملہ
میں زیادہ جدوجہد چال چلن جسکی
ہمارے اس جلسہ والوں نے
حمایت کی اور جو ظاہر کمپنی
بہادر کو زیادہ پسند تھا کرنیکا اور
اپنی ترجیحوں کے چھوڑنیکا قصد
کیا، انہوں نے اس پر بھی بغیر
بڑھانے بحث کی بابت اصل
کی لیکن اُس رات سے برخلاف
ہو کر جو جناب گرانٹ صاحب
نے گذرانی ایک ایسی طریقہ
سے اتفاق کیا جو نہ کسی اور اصل
پر سوائے اُسکی جسکی جناب
گرانٹ صاحب نے پرورش کی
تھی از روئے گویائی کے قابل پناہ
تھا، اودہ کے بادشاہ کی منظوری
ایک نئی عہد نامہ کے واسطی
طلب کرنی تھی لیکن وہ یہہ
جناک مطلب کیجاتی کہ اگر منظور
نہیں گئی تو صرف یہہ فرق ہو
وینگا کہ وہ اُس نام اور پنشن کی
تمام ذمہ داری کو جو اور طرح سے
کیجاتے گی کہ روینگی، وضع جو

the hereditary title and in an ample hereditary revenue; but that if he did not consent, both his position and his income must rest with the Governor-General and Council for the time being. This was very much a repetition of Lord Wellesley's course in 1800-1. But it is needless to say that it was consistent with no principle applicable to independent States; and the attempt to avoid the appearance of force, or the avowal of a right which we were nevertheless asserting, proved as fruitless as, in our opinion it was needless. The king of Oude behaved with a dignity which even the most degraded Orientals are not unfrequently able to command in the supreme moments of life. He resolutely refused to sign the instrument of his own humiliation. Persuasion, threats, and remonstrance were all in vain. "Uncovering himself, he placed his turban in the hands of Outram, declaring that now his titles, rank, and position were all gone, it was not for him to

بادشاہ کو پیش کی گئی وہی وضع تھی جسکو جناب سلیم صاحب اور جناب لارنس صاحب اور جناب آٹرم صاحب نے ظاہر کیا تھا کہ یہ وہ خاص وضع ہے جسکا رکھنا اودہ کا کچھ حق تھا آنکو اطلاع کرنی تھی کہ انگریزوں نے تمہاری ملک کی حکومت لینے کا قصد کیا ہے اگر وہ منظور کرتے تو آنکی موروثی لقب اور وسیع آمدنی کا ذمہ کیا جاتا اور جو وہ منظور نہ کرتے تو آنکی وضع اور آمدنی بھی جناب گورنر جنرل صاحب بہادر اور اس وقت کے ممبران کونسل سے متعلق ہونی چاہیئی تھی، یہ قریب اس طریقہ کی دہرائی کی ہے جو جناب لارن ویسلی صاحب نے سنہ ۱۸۰۰ء اور سنہ ۱۸۰۱ء میں کیا، لیکن بیفایده کہنا ہے کہ وہ کسی اصل کے مناسب نہیں تھا جو ملک کی خود سرسلطنت کو لایق ہے اور صورت ظلمی یا ایک حق کے اقرار سے جو برخلاف اسکے انگریز ظاہر کرتے تھے بچنی کا اقدام کرنا بیفایده ٹھہرایا گیا جیسا ہماری دانست

sign a treaty, or to enter into any negotiation. He was in the hands of the British Government which had seated Her majesty's grand-father on the throne, and could at its pleasure consign him to obscurity." Yet, the Resident retired, we are told, from the royal presence 'with the usual ceremonies and honours' paid to an Indian sovereign. On the third day after this scene—being the day fixed as a limit by the instructions of the Resident, the proclamation went forth by which it was announced 'that the Government of the territories of Oude is henceforth vested exclusively and for ever in the Honorable East India Company.'

میں غیر ضروری تھا، اور بادشاہ نے ایک نموداری سے سلوک کیا جو زندگی کے سب سے ضروری لحظہ میں ہندوستانیوں میں سے سب سے ہی حرمت لوگ بعضی وقت کر سکتی، انہوں نے اپنی فروتنی کے وسیلہ سے استقلال کے ساتھ دستخط کرنے سے انکار کیا، دلاسا دھمکیاں اور دودھ سب بیفائدہ تھے، انہوں نے اپنی کلاہ شاہی اوتار کر جذاب آترم صاحب کے ہاتھ پر رکھ دی اور فرمایا کہ، "اب عہد نامہ پر دستخط کرنے یا کسی معاملہ میں شریک ہونے کے لائق ہم نہیں ہیں کیونکہ ہمارے القاب اور مرتبہ اور وضع سب برباد ہو گئی، ہم انگریزی حکومت کے اختیار میں ہیں جسکی ہماری ظل سبحانی کے جد امجد کو تخت پر بٹھایا اور اپنی مرضی سے ہم کو خلوت میں ڈال سکتی ہے، لیکن ہم سقتے ہیں کہ جذاب رز بدنت صاحب بادشاہ کی حضور سے معمولی فاعلوں اور عزتوں سے جو ہندوستانی بادشاہوں کی ساتھ برتی جاتی ہیں چلی

The alleged connexion of this measure with subsequent events will come under our review hereafter. Meanwhile, it is enough to say that the annexation of Oude, whether as regards its time, its substance, or its form, was less due to any special policy pursued by Lord Dalhousie than perhaps any other act of his administration.

Nor need we dwell, in connexion with our subject, upon the conquest and retention of the province of Pegue. This was the result of a war with a foreign Power. The whole preparation of the expeditionary force was managed by Lord Dalhousie. It was admirably

گئے، اس واقعہ کے تین دن بعد کیونکہ وہ وہ دن تھا جو جناب رزیدنٹ صاحب کے حکم سے حد قائم کیا گیا تھا وہ اشتہار مشتہر کیا گیا جس سے ظاہر ہوا کہ اودہ کی سلطنت کی حکومت آج سے بالخصوص ہمیشہ کے لیئے ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کے تصرف میں دی گئی *
پچھلی وارداتوں سے اس بندوبست کے اقرار کئے گئے تعلق کی ہم بعد کو نظر ثانی کریں گے، اس درمیان میں یہ بیان کرنا کافی ہے کہ شامل کرنا اودہ کا آسکی عملداری کے اور کمی واقعہ کے بندوبست کیا وقت کیا مطلب کیا صورت میں لارڈ ڈالہوزی صاحب کی کسی خاص تدبیر مملکت سے شاید کم متعلق تھا *

ملک پیگو کے بھی تسخیر کرنے اور قبضہ میں رکھنی کو اس بات کے علاقہ میں رہنا کچھ ضرور نہیں ہے، یہ ایک بیرونی ملک کی لڑائی کا نتیجہ تھا، دورہ کی فوج کی کل تیار کیا جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے سرانجام کیا، وہ عجب طرح سے کیا گیا اور لڑائی جلد فتح مندی

done, and the war carried to a rapid and triumphant issue. Just as in the Burmese war of 1826, we had conquered and retained the provinces of Tenasserim, Arracan, and Assam, so in the war forced on the Indian Government in 1848-9 by the arrogance and obstinacy of the Burmese Court, we conquered and retained the province of Pegue. It was peopled with a race which was friendly to us; it intervened between possessions already ours; and it gave us for the future complete command, whether for the purposes of war or commerce, over the great river mouths of Burmah. But the circumstances of that conquest have no bearing on our policy towards the native states of Hindostan. Lord Dalhousie's government of this province has been hardly less successful than his government of Punjab. So far as we have yet seen, it is an acquisition which is easily kept, and is well worth keeping; though, like every other of the same kind, it was

سے ختم ہوئی، جیسا کہ برہما کی لڑائی میں جو سنہ ۱۸۲۶ء میں ہوئی تھی انگریزوں نے تناسرم اور اراکان اور اسام کے ملکوں کو فتح کیا اور قبضہ میں رکھا ویسا ہی آسٹرائلی میں جو بسبب گستاخی اور مکر اسے برہما کی ارکان دولت کے انگریزی گورنمنٹ پر لازم کی گئی پیگو کے ملک کو فتح کیا اور قبضہ میں رکھا وہ ایک ایسی قوم سے جو ہم سے ارتباط رکھتی تھی آباد اور ان مقبوضہ ملکوں کے بیچ میں تھا جو پہلے سے انگریزوں کے تھے آسنے انگریزوں کو آئندہ کی لڑائی یا سوداگری کے ارادوں کے لئے برہما کے بڑے درباروں کے دھانوں پر کامل اختیار دیا، لیکن اس فتح کی حالتیں انگریزوں کی تدبیر مملکت سے جو ہندوستانی صوبوں سے ہندوستان کی نسبت رکھتی ہے کچھ علاقہ نہیں رکھتیں، جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب کی عملداری ان کی پنجاب کی حکومت کی بہ نسبت اس ملک میں کچھ تھوڑی سی کم کامیاب ہوئی ہے، جہاں تک ہماری اب تک دیکھا ہے وہ ایک

forced upon us by events which were neither foreseen nor desired.

There is yet one other case which involved no disputed question. 'The kingdom of Nagpore,' said Lord Dalhousie, 'became British territory by simple lapse, in the absence of all legal heirs. The kingdom which had been granted to the reigning Rajah by the British Government was left without a claimant when the Rajah died. No son had been born to His Highness; none had been adopted by him; none was adopted by the Ranees, his widows. The British Government refused to bestow the territory in free gift upon a stranger, and wisely incorporated it with its own dominions.'

Of all the great acquisitions of territory, then, which hap-

حصول ہے جو باسانی رکھا جاتا ہے اور بہت لائق رکھنے کے ہے اگرچہ وہ مانند اور ہر ایک اُس قسم کی حالتوں سے جنکی نہ پہلے سے پیش بینی کی گئی اور نہ وہ چاہی گئیں انگریزوں پر لازم کیا گیا *

ایک اور مقدمہ ہے جس میں کچھ تکرار کا معاملہ ملا ہوا نہ تھا، جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب فرماتے ہیں، کہ ناگپور کی سلطنت خالی رہنی سے بسبب نہونے سب شرعی وارثوں کے انگریزی مملکت ہو گئی، سلطنت جو انگریزی گورنمنٹ سے تینت نشین راجہ کو دی گئی وہ اُسکے مرنے پر بے وارث رہ گئی، راجہ صاحب کے کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا تھا انہوں نے کسی کو متبندی بھی نہیں کیا رانی صاحبہ نے اُن کی بیویوں میں سے بھی کسی کو متبندی نہیں کیا، انگریزی گورنمنٹ نے کسی غیر شخص کو ملک بخشنے سے انکار کیا اور دائائی سے اپنی حکومتوں میں شامل کر لیا *

اس واسطے درباب سب بڑی حوصلوں میں سے ملک کے جو

pened during Lord Dalhousie's Government, his supposed policy of annexation must rest upon the opinion he expressed, and the advice he gave on the comparatively small principalities of Sattarah and of Jhansie. Sattarah was a principality which we had ourselves created. The family which we placed upon its thorne was indeed an old one. It represented the great Hindoo chief who in the seventeenth century had founded the Mahratta kingdom of the Deccan. But by the time we came into contact with that formidable race, the family of SEVAJEE had shared the usual fate of Eastern royalty. Its dominions had passed into the hands of usurpers, and nothing remained to it but lodgings in a prison, and the shadow of an illustrious name. When the British army under Sir John Malcolm in the Mahratta war of 1813 defeated the Peishwah, captured his person, and annexed his country to the dominions of the Company, it was deemed

جناب لارڈ ڈالھوزی صاحب کی عملداری میں ہوئی تھی اُن کی قیاسی تدبیر توسیع مملکت کو اُس راہ سے جو انہوں نے ظاہر کی اور اُس مصالحت سے جو انہوں نے نسبت چھوٹی صوبوں ستارہ اور جہانسی کے بتائی متعلق ہونا چاہیئے ستارہ ایک صوبہ تھا جسکو خود انگریزوں نے بنادیا تھا جس خاندان کو تخت پر بٹھایا وہ بلاشبہ قدیم تھا وہ خاندان اُس بڑی ہندو راجہ کا تھا جسکی ستوہویں صدی عیسوی میں دکن میں مہارٹھہ کے صوبہ کو پیدا کیا تھا لیکن جب انگریزوں کی اُس مہیب قوم سے ملت ہوئی تو اولاد سیواجی کی ہندوستانی بادشاہوں کی معمولی قسمت میں شریک ہو گئی تھی اُسکی صوبے غاصبوں کے ہاتھ آ گئے تھے اور سوائے ایک قیدخانہ کے مکان اور جلیل القدر نام کی صورت کے اور کچھ باقی نہ رہا تھا جب انگریزی فوج نے زیر حکومت جناب سرجان مالک صاحب کے مہارٹھہ کی لڑائی میں سنہ ۱۸۱۸ء میں پیشوا کو شکست دیکر

expedient to bestow a small part of that territory, 'sufficient for the maintenance of his family in comfort and dignity,' upon the hereditary puppet whom Bajee Rao had kept in prison. This was done in the usual form of a 'treaty.' This rajah having violated the conditions imposed upon him, was deposed in 1839, and his next brother placed upon the throne. The new rajah had no family of his own; and this fact, as well as the improbability of his having any, had been specially referred to by the Governor of Bombay, as holding out the prospect of the lapse of the principality to the Government of India, 'unless it should be thought expedient to allow the line of princes to be continued by the Hindoo custom of adoption—a question which should be left entirely open for consideration when the event occurs.' Aware of this, the rajah, in declining health, applied to the British Government for its sanction to the continuance of his 'Raj,' through

گرفتار کیا اور آسکا ملک کمپنی بہادر کے ملکوں میں شامل کیا تو لازم فکر کی گئی کہ تھوڑا تھوڑا آس ملک کا جو آسکی اولاد کے نان و نفقہ کے لیئے آرام و حرمت سے کافی ہو وارث پتلی کو جسکو باجی راؤ نے قید خانہ میں رکھا تھا دیا جائیگا، ایک معمولی عہد نامہ کی صورت میں یہہ کیا گیا، سنہ ۱۸۳۹ ع میں راجہ کو اسلامی کہ آسکی آن شرطوں کو جو آسپر لگائی گئی تھیں توڑ دیا انگریزوں نے تخت پر سے اتار کر آسکے چھوٹی بہائی کو بٹھا دیا، نئی راجہ کے کچھ اولاد نہ تھی اور بھی خلاف قیاسی کہ آسکے کوئی اولاد ہووے ان دونوں حقیقتوں کو بالخصوص جناب گورنر جنرل صاحب بہادر بمبئی نے رجوع کیا کسواسطی کہ ان حقیقتوں سے امید پڑتی ہے کہ یہہ صوبہ انگلستان کی حکومت میں آجاویگا اگر نہ لازم فکر کیجاویگی یہہ منظور کرنے میں کہ اولاد راجاؤں کی متبنی کرنے کے ہندو قاعدہ سے بحال رہیگی — یہہ ایک معاملہ ہے جو نوبت پہونچنی

an adopted son. No answer had been received to this request when the progress of disease warned the rajah that he must act on the chance of a favourable reply. In the last hours of life, and almost in the agonies of death, the first child that could be found at hand available for the purpose, was brought to the dying rajah, and formally adopted according to Hindoo rites. Was this act to be recognised as conveying the principality? Sir George Clerk, who was then Governor of Bombay, alone of all the authorities in India, was in favour of allowing the succession of the child. He admitted that the adoption required our sanction. He admitted that no uniform rule of practice required us to give it. But he held that the 'treaty' securing the principality to 'heirs and successors,' included heirs by adoption as well as heirs by birth. The rajah had never himself advanced this claim. On the contrary, he had himself pleaded the necessity of

کے لیٹی بالکل علانیہ رکھ چھوڑنا چاہے، راجہ صاحب نے کیونکہ وہ اس سے واقف تھے جب کہ روز بروز ضعیف ہوتے جاتے تھے اپنا راج اپنے ایک متبندی کئے ہوئے بیٹی پر بحال رکھنے کے لیٹی انگریزی گورنمنٹ سے اُسکی منظوری کے واسطی درخواست کی، اس درخواست کا کچھ جواب نہ آیا تھا کہ بیمہ اری کی ترقی نے راجہ صاحب کو اگاہ کیا کہ آنکھوں ایک جواب بامصواب کے امکان پر عمل کرنا ضرور ہے، آخری وقت میں قریب حالت نزع کے پہلا لڑکا جو اس کام کے لایق میسر ہو سکتا تھا مرنے والی راجہ کے پاس لایا گیا اور ہندوؤں کی ریت اور رسم کے موافق متبندی کیا گیا، کیا یہ سمجھا جانا ضرور تھا کہ اس واردات نے صوبہ اُسکی حوالہ کر دیا، سب ہندوستان کے حاکموں میں سے تنہا جناب سر جارج کلارک صاحب جو اس وقت میں بمبئی کے گورنر تھے اُس لڑکے کی جانشینی کی طرف متوجہ تھے، انہوں نے اقرار کیا کہ متبندی کرنے کو انگریزی منظوری ضرور

British sanction against an adopted child of his own brother. But if Sir George Clerk's opinion were well founded, it was needless to argue on grounds of policy. He recorded it, however, as his opinion that, ' unquestionably a native government, conducted as that of Sattarah has lately been, is a source of strength to the British Government.'

تھی، اور یہ بھی اقرار کیا کہ کسی یکساں قاعدہ سے استعمال کے وہ منظور کرنا ہموں لازم نہ تھا لیکن انہوں نے سمجھا کہ اس عہد نامہ میں جس میں وارث اور جانشینوں کے واسطی صوبہ سقرر ہے انہیں متبذنی بھی اور اصل وارث بھی داخل ہیں، راجہ صاحب نے خود اس دعویٰ کو کبھی ظاہر نہ کیا، بر خلاف اسکی انہوں نے خود اپنے بہائی کے ایک متبذنی کی بابت انگریزی منظوری کی ضرورت کا اقرار کیا، لیکن اگر جناب سر جارج کلارک صاحب کی رائے کی اچھی بنیاد تھی تو تدبیر مملکت کے سببوں پر بحث کرنا کچھ ضرور نہ تھا، لیکن انہوں نے اپنی رائے میں یہ لکھ لیا کہ، "بیشک ایک ہندوستانی حکومت جسکا بندوبست ویسا ہی ہے جیسا کہ ستارہ کا اندنوں میں ہوا ہے انگریزی گورنمنٹ کے واسطی وہ ایک قدرت کی بنیاد ہے *"

In these views the Governor of Bombay could not carry his Council with him. On the first

ان لحاظوں میں جناب گورنر صاحب بمبئی اپنی کونسل کو اپنا شریک نہیں کر سکتے تھے، پہلی

point, which was the main one, his arguments were conclusively answered in an able paper by Mr. Whilloughby. The new Governor who succeeded when the question was still pending—Lord Falkland—adopted, after full consideration, the opinion of the Council; and the Governor-General, in a Minute marked by all his vigour and ability, gave his voice against the continuance of the principality, both on the ground of right and on the ground of policy. The Court of Directors, by a large majority representing the weight of opinion not less than the weight of numbers, adopted the view of the Governor-General:—

“We are fully satisfied that by the general law and custom of India, a dependent principality, like that of Sattarah, cannot pass to an adopted heir without the consent of the paramount Power; that we are un-

وجہ پر جو سب سے ضرور تھی
آنکی حجت نے ایک لایق تحریر
میں ویلوی صاحب کے پورا
جواب پایا، جناب گورنر صاحب
جدید نے جو اسوقت کہ ابھی
یہ معاملہ بے فیصلہ تھا قائم مقام
ہوئی تھی یعنی جناب لارڈ فالکلنڈ
صاحب نے بعد غور کامل کے کونسل
کی رائے کو قبول کیا اور جناب
گورنر جنرل بہادر نے ایک تحریر
میں جسمیں آنکی تقویت قلب
اور دست رس کا نشان تھا تدبیر
مملکت اور نیز حق کی بنیاد پر
برخلاف بحال رکھنی صوبہ کے
ظاہر کیا، کورٹ آف ڈائریکٹر
صاحبوں نے یک بڑی فریق میں
سے جنکی تجویز آنکی گروہ سے
کچھ کم وقار میں نہ تھی تجویز
کو گورنر جنرل صاحب کے اختیار
نیا وہ فرماتے ہیں (یعنی صاحبان
کورٹ آف ڈائریکٹر) *

کہ ہم کو اچھی رضامندی ہے
کہ ہندوستان کے عامی قانون اور
قواعدوں سے ایک مطیع صوبہ جیسا
کہ ستارہ ہے ایک متبذی کو بلا
منظوری سب سے مقدم گورنمنٹ
کے نہیں مل سکتا سیدھی یا اشارہ

der no pledge, direct or constructive, to give such consent; and that the general interests committed to our charge are best consulted by withholding it."

Jhansie was a small case, involving the same principle, and decided in the same sense. It was in the discussion of the Sattarah question that Lord Dalhousie recorded his dissent from the doctrine, apparently implied by Sir George Clerk,—that the maintenance of native governments in the midst of our own dominions was in itself an advantage:—

"There may be conflict of opinion," he says, "as to the advantage or propriety of extending our already vast possessions beyond their present limits. No man can deprecate more than I do any extension of the frontiers of our territory which can be avoided, or which may not become indispensably necessary for considerations of our own safety and of the main-

ایسی منظوری کرنے کو کچھ ہمنے زبان نہیں تھاری اور عام فائدوں کا جو ہمارے سپرد ہیں اس کے باز رکھنے میں سب سے اچھی طرح دھیان کیا جاتا ہی *

جہانسی ایک چھوٹا معاملہ مشتمل اُپر اُسی اصول کے تھا اور اُسی مدشا پر اُسکا فیصلہ ہوا، ستارہ کا معاملہ مباحثہ میں تھا کہ جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب نے اُس مسلک سے جسکا جناب سر جارج کلارک صاحب نے ظاہر اشارہ کیا تھا یعنی کہ ہندوستانی حکومتوں کا انگریزی حکومتوں کے بیچ میں قائم رکھنا بدلتہ ایک فائدہ ہے اپنا اختلاف لکھ دیا *

کہ شاید بہ نسبت فائدہ اور مناسبت انگریزی مملکت کے اپنے موجودہ سرحدوں سے زیادہ وسیع کرنے کے جو اب بھی بہت وسیع ہی راے کا اختلاف ہووے، ہمسی زیادہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ انگریزی سلطنت کی سرحدوں کے توسیع جس سے بچنا ممکن ہی ہووے یا جو اپنی سلامتی اور اپنے ملکوں کی

tenance of the tranquillity of our own provinces. But I cannot conceive it possible for any one to dispute the policy of taking advantage of every just opportunity which presents itself for consolidating the territories which already belong to us, by taking possession of states which may lapse in the midst of them; for thus getting rid of those petty intervening principalities which may be made a means of annoyance, but which can never, I venture to think, be a source of strength; for adding to the resources of the public treasury; and for extending the uniform application of our system of government to those whose best interests, we sincerely believe, will be promoted thereby. . . .

The Government is bound, in duty as well as in policy, to act on every such occasion with the purest integrity and in the most scrupulous good faith. When even a shadow of doubt can be shown, the claim should be at once abandoned."

اسودگی قائم رکھنے کے لحاظوں میں حقیقتاً ضرور ہی نہوے ، مگر ہم غیر ممکن سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص قابو چلائے کے لیئے ہر ایک عادل دانوں گہات سے تدبیر کرنیکا انکار کرے جو اکھٹا کرنے میں آن ملکوں کے جو اب بھی انگریزوں کے قبضہ میں ہیں رکھنے سے ختم شدہ صوبوں کے جو آنکے بیچ میں ہیں پیش آتی ہے اور اسطرح سے خالی کرنے میں آن چھوٹی درمیانی صوبوں کے جو شاید وقت کے وسیلے ہو جاویں لیکن ہماری دانست میں کبھی قدرت کی بنیاد نہیں ہو سکتی اور اضافہ کرنے میں سرکاری خزانوں کی دولت کی بدیدوں کے اور پہونچانے میں یکساں لگاؤہ ری حکومت کے بندوبست کا آنکو جنکے اعلیٰ فائدوں کو ہم راستی سے سمجھتے ہیں کہ اُس سے تقویت پہونچدگی . . . ہر ایک ایسی معاملہ میں گورنمنٹ پر فرض کے اور بھی تدبیر مملکت کے بابت دینی نہایت صاف دیانت داری سے اور بلا رسواس وفاداری سے عمل کرنا لازم ہے جب کہ کچھ

پرچہائیں بھی شک کی دکھائی
جاوے تو فوراً دعویٰ چھوڑ دینا
چاہیئے *

This is the nearest approach which we can find in any of Lord Dalhousie's writings to the advocacy of a policy of annexation. But in the general principle here announced, there was nothing new. This principle, and no other, had governed the action of the India Government in every previous case—and there had been many—in which the failure of natural heirs had been made the occasion of appropriating petty states, principalities, or jaghires. It had been explicitly laid down in very similar terms by the Court of Directors nearly twenty years before. But the truth is, that under all the reservations with which it has been usually expressed, and with which it is specially guarded by Lord Dalhousie, it leaves room, after all, for every degree of doubt in respect to its application to individual cases. Accordingly, every instance in which native terri-

یہہ (جسکا ذکر ہوا) سب سے زیادہ نزدیک قربت ایک تدبیر توسیع ملک کی استعانت سے رکھتی ہے جو ہم جناب لارڈ ڈالہؤزی صاحب کی کسی تحریر میں پاسکتی ہیں ، لیکن اس عام اصل میں جو یہاں ظاہر کی گئی کوئی نئی چیز نہ تھی ، اسی اصل نے نہ کسی دوسری نے ہندوستان کی انگریزی گورنمنٹ کے کام پر ہر ایک پیشتر کے معاملہ میں اور ایسی معاملے بہت ہوئی تھے جن میں نہونا حقیقی وارثوں کا چھوٹی چھوٹی صوبوں اور جاگیروں کے صاف اپنا کر لینے کا موقع ہوا تھا اثر کیا تھا ، اس سے پہلی قریب بیس برس کے اسی اصل کو کورٹ آف ڈائریکٹر صاحبوں نے اسی طرح کی عبارتوں میں صاف صاف قرار دیا ہے ، لیکن سچ یہہ ہے کہ از روے آن تمام رکارڈوں کے جنسی اسکو ہمیشہ ظاہر کیا گیا ہے اور جنکے ساتھ بالتخصیص اسکو جناب

tory has been absorbed within British dominion in India, must be judged on its own merits. But it is important to observe that the general principle thus laid down by Lord Dalhousie has exclusive reference to native sovereignties, and has no adverse bearing on the policy of maintaining a native aristocracy. The right to convey by adoption all private rights and private property was not called in question in the case of Sattarah, but was, on the contrary, declared and admitted. Wherever a native aristocracy exists, or can be created, founded on possessions or position short of sovereignty, it may be perpetuated by adoption, without contravening the principle laid down by Lord Dalhousie. There is an immense variety in the feudal tenures of India. Some of them are very bad; others it may be expedient to preserve. But as regards native governments he had seen enough to know that their vices were systematic and their virtues casual.

لارڈ ڈالہوزی صاحب نے رکھا ہے
آخرش ہر ایک مرتبہ کے شک کی
آسکے تعلق کے مخصوص معاملوں
کی نسبت میں جگہ رہتی ہے ،
اسلیٹی مناسب ہے کہ ہر ایک
معاملہ کا جسمیں ہندوستانی
ملک انگریزی حکومت میں
ہندوستان کے شامل ہوا ہے اپنے
اپنی حق پر فیصلہ ہونا چاہیڈی
لیکن لحاظ کرنا ضرور ہے کہ عام
اصل جسکو اس طرح سے جذاب
لارڈ ڈالہوزی صاحب نے قرار دیا
ہے ہندوستانی سلطنتوں سے
خاص تعلق رکھتی ہے اور ہندو
ستانی حکومت امرا کی قائم
رکھنی کی تدبیر سے کچھ
مخالف تعلق نہیں رکھتی ہے ،
متبندی کرنے سے خاص حقوق
اور خاص مال کے حوالہ کرنے
کا حق ستارہ کے معاملہ میں
اعتراض میں نہ پڑا مگر برخلاف
اسکے جائز رکھا گیا اور اقرار کیا گیا ،
جہاں کہیں ایک ہندوستانی
حکومت امرا ہے یا پیدا ہو سکتی
ہے جسکی ایسی جاگیر اور
عہدہ پر بنیاد ہو جو بادشاہت
سے کچھ کم تھی تو وہ متبندی

He knew that the virtual dependence to which they are reduced by our power in India did not tend to make them better. Sir Henry Lawrence, who knew them well, has said of them, 'If they cannot plunder strangers, they must harry their own people. The rule holds good throughout India. The instances among native states where the cultivator is certain of reaping what he has sown, and of being called on to pay only what has been previously agreed, are most rare.' No severer condemnation of native states has ever been pronounced. Lord Dalhousie could not doubt that a rule of succession, which would increase the chance of long minorities, must double every evil and intensify every source of corruption to which such governments are exposed.

سے بے خلاف ورزی اس اہل کے جو جناب لارڈ دلہوزی صاحب سے قرار دی گئی قائم رکھی جاسکتی ہے ہندوستان میں کئی قسم کے قدیمی ہٹوں کی دستاویزیں ہیں انہیں سے کوئی کوئی نہایت خراب ہے اور کوئی کوئی قائم رکھنے کے لائق ہے، مگر ہندوستانی حکومتوں کے باب میں انہوں نے اتنا دیکھا ہے جس سے ان کو معلوم ہوا کہ انکی برائیتیں باقاعدہ اور بہلائیتیں اتفاقی تھیں، اور یہی ان کو معلوم تھا کہ حقیقی تابعداری نے جس میں وہ انگریزوں کی ہندوستانی قدرت سے لائی گئی ہیں انکی بہتر کرنیکو میلان نکیا، جناب سر ہڈری لارنس صاحب نے جو ان کے حال سے خوب واقف تھے ان کی نسبت یہہ کہا ہے، "اگر وہ غیروں کو نہیں لوٹ سکتیں تو اپنے لوگوں کو غارت کرنا انکا دستور ہے، اس قاعدہ کا تمام ہندوستان میں رواج ہے، مثالیں ہندوستانی صوبوں کی جنہیں کشتکار کو یقین ہے کہ آسنے جو کچھہ بویا ہے وہ کاٹ لیکھا اور آسکو صرف وہی ادا کرنا

ہوگا جو پہلے تہر گیا ہے نہایت کم ہیں، ” ہندوستانی حکومتوں پر اس سے سخت فتویٰ الزام کا کبھی نہیں دیا گیا، جناب لارڈ دلہوزی صاحب کو اس بات میں کچھ شک نہ ہو سکا کہ سلسلہ وار حکومت جو نئے زمانہ نا بالغی کے امکان کو درازی دیگی درجہ بندی کر دی گئی ہو برائی کو مضبوط کر دی گئی برائی کی بنیاد کو جس میں ایسی حکومتیں مبتلا ہوتی ہیں *

By the various territorial additions which we have thus reviewed, the frontiers of British India were carried to the line at which they still remain, and at which, in all human probability, they will continue to remain for many years to come.

Much as these questions of war and policy occupied Lord Dalhousie's time, the eight years of his administration were marked by events even more important than conquests and annexations. No man who has represented our rule in India had

ان چند ملکوں کے زیادہ ہونے سے جنگی ہمئی اس طرح سے نظر ثانی کی ہے انگریزی ہندوستان کی سرحدیں وہاں تک پہنچائی گئی ہیں جہاں تک وہ اب قائم ہیں اور جہاں وہ سبب انسانی احتمال سے کئی برس تک قائم رہینگے *

لڑائی اور تدبیر مملکت کے ان معاملوں میں جناب لارڈ دلہوزی صاحب کا وقت کثرت سے خرچ ہوا لیکن وہ آئہ برس اُن کی عملداری کے ایسے واقعات سے تمیز کیڈی گئی جو فتوحات اور توسیع مملکت سے بھی زیادہ فخر کی

ever prosecuted with so much vigour the works of peace. In England the great public undertakings on which the progress of society and the increase of wealth depend, are the fruit of private enterprise. In India they have hitherto rested almost exclusively with the Government. Everything, therefore, has depended on the estimate placed by the Government on their value and importance. Nothing but a very strong conviction could overcome the difficulties with which every Governor-General was beset. The cost of unexpected, but almost continual wars, added to the cost of administration over so vast an empire, had left the Indian Treasury in a state of chronic deficiency. But Lord Dalhousie knew, and acted on the conviction, that the only hope of restoring the balance must come from increased expenditure of a better and more profitable kind. 'The ordinary revenues of the Indian Empire,' he observes, 'are amply sufficient,

تھے، کسی شخص نے جو ہندوستان کی انگریزی سلطنت کا نایب تھا اتنے زور شور سے اسودگی کے کاموں کی کبھی پیروی نہیں کی تھی، انگلستان میں وہ بڑی ملکی کام جنسی ہڑھوتری جمہور کی اور زیادتی دولت کی متعلق ہے خاص لوگوں کی مہم کے نتیجی ہیں، ہندوستان میں وہ ابھی تک قریب بالکل کے گورنمنٹ سے متعلق ہیں، اسلیٹی ہرشی کا اُس اندازہ سے تعلق رہا ہے جو گورنمنٹ کے نزدیک اُن کاموں کی قدر اور ضرورت کا تخمینہ تھا، نہ کوئی شی سوائے ایک بہت قوی اعتماد کی اُن مشکلات پر غالب آسکتی ہے جسے ہر ایک جناب گورنر جنرل بہادر ٹھہرے ہوئے تھے، اچانک کے مگر قریب مدامی لڑائیوں کے خرچ نے ایک ایسی کلاں سلطنت کے انتظام کے خرچ کے ساتھ ہندوستان کے خزانہ کو ایک دیرپا کمی کی حالت میں ڈال دیا ہے لیکن جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب کو معلوم تھا اور انہوں نے اس

and more than sufficient, to meet its ordinary charges; but they are not sufficient to provide for the innumerable gigantic works which are necessary to its due improvement. It is impracticable to effect, and absurd to attempt, the material improvement of a great empire by an expenditure which shall not exceed the limits of its ordinary annual income.' Acting on this principle, Lord Dalhousie took a personal and eager part in the prosecution of public works. The charges on account of public works rose in his time to the unprecedented sum of two million and a half for one year—and to very nearly three million (sterling) in another. In the Punjaub, large sums were at once set apart for the purpose, and great lines of road surveyed and undertaken under the superintendence of the incomparable Lieutenants to whom the administration of that province had been intrusted. In the same province, and under the same agency, the

اعتماد پر عمل بھی کیا کہ صرف عدل درست کرنے کی امید بہتر اور زیادہ فائدہ مند قسم کے متزاید خرچ سے حاصل ہونی چاہیئے، وہ بیان کرتے ہیں، کہ معمولی آمدنی ہندوستانی انگریزی سلطنت کی اپنے معمولی خرچ کے لئے خوب کافی اور کافی سے زیادہ بھی ہے لیکن وہ اُن بے شمار بڑے کاموں کی عاقبت اندیشی کو جو بسبب اپنی واجبی بہتری کے ضروری ہیں کافی نہیں ہے، غیر ممکن ہے اور بیہودہ بھی ہے قصد کرنا ایک بڑی سلطنت کی ذاتی بہتریاں ایک خرچ سے جو آسکے معمولی آمدنی کی حد سے باہر نہوجاوے، اس تدبیر پر عمل کر کے جذب لارڈ دالہوزی صاحب نے خود شوق سے ان عام کاموں کی پیروی کا حصہ لیا ہے، اُن عام کاموں کی بابت اُنکے عہد میں مبلغ دو کروڑ پچاس لاکھ روپیہ غیر معمول خرچ ہو گئی اور ایک اور سال میں قریب تین کروڑ کے، پنجاب میں فی الفور اس کام کے لپٹی بہت روپیہ علیحدہ کیا

Baree Doab Canal was designed and vigorously prosecuted. The entire length of this canal, with its branches, will be 450 miles. The thirsty lands, through which its waters were to be led, were personally inspected by Lord Dalhousie; and he wrote with enthusiasm to the Court of Directors of the benefits which would be conferred upon the people. In the North-western provinces the great work of the Ganges Canal was pushed forward with vigour until, in 1854, its main stream was opened for the double purpose of navigation and of irrigation. No financial pressures, no exigencies of war, were suffered to interrupt its progress. Of the magnitude of this work some idea may be formed when we are told that it extends 525 miles in length; that for purposes of irrigation it is fivefold longer than all the main irrigation lines of Lombardy united; that, as regards navigation, it nearly equals the aggregate length of the four greatest navigable canals in France; that

گیا اور سیدھی سرکوں اعظم کی
بے نظیر نائیبوں کی نگہبانی
میں جنکی سپردگی میں انتظام
آس ملک کا دیا گیا تھا جرّیب
قالبی گئی اور ہاتھ لگایا گیا،
آسی ملک میں آسی اہتمام
سے باری دواب کی نہر کا نقشہ
بنایا گیا اور کوشش سے بیرونی
کی گئی، سراسر لذتِ اس
نہر کی آسی شاخوں سمیت
چار سو پچاس میل ہوگی،
پلیاسی ملکوں کا جنکی بیچ میں
آسما لیجانا منظور تھا خود جذاب
لارہ قلموزی صاحب نے ملاحظہ
کیا اور انہوں نے کورٹ آف
ڈائریکٹر صاحبوں کو فائدوں کے باب
میں جو رعیت کو عنایت کئی
جاتی جذبہ کے ساتھ لکھ بھیجا
ممالک مغربی و شمالی میں
گنگا کی نہر کے بڑی کام کی
جب تک کوشش سے بیرونی کی
گئی کہ سنہ ۱۸۵۴ء میں آسی
اول دھار دوطرح کے کام جہازرانی
اور آب پاشی کے واسطی کہل
گئی، کسی مال گذاری کی
تعمیر اور کسی لڑائی کی ضرور
توں سے آسی نیاری کو رکھنی

it greatly exceeds all the first-class canals in Holland put together, and that it is greater, by nearly one third, than the greatest navigation canal of the United States of America.

ندیا، اس کام کی عظمت کا کچھ خیال کیا جاسکتا ہے جب ہم کو اطلاع ہوتی ہے کہ آسکی ۵۲۵ میل لمبائی ہے اور آب پاشی کے باب میں کمبردی کے ملک کی سب اول آب دہی کی نہروں سے اگر وہ جوڑ دیں جاویں تو یہہ پانچگنی لمبائی میں زیادہ ہے اور جہاز رانی کے لیڈی فرانس کے ملک کی سب سے بڑی چار کھلی ہوئی نہروں کی کل لمبائی کے قریب برابر کی ہی اور ملک ہالند کی کل اول قسم کی نہروں سے بہت بڑی ہے اور وہ سب یونائیٹڈ کنگڈم آف امریکہ کی سب سے بڑی جاری نہر سے قریب ایک جز کے بڑی ہے *

The electric telegraph was rapidly spread over the whole of India. Within fifteen months it was in operation from Calcutta to Agra, thence to Attock on the Indus, and again from Agra to Bombay and Madras. These lines extended over 3000 miles. To Lord Dalhousie the people of India owe the establishment in their country of the system of cheap and uniform postage—

تار برقی جلد تمام ہندوستان میں لگایا گیا، اس سے پندرہ مہینے کے اندر اندر کلکتہ سے اگرہ تک اور وہاں سے اٹک تک جو دریاے انڈس پر ہے اور پھر اگرہ سے بمبئی اور مندراس تک کام لیا گیا، یہہ تار تین ہزار میل سے زیادہ لگایا گیا ہے، اہل ہند اپنے ملک میں سستی اور یکساں محصول داک کے بندوبست کے تقرر کے جناب

that boon of inestimable value which has placed the name of Rowland Hill very high among the benefactors of mankind. No happier idea has ever been conceived; none has been worked out in practice with more admirable skill, or received such triumphant recognition in every civilised country of the world. Distance, however great, seems to have no effect on its applicability and success. In India a single letter is conveyed from Peshawur, on the borders of Affghanistan, to the southernmost village of Cape Comorin, or from Delrooghur, in Uppér Assam, to Kurrachee, at the mouth of the Indus, for a charge of three farthings. Last, not least, Lord Dalhousie, in 1853, submitted to the Home Government his views on the general question of railways in India. His advice was that their formation should be encouraged to the utmost. The Court of Directors were urged not to hesitate to engage in the enterprise upon a scale commensurate to

لارڈ ڈالہوزی صاحب کے قرض دار ہیں۔ یہ وہ غنیمت ہے بھائی جس نے رولنڈ ہل صاحب کے نام کو بذی آدم کے مستفیروں میں بلند کر دیا ہے، اس سے بہتر خیال کبھی فینس میں نہیں آیا ہے اور نہ کوئی خیال زیادہ قابل تعریف ہنر سے استعمال میں پورا ہوا ہے اور نہ دنیا کے ہر ایک تربیت یافتہ ملک میں ایسی فتحیاب شہادت پائی ہے، فاصلہ کتنا ہی بڑا ہو اس کی استعمال اور کامیابی پر ظاہر کچھ اثر نہیں کرتا، ہندوستان میں ایک چٹھی پشاور سے جو افغانستان کی سرحد سے نہایت جنوبی گانوں تک گھیب کامرن کے یا دلہوگڈہ سے جو اوپر کے حصہ اسام میں ہے گرانچی تک جو اندس کے دھانہ پر آدہ آنہ میں پہونچائی جاتی ہے، سب سے آخر مگر سب سے کچھ چھوٹا نہیں جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے سنہ ۱۸۵۳ء میں ہندوستان کے ریل کے عام معامہ میں ولایتی گورنمنٹ سے اپنی رائے ظاہر کی ہے، اُن کی مصلحت یہ

the vast extent of the territories which had been placed under their government, and to the great political and commercial interests which were involved. They were urged to do this, not directly by undertaking the work themselves, but by affording such help—by guarantee or otherwise—as might suffice to attract to India the commercial capital and enterprise of England. This he dwelt upon as an object to be aimed at, apart from and besides all other benefits to be derived from the operation of railways in India. The Government of India had—and would always continue to have—public works of another kind on hand, more than sufficient to occupy all the resources at its command. But even if it had not, it should aim, above all things, at the establishment in India of the same spirit of private enterprise on which had been mainly founded the improvement and civilisation of the Western world.

تھی کہ آسکی تیاری میں حتی المقدور استعانت کیجیے، انہوں نے کورٹ آف ڈائریکٹر صاحبوں کو خوب تاکید کی کہ وہ اس مہم کی مداخلت میں ایک ایسی صورت سے جو بڑی درازی کو ان سلطنتوں کی جو آنکی حکومت میں رکھی گئی ہیں اور ان بڑی انتظامی اور تجارت کے فائدوں کو جو اس سے متعلق ہیں موافق ہووی کچھ دھکڑ پکڑ نکریں، انکو اسکی کرنے کی تاکید ہوئی نہ سیدھی اسطرح کہ وہ خود کام میں ہاتھ لگاریں لیکن ایسی مدد دینی میں جو ہندوستان کی طرف انگلستان کی سوداگری کے پونجی اور مہم کو ترغیب دینے کے لیٹی ذمہ داری سے خواہ اور طرح سے کافی ہووے، انہوں نے (یعنی لارڈ دلہوزی صاحب نے) آسکی تعریف کی ہی کہ ماسوا اور علاوہ اور سب فائدوں کے جو ریل کے عمل سے ہندوستان میں ہوئے کو ہیں یہ ایک نتیجہ ہے جو مد نظر رکھنا چاہیئے، ہندوستان کی گورنمنٹ کو اور قسم کے عامہ

کام اسقدر زیادہ در پدش ہیں اور
 ہمیشہ ہوتے رہوینگی کہ اُنکی
 تمام علاج جو اُسکی اختیار میں
 ہے عمل لانا کافی نہیں اگر یہہ
 نہ ہوتی تو اُسے سب سے زیادہ اُس
 شوق کے خاص مہم کے ہندوستان
 میں مقرر کرنے پر جسپر ترقی اور
 اُراستگی پہچان کی غالباً بنیاد
 کی گئی تھی نظر جمانی چاہی *

‘One of the greatest drawbacks,’ wrote Lord Dalhousie to the Directors, ‘to the advance of this country in material prosperity, has been the total dependence upon the Government in which the community has placed itself, and its apparent helplessness to do anything for itself. Until very recently the only regular carrier in the country has been the Government, and no man could make a journey but with the Government establishments, or by the agency of a Government officer. It was but the other day that the agent of Lloyd’s, in the Port of Moulmein, where there is a considerable community of European merchants, formal-

جذاب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے
 گورنٹ آف ڈائریکٹر صاحبوں کو
 لکھتے بھیجا ہے “ کہ اِس ملک
 کی ترقی کامیابی کی ترقی میں
 سب سے بڑے خملوں میں سے یہہ
 ہے یعنی گورنمنٹ پر مطلق
 اعتماد جسمیں خاص و عام نے
 اپنی نئیں رکھ چھوڑا ہے اور اپنے
 آپسے کچھ کرنے میں اُنکی ظاہری
 لاچاری ، تہوڑی دن ہوی تک
 ملک میں صرف گورنمنٹ باربردار
 رہی ہے اور بغیر انتظاموں سرکار
 کے یا بغیر اہتمام ایک سرکاری
 افسر کے کوئی شخص ایک سفر
 نہیں کرسکا ، تہوڑی دن ہوئی کہ
 لارڈ کی کمپنی کے گماشتہ نے مولمیں
 کے بندر میں جہاں زیادہ انبوه
 سوداگروں کا ہے حسب ضابطہ فریاد

ly complained that the Government of India did not keep a steam tug, to tow their ships to sea for them. Even in those instances in which something like enterprise has been attempted, by means of joint-stock companies, the effect has been feeble—the results insignificant. For years the steam companies on the Ganges have complained of the competition of Government steamers. During the last year fully one half of the Government steamers has been withdrawn; nevertheless one of the two steam companies has ceased to run. It is so in everything else—no one seems to have activity enough, in connexion with a company even to look after his own interests. I submit that any time and money which the Honourable Court could save by undertaking such works itself, would be well expended in securing the introduction, at this time, of a large amount of English capital and English energy, so as to encourage, by the successful issue

کی کہ ہندوستان کی گورنمنٹ ہمارے جہازوں کو سمندر میں پہنچانے کے لیے ایک گن بوت نہیں رکھتی، اور ان مثالوں میں بھی جن میں کچھ مہم کی طرح سے چاندہ کی کمپنی کی معرفت قصد کیا گیا کمزور اثر اور بیفائدہ نتیجے ہوئے، برسوں سے اگن بوت کے کمپنیوں نے جو گنگا پر ہیں گورنمنٹی اگن بوت کے مقابلہ پر فریاد کی، پچھلی سال میں پورے نصف گورنمنٹی اگن بوت بازار رکھ گئے تیسرے بھی اگن بوت کی دونوں کمپنیوں میں سے نصف دستبردار ہوئے، اور سب کاموں میں بھی ایسا ہی حال ہے — معلوم ہوتا ہے کہ ایک کمپنی کے شمول میں بھی اپنے فائدوں کی تلاش کرنے کی کسی میں جستجو اور چالاکی نہیں ہے، ہم عرض کرتے ہیں کہ جو کچھ وقت یا روپیہ کمپنی بہادر خود ایسے کاموں کے اختیار کرنے سے بچا سکے اسوقت (ہندوستان کے اندر) انگلستان کی بہت سی ہونجی اور ہمت کے داخل ہونے میں اچھی طرح سے خرچ کیا جائیگا

which I anticipate for these railway undertakings, a more extensive employment of similar capital and similar efforts hereafter in connexion with the products and trade of India.'

But Lord Dalhousie contended for another principle, upon which, as is well known, he had been foiled in England. He contended that the Government should retain such control over the execution of the works as should secure a due application of the capital expended, and should render impossible the wastefulness and jobbery which had been the ruin of so many companies at home. The course which has since been actually adopted is to guarantee a minimum rate of interest on the capital advanced by English companies for the construction of railways in India. One evil of this system is that it tends to prevent any rigid economy

جس سے جیسے کہ ہم ان ریل کے کاموں کے کامیابی کے ساتھ جاری کیڈے جانے کی پیشین گوئی کرتے ہیں ہندوستان کی آئندہ پیداواروں اور تجارت کے معاملوں میں ویسے ہی سرمایہ اور ویسی ہی کوششیں بہت سے کام میں آنیکے لیئے دلیر ہوویں *

مگر جناب لارڈ ڈالھوزی صاحب نے ایک اصل کے لیئے جس پر مشہور ہے کہ انگلستان میں وہ آسکی بحث میں ہار کئے مباحثہ کیا ہے ، انہوں نے بحث کی کہ گورنمنٹ کو کاموں کے اہتمام میں ایسے اختیار رکھنے چاہیئیں جن سے واجبی کے ساتھ پونجی خرچ ہووے اور اصراف اور بدیافتی جس سے ولایت میں کئی کمپنیوں کی تباہی ہوئی ہے غیر ممکن ہووے ، تب ہی سے جو حقیقت میں بددیست کیا گیا بہہ ہے بعدی آس پونجی پر جو ہندوستان کی ریل بنائے کے واسطے انگلستان کی کمپنی نے پیش کی کم سے کم سود کے حساب کا ذمہ کر لینا ، ایک برائی اس

in the construction of the works; and it may be questioned whether the * Government agency² of inspection is sufficient to check extravagant expenditure. Yet without a guarantee it is probable that the requisite capital would not have been forthcoming at all; and although that guarantee of five per cent. is now in operation on a total expenditure of some 43,000,000L., causing, for a time, a heavy drain on the revenues of the empire, the vast benefits, direct and indirect, which result to the Government are becoming every day more fruitful and more secure.

The sixth year of Lord Dalhousie's rule ended the lease under which, so often renewed, the 'Company' still held the nominal Government of India. Consequently, that curious and complicated system which had arisen from the great parliamentary contest of 1783-4 came once more to be reconsidered. It is remarkable how little the changes made by the Act of

بندوبست کی یہ ہے کہ وہ کاموں کے بنانے میں سخت کفایت شعاری کو باز رکھنے پر میل کرتا ہے اور اسمیں شک ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کی حفاظت کا اہتمام فضول خرچی کے روکنے کو کافی ہے یا نہیں، لیکن بغیر ذمہ داری کے غالب ہے کہ چاہی گئی پونجی بالکل میسر نہ ہوتی اور اگرچہ وہ پانچ روپیہ سیکڑہ کا ذمہ اب تک کل خرچ پر قریب ۴۳ کروڑ روپیہ کے موجود ہے اور اس سے ایک بھاری اخراج سلطنت کی آمدنی پر ہے لیکن عظیم فائدے سیدھے یا غیر سیدھے جو سرکار کو ہوتے ہیں روز بروز بارور اور زیادہ قائم ہوتے ہیں *

جذاب لارڈ ڈالہوزی صاحب کی عملداری کے چیتے سال میں اقرار نامہ جسکے ذریعہ سے کمپنی بھادر ہندوستان کی ناسی حکومت کو اب تک اختیار میں رکھتی تھی اور کئی دفعہ آسکی تجدید کی گئی ختم ہو گیا، لہذا وہ عجیب و غریب اور الجھاؤ کا بندوبست جو بری قومی مجلس کے مقابلہ سے سنہ ۱۷۸۳ ع اور سنہ ۱۷۸۴ ع

1854, or the much greater changes which have been effected since, have altered the essential features of the plan struck out by the genius of Pitt. It can never be too distinctly repeated, because it appears to be very little understood, that the government he established was the government of the Crown. The purpose for which the Company was maintained was not to limit Parliament or the Crown in matters of government, but to keep their hands off in matters of commerce and of patronage. Pitt always avowed that his bill was intended to make the Crown supreme in every question of policy and of government. It was not for doing this that he had denounced the bill of Mr. Fox, and roused against it the jealous indignation of the English people. Fox's bill did, indeed, propose to do the same, but it had proposed also to do a great deal more. The 'Company' was then a commercial body, holding in monopoly a gigantic trade, pos-

میں پیدا ہوا تھا پھر ملاحظہ کے واسطے پیش آیا، عجب ہے کہ تبدیلیوں نے جو ایک صدی ۱۸۵۴ء سے ہوئی تھیں یا اس سے بہت زیادہ تبدیلیوں نے جو بعد اسکے ہو گئی تھیں ان ضروری صورتوں کو اس تدبیر کی جو پت صاحب نے دانائی سے تجویز کی بہت کم تبدیل کیا ہے، حد سے زیادہ کبھی صاف نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اسکو کم سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ جو انہوں نے قائم کی تخت کی تھی، وہ مراد جسکے واسطے کمپنی بہادر کو مستعد کیا گیا پارلیمنٹ کو یا تخت کو انتظام کی حالتوں میں محدود کرنے کے واسطے نہیں تھی مگر انکو سوداگری اور مربی گری کی حالت میں روکنے کے لیئے تھی، جناب پت صاحب نے ہمیشہ اقرار کیا ہے کہ انکے مسودہ کا مطلب یہ تھا کہ ہر ایک معاملہ میں تدبیر مملکت اور گورنمنٹ کے تخت خرد مختار ہووے، اس کے عمل میں لانے کے واسطے جناب فکس صاحب

sessing from that trade an enormous revenue, and having in its pay a staff of servants proportioned in number and in influence to the imperial magnitude of its concerns. All this, without distinction or difference between what belonged to commerce and what belonged to Government, was equally placed by Fox's bill under the control and management of a body nominated by the Crown. There would not have been a super-cargo whom they could not appoint, nor a clerk whom they could not dismiss. There would have been no restraint on the extent or character of their patronage. A special clause exempted them from even recording their reasons for appointing strangers to any office in the service of the Company. The proprietors of the Company were to receive from a branch of the Executive their knowledge of their own 'debts and credits;' of the 'first cost and charges' of 'their investments outwards and inwards—of their

کے مسودہ کو انہوں نے برا بھلا نہیں کہا ہے اور اُسکی نسبت انگلستان کے لوگوں کے خیالی غضب کو بھی نہیں جگا یا ہے، جناب فکس صاحب کے مسودہ کا البتہ ایسا ہی مضمون تھا مگر انہوں نے بہت زیادہ عمل کرنیکو پیش کیا، کمپنی بھادر اسوقت سوداگروں کا ایک گروہ تھی خاص جسکے ہاتھ میں ایک نہایت بڑا اجارہ تجارت کا جس سے اُسنے کلاں مالگذاری پائی تھی تھا اور جمیعت نوکروں کی جو تعداد اور طاقت کے اندازہ میں شاہنشاہی عظمت کے معاملوں کے موافق تھی اُسکے نوکر تھے، یہ سب بلا فصل یا فرق کے اسمیں جو تجارت سے اور جو سرکار سے متعلق تھا جناب فکس صاحب کے مسودہ میں ایک مجمع کو جو تخت سے مقرر کیا گیا اختیار اور بندوبست برابر دیا گیا، (اگر یہ منظور ہوتا) تو کوئی ناخدا نہ ہوتا جسکو وہ مقرر نہ کر سکتے نہ کوئی محرر جسکو وہ جواب نہ دے سکتے اور وسعت یا خلعت پر اُنکی مربی گری کے کچھ تعرض نہ ہوتا

shipping accounts—of the produce of their sales, and of the state of their warehouses at home and abroad.' All this would seem to have been much forgotten. Even such men as Mill the historian have misconceived and misrepresented the essential point on which that great contest turned. Pitt, we are often told, when he came into power, did exactly that for which he had censured Fox, inasmuch as by his invention of the Board of Control he subjected completely the Government of India to the Ministers of the Crown. He did so; and he repeated over and over again that he meant to do so. The Indian empire was the empire of the British Sovereign, and its Government and administration must be subject to the supreme executive and supreme legislature of the State. But within the sphere of patronage and of commerce, the independence of the Company was as jealously guarded by Mr. Pitt as the supremacy of the Crown within the

کمپنی بھادر کی نوکری کے کسی عہدہ پر غیر اشخاص کے مقرر کرنے کے سببوں کے لکھنی سے بھی اس مجمع کو ایک خاص فقرہ سے محفوظ رکھا گیا، (اس مسودہ میں یہ لکھا تھا) کہ شرکاء کمپنی اپنے قرض اور جمع اور اصل خرچ اور لاگت کے اندر باہر لگانے کی اور نیز اپنے جہازوں کے حسابوں اور اپنے فروخت کے محصوروں اور اپنے بیرونہی اور اندرونہی حال کے کارخانوں کی وافیست ایک حکم ران شاخ سے حاصل کیا کریں، ظاہراً یہ سب بہت سا سہو ہو گیا ہے ایسے شخصوں نے بھی جیسے جناب مل صاحب مورخ ہیں اس خاص دقیقہ کو جسپر وہ بڑا مباحثہ رجوع رکھتا تھا غلط سمجھا اور غلط بیان کیا ہے، اکثر سنا جاتا ہے کہ جناب پت صاحب نے جب اختیار حکومت کا پایا ٹھیک وہی کیا جسکے کرنے کے واسطے انہوں نے فکس صاحب کو الزام دیا کیونکہ بورڈ آف کنٹرول کے انجمن کرنے سے انہوں نے ہندوستان کی حکومت کو تخت کے وزیروں کا بالکل

sphere of politics. The only exception to the power of the Crown in political affairs had reference to the danger of pecuniary corruption, and it is curious that this exception has been maintained to the present day. The Board of Control could impose no new charge on the revenues of India. But with this exception the Court of Directors became, as regarded the Government of India, nothing more than the councillors of the Minister who presided in Cannon Row. They might be his trusted councillors; they might be left to pursue their own traditions; but they might be also thwarted at every turn, and instructions put into their mouth which they never saw, or which, if they did see, they disapproved. Thenceforward the 'Company' were no longer except in name the governors of India. At home, through the Board of Control always, and through the Secret Committee on special occasions, —in India, through the Gover-

تابعدار کیا، انہوں نے وپساہی کیا اور بارہا کہا ہے کہ ہمارا یہی ارادہ تھا، (وہ کہتے ہیں) کہ ہندوستان کی سلطنت انگریزی بادشاہ کی سلطنت ہے پس لازم ہے کہ اُسکی گورنمنٹ اور انتظام سلطنت اعلیٰ حکم رانوں اور اعلیٰ مقننوں کی تابعدار ہووے، مگر جذبات صاحب نے کمپنی کی آزادی کو سربے گری اور تجارت کے دائرہ میں ویسے ہی رشک سے محفوظ کیا جیسا امور مملکت کے دائرہ میں تخت کے تقدم کو حفاظت کیا گیا، امور مملکت میں بھی تخت کے اختیار پر جو ایک اعتراض کیا گیا نقد رشوت خوری کے خطرہ سے متعلق تھا اور عجب ہے کہ یہہ اعتراض اب تک قائم ہے، بورڈ آف کنٹرول ہندوستان کی آمدنی میں نیا خرچ نہیں لگاسکے، مگر اس اعتراض سے کورپ آف ڈائرکٹر صاحب ہندوستان کے گورنمنٹ کے باب میں صرف صلاح کار اُس وزیر کے ہو گئے جو مقام کینن رو میں اجلاس کرتا تھا شاید وہ اُسکے معتبر صلاح کار ہوتے اور شاید وہ اپنے

nor General, who was almost always an English statesman, and was practically nominated by the Minister of the day, the Government of India was the Government of the Crown. It is a signal instance of the power of mere names and of legal fictions, that in spite of these unquestionable facts, the Company has been accustomed to claim all the merit, and its opponents have been accustomed to charge against it all the faults, of the Government of India. We are bound to say that on the whole the accusations have been more idle than the boasts. The servants of the Company have formed a school of administrators in whom the Crown has been wont, and did well, to trust. But in so far as the Government of India has been in this sense really the government of the Company, their power and influence has been founded on superior knowledge, or on traditions which received the assent and approbation of the Ministers of the Crown.

برتاؤں کے موافق عمل کرنے کو چھوڑے جاتے مگر وہ یعنی وزیر ہر ایک صورت میں اُن سے مخالفت کر سکتا اور احکام جنکو اُنہوں نے کبھی نہیں دیکھا یا اگر کبھی دیکھا تو اُنہوں نے ناپسند کیا اُنکے مذہب سے نکلوانا اُس پیچھے کمپنی بہادر صرف نام کی حاکم ہندوستان کی رہی، انگلستان میں ہمیشہ بورڈ آف کنٹرول اور خاص نوٹس پرسنٹ کمیٹی کے ذریعہ سے— ہندوستان میں گورنر جنرل صاحب کے ذریعہ سے جو قریب ہمیشہ کے ایک انگریزی مدبّر تھے اور حقیقت میں اُن ہی وقتوں کے وزیر سے مقرر ہوتے تھے ہندوستان کی حکومت تخت کی حکومت تھی، صرف ناموں اور شاہی کہانیوں کی قوت کی یہ ایک مشہور مثال ہے کہ برخلاف اُن ناقابل اعتراض حقیقتوں کے کمپنی نے سب بھلائیوں کا دعویٰ کیا ہے اور دشمنوں نے ہندوستان کی حکومت کی برائیوں کا اُسی پر تہمت لگایا ہے، ہمپر کہنا لازم ہے کہ فی الجملہ تہمتیں لاف زنیوں سے زیادہ بیہودہ ہیں،

کمپنی کے ملازموں میں سے ایک منظم گروہ پیدا ہوا جنہیں تخت نے ہمیشہ بھروسا رکھا ہے اور یہ بھروسا رکھنا بہت مناسب تھا، مگر جس قدر کہ ہندوستانی گورنمنٹ اس مراد سے حقیقتاً کمپنی کی حکومت ہوئی ہے اس قدر اُسکی قوت اور دبدبہ کی بالاتر واقعیت یا برتاؤں پر جس کو تخت کی وزارتوں نے منظور اور قبول کیا بنیاد رہی ہے *

But the power which resulted from special knowledge and special aptitude resided far more in the officers of the Company who were the actual administrators in India, than in the Directors who were the nominal governors at home. It was, however, a real power, and it assisted in maintaining the position of the Company when some of the original supports of that position had begun to fail. In proportion as the mercantile character of the Company declined, their character as Governors emerged in prominence and importance. At the end of

لیکن وہ قدرت جو خاص واقفیت اور خاص لیاقت سے پیدا ہوئی بہ نسبت ڈائریکٹر صاحبوں کے جو نام کے حاکم انگلستان میں تھے کمپنی کے افسروں کو جو واقعی ہندوستان میں منظم تھے بہت زیادہ تھے، لیکن وہ ایک اصل قدرت تھی اور وہ کمپنی کا عہدہ قائم رکھنے میں اسوقت کچھ مدد کرتی تھی جبکہ کوئی کوئی اُس عہدہ کے پہلی تقویتوں میں سے کم ہونی شروع ہوئی تھی، کمپنی بہادر کی تجارت کی حالت میں جتنی کمی ہوئی اتنی اُن کی منظم خصات کی قدر میں

their lease, which expired in 1813, they were deprived of their monopoly in the trade to India. At the end of the next twenty years, they were deprived also of the remaining monopoly in the trade to China. Each of these measures was contested, and the contest on the question of commerce served to postpone any further contest as to the question of their position in the Government of India. For the first time in 1853, the political question arose unembarrassed by any contest respecting commerce. But there still remained one of the two great reasons on account of which such value had been placed on the political position of the Company as an intermediate body between the Crown and the Government of India. Their commerce was gone; their fleets of noble Indiamen no longer brought home to England the teas and silks of China. But their patronage still remained. Every office in those great civil and military

ندواری ظاہر ہوئی، اُنکی سند گئی ختم ہونے کے وقت جو سنہ ۱۸۱۳ ع میں تمام ہوئی اُنکی ہندوستان کی خاص تجارت اُن سے لی لیگئی، اِس کے بعد بیس برس اور گزرنے پر چین گئی خاص تجارت بھی جو بقی بھی لی لیگئی، اِن ہر ایک معاملوں پر حجت اور مباحثہ ہوا اور اسباب کی آئندہ تکرار پر کہ اُن کی ہندوستان کی حکومت کے معاملہ میں کیا ہونا چاہیئے توقف کرنے کو تجارت کے مقدمہ پر حجت ہونے نے کچھ مدد دی، اول ہی مرتبہ سنہ ۱۸۵۳ ع میں یہ معاملہ امور مملکت کا بلا وقت کسی تجارت کی حجت کے ظاہر ہوا، لیکن اب بھی ایک اُن دو برسے سببوں میں سے باقی تھا جنکے سبب سے کمپنی بہادر کی ملکی حالت پر موافق ایک درمیانی گروہ کے تخت انگلستان اور گورنمنٹ ہندوستان کے بیچ میں قدر لگائی گئی تھی، اُنکی تجارت اب نہ رہی اُنکے عمدہ جہازوں کے بیڑے چین کے ملک کی چاء اور ریشم اب انگلستان

services by which an empire had been conquered and through which it continued to be administered,—from the councilors, whose salaries were double that of the Prime Minister of England, to the magistrates and collectors who ruled over territories which had been kingdoms,—every commission in an army which exceeded the English army in numbers and rivalled it in discipline, renown, and in feats of arms,—was still at the disposal of the Directors of the East India Company. Through what other channel this vast patronage could be safely dispensed remained as difficult a problem as in the days of Pitt. Other difficulties, which were purely imaginary, in the way of transferring to the Crown the nominal as well as the real government of India, had grown up out of confusion of thought and ignorance of facts. It had been scilicet taught and sincerely believed that the Company was a screen indispensable to veil the Government of In-

میں نہیں لائے تھے، لیکن اُن کی مربی گری اب تک باقی تھی ہر ایک عہدہ اُن ہی ملکی اور جنگی نوکروں میں سے جسے ایک سلطنت فتح ہوئی تھی اور جسے اب تک اُسکا انتظام ہوتا رہا تھا۔ مصادیوں سے لیکر جنگا مشاہرہ انگلستان کے وزیر الممالک سے دو چند تھا مجسٹریٹ و کلکٹر صاحبوں تک جنہوں نے اُن ملکوں کی جہمیں اول سلطنتیں ہوئی تھیں انتظام کیئے اور ہر ایک سند ایسی فوج کے افسر کی جو گورہ کی فوج سے تعداد میں زیادہ اور بندوق بست اور ناموری اور جنگی کاموں میں قریب برابر کے تھی۔ اب تک (پست انڈیا) کمپنی کی ڈائریکٹر صاحبوں کے اختیار میں تھی، یہ بات ایک ایسی مشکل رہی ہے جیسے پت صاحب کے وقت میں مشکل تھی یعنی کہ یہ وسیع مربی گری اور کس طریقہ سے سلامتی بخشتی جائی، اور اور مشکلیں جو ہندوستان کی حکومت جیسا کہ اصلی و سادھی نامی تخت کے حوالہ کرنیکے طریق میں صرف خیالی تھیں وہ خیال

dia from the action of party in the English Parliament. The truth is, it had never served this purpose, and it never could. On every occasion on which Indian questions had assumed any important bearing on politics at home, they had been warmly contested in the House of Commons. On one memorable occasion, they had determined the policy of England and changed the fate of Europe. Ever since that period, Parliament had known perfectly well that the Ministers of the Crown were responsible for the Government of India. It did not often interfere with their discretion, because it had little knowledge of India affairs, and because those affairs had generally no connexion with the questions of engrossing interest at home. The comparative immunity of Indian politics from the influence of party contests arose, not from a legal fiction with which all the leaders of party were perfectly familiar, but from the nature of things—from facts which could not be

کے الجھڑے اور حقیقتوں کے نجانہنی سے پیدا ہوئی تھیں، کوشش سے دانشیں کرایا گیا اور راستی سے سچ سمجھا گیا تھا کہ ہندوستان کی گورنمنٹ کی نسبت انگلستان کی پارلیمنٹ کے فریق کے عمل کو کمپنی ایک ایسی آرتھی جسکو باز نہیں رکھا جاسکتا تھا سچ یہ ہے کہ کمپنی ہرگز ایسا پردہ نہ تھا اور نہ وہ ایسا ہو سکتی تھی، ہر ایک نوبت میں جسپر ہندوستان کے معاملے انگلستان کے امور مملکت سے کچھ ضروری علاقہ رکھتے تھے وہ ہیوس آف کانمنز (یعنی پارلیمنٹ) میں گرم جوشی سے حجت کی گئی، ایک قابل یادگار موقع پر آئسلی انگلستان کی تدبیر مملکت قائم کی گئی اور یورپ کی قسمت بدل گئی تھی، پارلیمنٹ کو اُس وقت سے خوب معلوم تھا کہ خاص بادشاہی وزرا ہندوستان کی حکومت کی جوابدہ ہیں، پارلیمنٹ نے اُنکی تدبیر سے اکثر علاقہ نہ کیا کیونکہ اُسکو ہندوستان کے معاملوں کا عام کم تھا اور وہ معمولی آن معاملوںسی جو

affected, one way or another, by a mere change of name.

انگلستان میں سب سے بڑی غرض کے ہوتے تھے عموماً کچھ متعلق نہیں تھے پارلیمنٹ کے ایک فریق کے مباحثوں کے دباؤں سے ہندوستان کے امور مملکت کی قریباً بالکل ازادی نہ ایک شرعی بذوقت سے جنسی فریق کے سب سردار خوب واقف تھے بلکہ (وہ ازادی) حالات کے خاصیت سے اور ایسی حقیقتوں سے جنہر کسی طرح صرف نام کے بدلنے سے اثر نہیں ہوسکتا تھا پیدا ہوئی تھی *

But if the Company had come to be credited with benefits which did not really flow from it, on the other hand there was nothing to show that the part which the Constitution did assign to it, had been otherwise than well performed. The Directors of the Company were the councillors of the Crown in its government of India. No council newly constituted would have the same weight, or represent the same traditions. The erroneous notions which had arisen respecting the benefits of its action were at least a proof of

لیکن اگر کمپنی کو ان فائدوں کے ساتھ اعتبار کیا گیا جو حقیقت میں اس سے پیدا نہیں ہوا تو بھی برخلاف اس کے اسباب کے ثابت کرنیکو کوئی چیز نہ تھی کہ سلطنت نے جو کام اسکو سپرد کیا اسنے اسکو اچھی طرح سے پورا نہ کیا کمپنی کے صاحبان دائرِ کنٹرول تخت کے صلاح کار اسے ہندوستان کے انتظام میں تھے نہ کوئی نئی بنائی ہوئی کونسل ویسا وقار رکھتی یا ویسی برتاؤں کو نقل کرسکتی غلط خیالات جو اسے عمل کے فائدوں کے بابت پیدا ہوئے کم سے کم تھے ایک دلیل اس نیکنامی کی جو آستے

the reputation it had acquired in this, which was its true capacity. Accordingly, the Government of Lord Aberdeen, when called upon to deal with this great question, maintained the Company in its old political position; yet they made some changes, which, though now almost forgotten, were really changes of great significance. The Company were continued as Trustees for the Government of India; but they were no longer continued for a fixed term of years. There were no commercial interests requiring the security which such a tenure had been originally intended to afford. There was no longer any reason why Parliament should not be free at any time either to do without a Council, or to change its form and constitution. Still farther to mark the Court of Directors as nothing but a Council, its number was reduced by one fourth, and of the remaining number—18 instead of 24—one third was for the first time to be nominated

اسمیں جو آسکی اصابت تھی حاصل کی، پس جناب لارڈ ایڈرڈن صاحب کی حکومت نے جب کہ وہ اس بڑے مقدمہ میں معاملہ کر دیکو طلب کیئے گئے کمپنی کو آسکے قدیم امور مملکت کے عہدہ پر قائم رکھا۔ سپر بھی آسنے کیئی تبدیلیاں کیں جو کہ اب اگرچہ قریب سہو کے ہو گئیں حقیقت میں بڑی قوی تبدیلیاں تھیں، کمپنی ہندوستان کی حکومت کی امانت دار کے موافق بحال رکھی گئی لیکن اب سے وہ کسی معین برسوں کے زمانہ کے واسطے بحال نہیں رہی، کوئی تجارت کے فائدہ نہ تھ جنکو وہ ضمانت ضرور تھی جسکا دینا ایسی سدد سے ابتدا میں ارادہ کیا گیا تھا، اب کوئی سبب نہ تھا کہ پارلیمنٹ کسی وقت خواہ بغیر ایک کونسل کے عمل کرنے پر یا اپنی صورت اور بندوبست کو تبدیل کرنے پر کیوں ازان نہ ہووی اور بھی زیادہ دلالت کر دیکو کہ صاحبان کورنٹ ڈائریکٹرسواں ایک کونسل کے اور کچھ نہ تھ اُن کی تعداد کو جو ایک تہائی کم کر دیا گیا تھا

by the Crown. These were great changes, and all tending in one direction. But the greatest change of all effected in the Act of 1854 was that which attacked the real difficulty, on account of which the Company had been so long maintained in its political position. Its patronage of the Civil Service was taken from it, and yet that patronage was not given to the Crown. Whether the scheme of recruiting for the Civil Service by free competition will succeed in maintaining or improving the Civil Service of India, it was at least a method of escaping from the alternative which had always been contemplated with such alarm. It was a step, and a long one, towards the greater change which was so soon to follow. The one great difficulty which still remained was the patronage of the army and the union of the two armies—a difficulty which tradition had exaggerated, but which the Cabinet of Lord Aberdeen did not feel itself under

اور باقی تعداد میں سے جو اٹھارہ تھے بچائے چو بیس کے ایک تہائی اُن میں سے اول مرتبہ تخت سے مقرر ہونیکو تھی، یہ بڑی تبدیلیاں تھیں اور اُن سب کا مطالب ایک ہی تھا، لیکن سب سے بڑا تبدل جو ایکٹ سنہ ۱۸۵۴ء میں ہوا وہ تھا جس نے اصل مشکل پر حملہ کیا جس کے سبب کمپنی اتنی مدت تک اپنے امور مملکت کے عہدہ پر قائم رہی تھی، اُسکی مرہبی گری ملکی نوکری اُس سے لے لی گئی لیکن وہ مرہبی گری تخت کو نہیں دی گئی، ایا کہ ازاد مسابقت سے ملکی نوکروں کی بہوتی کرنے کی تدبیر ہندوستان کی ملکی نوکری کے قائم رکھنے میں یا اُسکو ترقی دینے میں کامیاب ہو گئی خواہ مخواہ وہ ایک سلیقہ تھا اُس راہ سے بچنے کو جسکو بہت اندیشہ سے ہمیشہ سونچا گیا تھا، وہ ایک قدم تھا اور ایک لذبا قدم تھا طرف اُس زیادہ تر تبدیلی کے جو جلد آنیکو تھی، وہ بڑی مشکل جو اب بھی باقی رہی فوج کی مرہبی گری اور دونوں

any strong necessity to face; and if it had not been for this, there is reason to believe that the measure, which was at last precipitated by the great mutiny of 1857, would have been proposed to Parliament in 1854, on grounds more sound, though perhaps not so popular, as those which ultimately prevailed.

There was another change made by the Act of 1854 which had respect to the constitution of the Government in India. This was an enlargement of the Supreme Council, so as to include representatives of the minor presidencies and some of the judges of the Supreme Court. But since in this, as well as in other matters, the provisions of the Act of 1854 have proved to be of short duration, we shall defer, to our review of

فوجوں کا ملانا تھا اور یہہ ایک مشکل
تھی جس نے برٹاؤ سے بڑھاؤ پایا تھا
لیکن جس کے مقابلہ کرنیکی جذبات
لارڈ ایبڈن صاحب کی کونسل
کے سمجھے میں کوئی بڑی ضرورت
نہ تھی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یقین
کے لائق ہے کہ وہ تدبیر جو آخر
کو برے غدر سنہ ۱۸۵۷ ع میں
جلدی سے کی گئی پارلیمنٹ نے
سنہ ۱۸۵۴ ع میں اظہار کی جاتی
ایسی وجوہات پر جو بہ نسبت
اُس کے جو آخر میں غالب رہیں
اگرچہ زیادہ اچھی تھیں لیکن شاید
ایسی ہر دل عزیز نہ تھیں جیسکہ
وہ *

ایک اور تبدل تھا کہ ایکٹ
سنہ ۱۸۵۴ ع سے ہوا جس کا
ہندوستان کی حکومت کے
بندوبست سے تعلق تھا یہہ ایک
بڑھاؤ سوپریم کونسل کا تھا اس
طرح سے کہ جانشین چھوٹے حاطوں
کے اور کسی کسی سوپریم کورٹ
کے صاحبان جمع آس میں داخل
ہو جائیں لیکن جو کہ اس میں
اسی طرح سے جیسکہ اور حالات میں
مطالب ایکٹ سنہ ۱۸۵۴ ع کے
کم پائدار ہوئے اسلئے ہم جذبات

Lord Canning's Government, a full consideration of the important questions involved in the history and constitution of that body.

Looking back as we now do upon the years of Lord Dalhousie's rule, through the light of subsequent events, we naturally search for anything in the transactions of the time which can have had any bearing on the condition of the native army. But in all that respects its organisation and its discipline the character of that great force had been determined long before. It cannot be said that during those years any new influence was brought to bear upon it. The fidelity of that army in the field had been never doubted, and at no period of our Indian history had that fidelity been more severely tried. It has been supposed that the disasters of the Affghan war shook our credit with the native Powers; but there is no rea-

لارڈ کینڈنگ صاحب کی حکومت پر نظر ثانی کرنے کے وقت تک آن ضروری معاملوں پر جو تاریخ اور ہندوستان سے اس مجمع کے متعلق ہیں کامل لحاظ کرنا ملتی ہے و کہیں گے *

جناب لارڈ دلہوزی صاحب کی عملداری کے برسوں کو آخری وارڈ اتوں کی روشنی سے لحاظ کرنے پر جیسیکہ اب ہم کرتے ہیں ہم خون بخور اسوقت کے معاملوں میں سے کسی ایسے کو تلاش کرتے ہیں جسکو ہندوستان کی فوج کی حالت سے کچھ تعلق ہوا ہو، لیکن جو کچھ اسکی ترتیب اور ہندوستان سے متعلق ہے اس سے اس کلان فوج کی خصلت مدت پہلی سے تہرئی گئی تھی، یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ان برسوں میں اسپر لگایا جانیکی واسطے کوئی نیا دباؤ اختیار کیا گیا تھا، نمک حلالی پر اس فوج کی لڑائی کے وقت میں کبھی کچھ شبہ نہیں ہوا تھا، اور ایسا سخت امتحان اس نمک حلالی کا انگریزوں کی ہندوستان کی تاریخ میں اور کسی زمانہ میں جیسیکہ

son to suppose that it can have shaken our credit with the native army. The Sepoy bore his full share of our defeat, and his full share also, in the triumphs by which it was redeemed. In the battles of the Sutlej he was as brave and as faithful as in the days of Clive. Perhaps our dependence upon that fidelity was sometimes only too apparent. For it must always be remembered that the fidelity of the native soldier to his European master is based upon the allegiance which is due from the inferior to the superior mind—from ignorance to knowledge—from weakness to power. Every symptom of weakness, every instance of mismanagement in the English officer, tends to shake the confidence of the Sepoy; and even a moment's doubt on the issue of a contest, such as that which troubled all England and all India, at Ferozeshah and Chillianwallah, tends in some degree to shake the pillars of our rule. Still, our victory was at last complete. It was the

اب ہوا ہے نہیں ہوا تھا، یہہ خیال کیا گیا ہے کہ افغان کی لڑائی کی آفتوں سے ہندوستانی حکومتوں کی نظر میں انگریزوں کا اعتبار دگمگا گیا تھا لیکن یہہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس سے ہندوستانی سپاہی کے دلمیں بھی انگریزوں کا اعتبار دگمگا گیا، ~~تو~~ ہندوستانی سپاہی نے انگریزوں کی شکست میں اور ان فتحوں کی خوشیوں میں بھی جیسے وہ شکست میں لڑائی گئی پورا حصہ اٹھایا، ستلج کی لڑائیوں میں وہ ایسا ہی نمک حلال اور بہادر رہا جیسیکہ جناب کلیو صاحب کے زمانہ میں تھا، شاید کبھی کبھی انگریزوں کا بیروسہ اس کی نمک حلالی پر بہت علانیہ تھا کیونکہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نمک حلالی ہندوستانی سپاہی کی اپنے ولایتی افسر کی نسبت ایسی فدویت پر بنیاد رکھتی ہے جو ادنیٰ عقل سے اعلیٰ عقل کو اور جاہل سے با علم کو اور کمزور سے قوی کو ہرتی ہے انگریزی افسر کی کمزوری عقل کی ہر ایک علامت اور بد عملی کی ہر

victory of the Sepoy also ; and if the consciousness of his own value was increased, this feeling was most fortunately exhibited rather in arrogance towards the Sikhs than in disaffection to ourselves.

ایک مثال ہندوستانی سپاہی کے بہروسہ کو دگمگانے پر مایل ہوتی ہے ، اور لڑائی کے نتیجہ پر ایک لحظہ کا بھی شک جیسا کہ وہ تھا جس نے مقام فیروز شاہ اور چلیان والہ میں تمام انگلستان اور تمام ہندوستان کو پریشان کیا انگریزی حکومت کے ارکان کو کچھہ ایک دگمگانے پر رجوع کرتا ہے ، تو بھی انگریزوں کی فتح آخر میں کامل ہوئی ، وہ ہندوستانی سپاہی کی بھی فتح تھی اور اگر اُس کو اپنی قدر کا وقوف زیادہ ہوا تھا تو نہایت خوش قسمتی سے یہہ خیال اُس کا سکھوں کے ساتھ غرور سے اور نہ انگریزی حکومت کے ساتھ بدخواہی سے ظاہر ہوا * لیکن اُن تاثیروں پر نظر کرنے سے جو ہندوستانی فوج سے تعلق رکھتی ہیں انہیں سے ایک ایسی ظہور میں آتی ہے جسکو بھولچانا نہیں چاہیئے یعنی اُس کا تعداد میں بڑھنا ، اُن بڑی بڑی لڑائیوں نے جن میں انگریز بہت اکثر مصروف رہے تھے اور نئے ملک کی فتوحات نے جو اُن لڑائیوں کا قریباً یکساں نتیجہ ہوتی رہیں نئی

But looking back to the influences affecting the condition of the native army, there is one not to be forgotten, and that is, its mere growth in numbers. The great wars in which we had been so frequently engaged, and the conquests of new territory which had been their almost invariable result, had tended steadily to increase the levies

by which alone so vast an empire could be held. Before the Affghan war in 1838 the total native force was under 154,000 men. Before the outbreak of the first Sikh war, in 1845, it stood at 240,310. Under the pressure of that war the native army was materially augmented by Lord Hardinge. At the end of that campaign it was to some extent reduced, and when the second Sikh war arose in the time of his successor, it was thought that this reduction had been dangerous and premature. Towards the close of Lord Dalhousie's rule when all his wars were over, and when the risk at least of internal danger had been reduced to a minimum, the native army amounted to upwards of 233,000 men. This includes the contingents of native princes, which were officered by Englishmen, but does not include the independent levies which those princes maintained for their own purposes. If this vast force had been ever regarded in connexion with even the possibility of a con-

فوج کے بڑھانے کی طرف جس سے صرف ایسی بڑی سلطنت پر قبضہ رہ سکتا تھا برابر رجوع کی تھی، افغان کی لڑائی سے پہلے جو سنہ ۱۸۳۸ع میں ہوئی کل ہندوستانی فوج ایک لاکھ چوں ہزار کے اندر تھی، سکھوں کی اول لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے اُسکی تعداد سنہ ۱۸۴۵ع میں دو لاکھ چالیس ہزار تین سو دس تھی، اُس لڑائی کے دباؤ سے ہندوستانی فوج کو جذبات لارڈ ہارڈنگ صاحب نے زیادہ بڑھایا، اُس لڑائی کے ختم ہونے پر آسمین سے کچھ کم کی گئی اور حسب کہ سکھوں کی دوسری لڑائی اُنکے جاننشین کے وقت میں پیش آئی تب یہ خیال کیا گیا تھا کہ یہ کمی خطرناک اور بیرقمت ہوئی، جناب لارڈ دلہوزی صاحب کی عملداری کے ختم ہونے کے قریب جبکہ اُن کے وقت کی سب لڑائیاں ہر چکی تھیں اور جب کہ آخر کو خواہ مخواہ اندرونی خطرہ کا خوف نہایت کم ہو گیا تھا اسوقت ہندوستانی فوج دو لاکھ تین تیس ہزار سے زیادہ تھی، اُس تعداد میں

test of race against race, it would have seemed, and it would have been, a danger compared with which all others were insignificant. But no such thought ever entered into the head of Indian statesmen, or of Indian soldiers. They knew that without the native army our empire never could have been acquired, and they knew, too, that without it that empire could not be maintained for a single year. To doubt its fidelity would have been to doubt our own powers of rule. First and foremost among these, the very type and symbol of all the rest, is the power of subduing the native races to our will, and yoking them to our military service. When that power is lost, the Indian sceptre will have departed from us. It is not surprising, therefore, that we look in vain for any symptom of a fear which would have gone so deep and implied so much.

ہندوستانی راجاؤں اور نوابوں کی وہ افواج جہیز انگریز افسر تھے شامل ہے، لیکن جو علیحدہ فوج وہ اپنے کام کے واسطے قائم رکھتے تھے وہ اس میں شامل نہیں ہے، اگر اس وسیع فوج پر کبھی لحاظ کیا گیا ہوتا در باب تعلق مقابلہ قوم کے خلاف قوم کے بطور امکان کے بھی تو وہ معلوم ہوتا اور ہوا بھی ہوتا ایک خطرہ جس کے مقابلہ میں اور سب خطرات نہایت چھوٹے تھے، مگر ہندوستان کی مدبروں یا صاحبان لشکر کے دل میں کبھی ایسا خیال نہیں آیا، انکو معلوم تھا کہ بغیر ہندوستانی فوج کے انگریزوں کو سلطنت کبھی حاصل نہ ہوتی اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ بغیر آسکے وہ سلطنت ایک برس بھی قائم نہیں رہ سکتی تھی، انگریزوں کا آسکی نمک حلائی پر شک کرنا اپنی عملداری کی قدرتوں پر شک لانا تھا، ان میں سے اول اور مقدم جو سب باقی قدرتوں کی اہل علامت اور نشانی ہے وہ یہ ہے یعنی ہندوستانی قوموں کو اپنی مرضی کا تابع کرنا اور انکو اپنے لشکر کی نوکری میں

جوتنا، جبکہ بہہ قوت جاتی رہے
تو انگریزوں کے ہاتھ سے ہندوستان
کی سلطنت کا عصا بھی گر پڑا
ہوگا، اسلیئے تعجب کی بات نہیں
ہے کہ ہم ایسے خوف کے ساتھ
کسی نشان کو جو ایسا دقیق ہوتا
اور اسقدر دلالت کرتا عیدت تلاش
کرتے ہیں *

There had been, indeed, in the course of our Indian history, mutinies in the native army ; but they had been almost always of a local and partial nature—from some one or other of the many causes of discontent which are at times unavoidable in dealing with bodies of armed men. On one occasion and on one occasion only in the history of India, there had been a mutiny, which as we look back upon it now, seems to have foreshadowed the terrible events of 1857. Two regiments of the Madras army rose in the dead of night on their European comrades. There had been no warning, and there was no suspicion. The English and the native soldier had been engaged

انگریزوں کی ہندوستانی تاریخ
کے دور میں ہندوستانی فوج
میں البتہ فساد واقع ہوئے تھے، لیکن
قریباً ہمیشہ کے وہ خاص مقاموں
میں اور خاص صورت میں ناراضی
کے بہت سے ایسے سببوں میں
سے کسی نہ کسی سے پیدا ہوتے
تھے جنکا بازار رکھنا مصلح مردمان
کے گروہوں کے ساتھ برتاؤ کرنے
میں بعض اوقات ممکن نہیں ہوتا
ہے، ہندوستان کی تاریخ میں
ایک موقع پر اور صرف ایک ہی
موقع پر ایک سرکشی ہوئی تھی
جس نے جیسے کہ اب ہم آسپر نظر
کرتے ہیں ظاہراً سنہ ۱۸۵۷ ع کے
بڑے خوفناک واقعات کی طرف سے آگاہ
کیا تھا، مدراس کے فوج کی
دوبلٹنوں نے اپنے انگریزی ہمراہیوں
پر ادھی رات کے وقت حملہ کیا،

together, not long before, in one of the bloodiest of our Indian wars. They occupied together the conquered country, formed part of the same garrison, and mounted guard on the same ramparts. Suddenly there burst forth on the part of the dark race all the symptoms of inextinguishable hate. Every European that could be found defenceless was murdered in cold blood with true Asiatic treachery. The excuse for this foul deed had been offence on account of some military regulation about the shape of a turban, and the cut of a beard. The alarm in India, at the time, was great, but it was of short duration. Regiments of the same native army were led without fear against the mutineers. They were overpowered; and the guilty regiments were erased for ever from an army whose standards had been always carried with proud fidelity from the days of Arcot until then. This was indeed a memorable event; and the his-

اس بات کی طرف سے نہ تو کچھ خبر کی گئی تھی اور نہ کوئی شبہ تھا، اس سے تھوڑے عرصہ پہلے انگریزوں کی ہندوستان کی لڑائیوں میں سے ایک نہایت خون ریز لڑائی میں انگریزی اور ہندوستانی سپاہی ایک ساتھ مصروف ہو چکے تھے، ملک مفتوحہ پر ان دونوں کا باہم قبضہ رہتا تھا اور ایک ہی قلعہ کی فوج کا وہ دونوں حصہ ہوتے تھے اور ایک ہی شہر پناہوں کا دونوں پھر دیا کرتے تھے، ہندوستانی فوج کی طرف سے ایک دم میں نہ بچنے والی دشمنی کی سب علامتیں ظہور میں آئیں، ہر ایک ولایتی کو جو بے بناء ہاتھ لگسکا صاف مشرقی ملکوں کی دغا بازی کے ساتھ تند خوئی سے قتل کیا گیا تھا، اس نالایق کام کا عذر کسی لشکر کی دستور کی بابت پگڑی کی صورت اور ڈاڑھی کی قطع کے باب میں بیزاری کا اٹھانا تھا، اسوقت میں ہندوستان میں خوف بڑا ہوا لیکن تھوڑی عرصہ رہا، اسی ہندوستانی فوج کی پلٹنوں کو سرکشوں کے مقابلہ میں

torians of British India have ever since narrated with horror the mutiny and massacre of Vellore. But half a century had passed, not only unmarked by one repetition of such deeds, but full of testimony to the courage and faithfulness of the native army.

بے اندیشہ لہجہ لیا گیا ، اُن کو شکست ہوئی اور مجرم پانڈونکا ہمیشہ کے واسطے ایسی فوج میں سے جسکے نشان آرکات کی لڑائی سے اُسوقت تک ایک مغرور نمک حلائی کے ساتھ اُٹھائے گئے تھے 'نام کات دیا گیا ، البتہ یہہ ایک قابل یادگار واردات تھی ، اور ہندوستان کی انگریزی سلطنت کے مورخوں نے داور کی سرکشی اور قتل کا حال اُسوقت سے ایک ہولناک طور سے لکھا ہے ، لیکن اسپر پپاس برس گذر گئے جنمیں کوئی نشان ایسی وارداتوں کے کبھی دوبارہ پیش آئیکا نہ تھا بلکہ وہ ہندوستانی فوج کی بہادری اور نمک حلائی کی شہادت سے بھی بھرے ہوئے تھے *

One occasion of partial discontent arose during Lord Dalhousie's rule, and led incidentally to that misunderstanding between the Governor-General and the Commander-in-Chief, which ended in Sir Charles Napier's resignation. The native regiments serving in the Panjab,

ایک موقع کچھ کچھ خاص ناراضی کا جناب لارڈ دالہوزی صاحب کی عملداری میں پیدا ہوا اور گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف صاحب کے درمیان میں اُس ان بن کے پیدا کرنے کا سبب ہوا جسکا ختم جناب سرچارلس ناپیر صاحب کے استعفا دیدینے پر ہوا

regiments serving in the Pun-
 jaub, had enjoyed the additional
 pay allowed to troops serving
 beyond the frontier. When the
 Punjaub became a British pro-
 vince, they were reduced to the
 same pay as that received by their
 comrades in other parts of the
 Indian territory. The muti-
 nous spirit evinced by some corps
 on this reduction was, however,
 speedily suppressed by the vigor-
 ous and prudent measures taken
 by Sir Charles Napier and Sir
 Colin Campbell. At another
 period, under the impression,
 as he says, that the temper of
 the army was in a critical state,
 arising out of this question,
 Sir Charles Napier issued, of
 his own authority, an order res-
 pecting military allowanees,
 which incurred the censure of
 the Governor-General in Coun-
 cil. It is not our purpose here
 to enter into the personal part
 of that misunderstanding
 on which the decision of the
 late Duke of Wellington, ad-
 verse to the conduct of Sir
 Charles Napier, may well be

پنجاب کے آخر کار شامل کیئے
 جانے سے پہلی آسمیں جو
 ہندوستانی پلٹنیں کام دیتی تھیں
 انہوں نے وہ اضافہ کی تنخواہ
 جو ملک کی سرحد سے باہر کام
 کرنے والی سپاہ کو ملتی تھی
 پائی تھی، جبکہ پنجاب انگریزی
 صوبہ ہو گیا تب انکی طلب
 آتی ہی ہو گئی جتنی انکی
 ہمجنس ہندوستان کے اور غلاموں
 میں پاتے تھے، وہ باغی طبیعت
 جو اس کمی کے ہونے پر کسی
 کسی پلٹن کی طرف سے ظاہر ہوئی
 جناب سرچارلس نیپیئر صاحب اور
 جناب سرکولن کیمپ بئیل صاحب
 کے قوی اور ہوشیار بندوبست
 سے جلد دب گئی، ایک دوسری
 موقع پر جیسیدہ جناب سرچارلس
 نیپیئر صاحب فرماتے ہیں جب
 اسی خیال سے کہ مزاج نوج کا بڑی
 خطرناک حالت میں تھا جو
 اس معاملہ سے پیدا ہوئی تھی
 انہوں نے خود اپنے اختیار سے
 لشکر کے وظیفوں کی بابت ایک
 حکم جاری کیا جس پر جناب
 گورنر جنرل صاحب نے انکو
 کونسل میں ملزم کیا، یہاں پر ہمارا

accepted as conclusive. It is important to observe, however, that in defending his own course, Napier was naturally disposed to make the most of the danger with which he had been called to deal. Accordingly, in the preface of his work 'Indian Misgovernment,' we find it broadly stated, 'Mutiny with the Sepoys is the most formidable danger menacing our Indian empire.' But mutiny, such as he had then in view—discontent on questions of pay or allowances—is a very different thing from disaffection founded on religious fanaticism and antipathy of race. The same work shows, not only how little this danger was present to Sir Charles Napier's mind, but how eager he was in proposals which may be taken as the most decisive of all tests of his habitual confidence in the native army. If the magnitude of our empire was a source of danger in augmenting too largely the native force, it had involved at least one counterbalancing effect of immense ad-

مطلب یہہ نہیں ہے کہ ہم اُس خاص انہی کے بیان پر داخل ہوں جسپر متوفی جناب ڈیوک آف ویلنگٹن صاحب کے فیصلہ کو جو جناب سرچارلس نیپیر صاحب کی کارروائی کے برخلاف ہے بطور قطعی کے اچھی طرح سے قبول کیا جائے، لیکن یہہ بات لحاظ کرنی ضرور ہے کہ اپنی کارروائی کی حمایت میں جناب نیپیر صاحب اسبات پر بالطبع مایل تھے کہ اُس خطرہ کو جس سے اُنکو برتاؤ کرنا ضرور تھا نہایت مبالغہ دیں، اسلئے اُنکی کتاب کے دیباچہ میں جسکا نام بد عملی ہندوستان ہے ہم ظاہر یہہ بیان پاتے ہیں کہ ہندوستانی سپاہیوں کی سرکشی سب سے عظیم خطرہ ہے جو انگریزوں کی ہندوستان کی سلطنت کو خوف دلاتا ہے، لیکن جیسی بغاوت اُنکی نظر میں آسروقت تھی یعنی تنخواہ یا وظیفوں کے معاملوں میں ناراضی کا ہونا وہ ایسی بغاوت سے جسکی بنیاد مذہبی حرارت اور قوی نفرت پر ہو بہت فرق رکھتی ہے، اُسی کتاب سے یہہ ہی صرف

vantage. Large as the native army was, it had plenty of work to do. The imperfect organisation with which we administered such vast dominions, resulting from the random manner in which they were acquired, had cast upon the Indian army an infinite variety of duties which dispersed it into a thousand fragments. Except on the frontiers which were most exposed to attack from without, there was no concentration of native regiments, and even then the extent of frontier often interposed a very long march between the separate corps. To military men who looked to the efficiency of that army for the purposes of war, this was a perpetual subject of complaint. And beyond all doubt, if the danger to be most sedulously guarded against was an external danger, those complaints were just. But if the army itself contained the elements of a formidable danger, the full occupation of its activity in time of peace, and its wide disper-

ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ جناب سر چارلس نیپیر صاحب کے نزدیک وہ خطرہ کیسا کم قدر رکھتا تھا بلکہ یہہ بھی کہ تجویزوں میں وہ کس قدر سرگرم تھے جنکو اُن کے ہندوستانی فوج کے معمولی بہروسہ کے ہر طرح کے امتحانوں میں سے ہم قطعی یا تحقیق مانیں ، اگر انگریزی سلطنت کا بڑھنا ہندوستانی فوج کو بہت سا بڑھانے میں ایک خطرہ کی بنیاد تھی تو یہی اُس میں ایک ہم وزن تاثیر برے فائدہ کی ملی ہوئی تھی ، یعنی ہندوستانی فوج جس قدر کثرت سے تھی اُسی قدر اُسکی مصروفیت کے واسطے بہت سا کام بھی نہا ، نا کامل بندوبست نے جس سے ہم ایسی وسیع سلطنت پر انتظام کرتے تھے اور جسکا سبب اتفاقی ہاتھ لگ جانا تھا ہندوستانی فوج پر طرح طرح کے کاموں کو ڈالا تھا جنکے سبب سے اُسکے ہزاروں ٹکڑی متفرق ہو گئے تھے ، سوائے سرحدوں کے جو سب سے زیادہ بیرونی حملہ کے خطرہ میں تھیں اور کسی جگہ پر ہندوستانی فوج کی بلندوں کا

sion, was not an evil but a good. Sir Charles Napier not only had no such danger present to his mind, but scouted it as unworthy of a moment's thought. In the celebrated memoir on the military defence of India which he gave in to Lord Dalhousie, in November 1849, we find the following curious and instructive passage:—

اجتماع نہوتا تھا، اور اس پر بھی سرحد کی لنبا ئی نے اکثر مرتبہ ایک بہت لنبا کونچ متفرق پلٹون کے درمیاں میں ڈالا، صاحبان جنگی کو جو لڑائی کے مطلبوں میں کار آمد ہونیکے قابلیت پر اُس فوج کی نظر کرتے تھے اس صورت کی ہمیشہ شکایت رھتی تھی، اور بے شک اگر وہ خطرہ جسکی نہایت جدوجہد سے نگہبانی کرنی تھی بیرونی خطرہ تھا تو وہ فریادیں درست تھیں، لیکن اگر خود فوج میں ہی ایگ ہولناک خطرہ کی بنیادیں موجود تھیں تو امن کے وقت اُسکی تیسز کارروائی کا خوب مصروف رھنا اور اُسکا دور دراز متفرق رھنا کوئی برائی نہ تھی بلکہ بھلائی تھی، جناب سرچارلس نیپیر صاحب کے دلمیں کوئی ایسا خطرہ ہی نہ آیا بلکہ انہوں نے اُسے ایسا حقیر جانا کہ گویا وہ ایک لحظہ کے خیال کے لائق بھی نہ تھا، ہندوستان کی جنگی حفاظت کی نامی تحریر میں جو انہوں نے ماہ نومبر سنہ ۱۸۴۹ع میں جناب لارڈ دلہوزی

‘The most important point next to the location of our troops is now to be considered, viz., the immense enhancement of military discipline, and the perfection at which large masses of troops arrive by being collected in numbers. . . . All the moral feelings of an army and its physical powers are increased by being assembled in large masses. It was said Lord Hardinge objected to assembling the Indian troops for fear they should conspire. This reason I cannot accede to, and have never met an Indian officer who did accede to it; and few men have had more opportunities of judging the armies of all the three presidencies than myself. Lord Hardinge only saw the Bengal army, as Governor-General, and for a short time. I have constantly commanded and studied Bengal and Bombay Sepoys for nearly eight years, and could find nothing to fear from them except when ill-used;

صاحب کے پاس بھیجی ہم
مفصلہ ذیل ایک عجیب اور سود

مند مقام پاتے ہیں *

انگریزوں کی فوج کے بندوبست
تعمیناتی کے بعد نہایت ضروری
امر پر لحاظ کیا جانا ہے یعنی
جنگی قواعد کے انتظام کو بہت
سی ترقی دینا اور وہ کاملیت
جسکو فوج کی بڑے گروہ ایکجا
اکٹھا کیئے جانے سے پہنچتے ہیں،
فوج کے اخلاق کے خدایات اور
ذاتی قوتوں کو بڑے بڑے گروہوں
میں جمع ہونے سے ترقی ہوتی
ہے، کہا گیا ہے کہ جناب لارڈ
ہارڈنگ صاحب نے فوج کو اکٹھا
کرنے پر اس خوف سے اعتراض
کیا کہ شاید وہ آپس میں مل کر
سازش کر لیں، اس وجہ کو ہم
نہیں قبول کرسکتی اور نہ ہم نے
کسی ہندوستان کے افسر کو کبھی
دیکھا ہے کہ جس نے اس وجہ کو
تسلیم کیا، اور تینوں حاکم کی
فوج کے ملاحظہ کرنے کے جیسے
موقع ہمو ملے ہیں ایسے بہت کم
صاحبوں کو ملے، جناب لارڈ ہارڈنگ
صاحب نے گورنر جنرل ہونے
کی حالت میں صرف ہنگالہ

and even then they are less dangerous than British troops would be in similar circumstances. There is, it seems to me no danger in their being massed, but very great danger in their being spread over a country as they are now. By concentrating the Indian army, its spirit, its devotion, and its powers will all be increased. By dispersion, our safety hangs on the want of combination between two or more of our surrounding enemies, and such a combination is so far from being improbable, that its not yet having taken place is almost miraculous.'

کی فوج کو دیکھا اور وہ بھی تہوڑی ہی دن، ہم نے قریب آٹھ برس کے جنگالہ اور بمبئی کی سپاہ پر مستقل حکمرانی کی ہے اور ان کے حالات کو غور سے دریافت کیا ہے، اور ہم نے بجز اس حالت کے جبکہ انسی بد سلوکی کی جارے انسی خوف کرنے کی کبھی کوئی بات نہیں پائی، اور اس حالت میں بھی وہ بنسبت انگریزی فوج کے جبکہ بہہ ایسی ہی حال نہیں ہو کم خطرناک ہیں، ہماری رائے میں ان کی بکثرت جمع ہونے میں کوئی خطرہ نہیں لیکن ملک میں ان کے متفرق پہلاڑھی سے جیسے کہ وہ اب پھل رہے ہیں بڑا خطرہ ہے، ہندوستانی فوج کو جمع کرنے سے اس کی ہمت اور جانثاری اور قوتیں سب بڑھیں گی، اس کے متفرق کرنے سے انگریزوں کی سلامتی ان کی گڑ و نواح کے دور یا کئی دشمنوں کے متفرق نہ ہونے پر حصر رکھتی ہے، اور ایسی اتفاق کا نا غالب ہونا ایسا بعید ہے کہ اس کا اب تک نہ ہونا گویا ایک

This passage is decisive on the confidence placed by Sir Charles Napier in the native army, and especially on the absence of any idea in his mind that risk could arise out of the antagonism of religion and of race. It is the more remarkable, as we have reason to know that the reference made to the opinion of Lord Hardinge is a correct one, and that he had expressed, in the strongest terms, his sense of the danger which might arise from the native army being massed together. With rare sagacity, he had read in the events of the Sikh war a lesson on this matter which others had failed to see. It was the Khalsa army, not the Lahore Government, which began the Sikh war. The great force which Ranjeet had brought together, and had disciplined with admirable efficiency for the purposes of war, was an army whose fierce fanaticism, informed by concentration and by the sense of power,

معجزہ کی بات ہے *

یہہ مقام اُس بہرہ رسہ کی نسبت جو جناب سرچارلس نیپیر صاحب ہندوستانی فوج پر رکھتے تھے اور خصوصاً اُنکی دلمیں کسی ایسے خیال کے نہو نے کی نسبت کہ مذہبی اور قومی عداوت سے خطرہ پیدا ہوسکتا ہے، صاف قطعی ہے اور یہہ زیادہ عجیب ہے کیونکہ یہہ جان لینے کی ہمکو وجہ ہے کہ جو اشارہ جناب لارڈ ہارڈنگ صاحب کی رائے پر کیا گیا ہے وہ درست ہے اور کہ اُنہوں نے اپنی رائے کو نہایت مضبوط کلام سے اُس خطرہ کی نسبت جو ہندوستانی فوج کے اکٹھا کرنے سے پیدا ہوتا ظاہر کیا، بے نظیر لڑائی سے اُنہوں نے سکھوں کی لڑائی کے واقعات سے اس معاملہ میں ایک نصیحت جو اورونکو دیکھائی ندی نکالی تھی، وہ خالصہ کی فوج تھی اور نہ لاهور کی سلطنت جس نے سکھوں کی لڑائی کا شروع کیا، وہ کثیر فوج جسکو رنجیت سنگھ نے اکٹھا تربیت کیا تھا اور لڑائی کے مطلبوں کے واسطے اُس کے قواعد کا انتظام عجیب قابلیت سے کیا

had become "incapable of control. Lord Hardinge alone, so far as we know, of all those who have been connected with the Government of India, had present to his mind the notion that a similar danger might arise in our own army, and on that ground was opposed to measures which have been often warmly recommended by military men, and were undoubtedly desirable in a purely military point of view.

It must be remembered, however, that the step recommended by Sir Charles Napier was not actually taken; and it is only as testing the state of opinion in India on this subject that the proposal has any interest now. The question, therefore, still remains whether anything was actually done, as to the organisation of the army, during the period of Lord Dal-

تھا ایک سپاہ تھی جسکی مذہبی تیز حرارت جو مجتمع ہوئے اور قوت کی آگہی سے بہرہ ور تھی روکنے کے قابل نہیں رہی، صرف جناب لارڈ ہارڈنگ صاحب کے دل میں جہانتک کہ ہم جانتے ہیں ان سب صاحبان میں سے جو ہندوستان کی حکومت سے متعلق تھے یہ خیال موجود تھا کہ شاید ایسا ہی خطرہ انگریزوں کی فوج میں بھی پیدا ہووے، اور اسی وجہ سے انہوں نے تجویزوں سے جنکی نسبت صاحبان فوج نے بارہا سرگرمی سے سفارش کی اورے شک جنکا چاہا جانا جنگی بندوبست کی نظر سے مناسب تھا مخالفت کی تھی *

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ جس تجویز کی جناب سرچالس ناپیر صاحب نے سفارش کی تھی اُسکو حقیقت میں اختیار نہیں کیا گیا، اور صرف اس وجہ سے کہ اس معاملہ میں ہندوستان میں اسے امتحان ہو رہا ہے اس سے اب کچھ غرض ہے، اسلئے یہ سوال اب تک باقی ہے کہ آیا فوج کے بندوبست کے معاملہ میں

Dalhousie's Government, which can have had any influence—for the better or for the worse—on subsequent events. There were two steps taken—one of which, so far as it went, was adverse, and the other of which was highly favourable. The measure which was of adverse influence was an increase of the rank and file of the Sepoy regiments from 800 to 1000 men; the measure which was of favourable effect was the encouragement and more extended employment of irregular and local corps. As regards the first of these, it was a step taken at the urgent solicitation of Sir Charles Napier, after the second Sikh war; and before Lord Dalhousie left India he left on record his opinion that the Sepoy regiment ought to be again reduced to the former strength of 800 men, which had been the strength recommended by Lord Hardinge. This opinion, however, of the Governor-General had exclusive reference to considerations of economy and

جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب کی عملداری میں فی الواقع کچھہ کیا گیا تھا یا نہیں کہ جس سے آخری وقعت پر بہتر یا بدتر اثر ہوا ہوتا، دو بندوبست عمل میں آئی تھے ایک تو انہیں سے جس قدر اسکا برتاؤ ہوا خلاف مراد تھا اور دوسرا بہت مناسب مراد تھا، جو بندوبست مخالف تاثیر رکھتا تھا وہ یہ تھا کہ ہندوستانی سپاہیوں کی پلٹنوں کی تعداد آٹھ سو سے ایک ہزار ہو گئی، اور جو اچھا اثر رکھتا تھا وہ یہ تھا کہ ارریگولر (یعنی فوج جو جنگی فوج کی سلسلہ سے الگ تھی) اور مقیم پلٹنوں کو زیادہ مصروف اور دلیر کیا گیا تھا، انہیں سے بلحاظ اول کے کہا جارہے کہ وہ ایک بندوبست تھا جو جناب سرچارلس نیپیر صاحب کی از حد آرزو سے دوسری سکھوں کی لڑائی کے بعد عمل میں آیا تھا، اور جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے ہندوستان سے تشریف لیجانے سے پہلے اپنی یہ رائے لکھ دی تھی کہ ہندوستانی سپاہیوں کی پلٹنوں کو آسکی پہلی تعداد آٹھ سو پر جو وہ تعداد سے جسکی جناب لارڈ

of military efficiency, and was not founded on any jealousy or suspicion as to the spirit of the native army. The other measure to which we have referred was one of far greater importance, and has a much closer bearing on the danger which had so long been gathering, but which had lain so long concealed. The regular regiments of the line in the Bengal army had long been recruited principally in the same country and from the same high caste. They had thus acquired a peculiar character, and carried to the farthest limit compatible with any kind of military obedience the insane prejudices of their 'peculiar institution.' These had been always treated by the English officers not only with respect, but with some tinge even of that kind of sympathy which infects the mind from the mere force of habitual contact with a prevailing sentiment. The history of the world presents no more strange anomaly than the well-tried and desperate fidelity

ہارڈنگ صاحب نے سفارش کی تھی پہر گھٹا دیا جائے ، لیکن گورنر جنرل صاحب کی یہ راے کفایت شعاری اور جنگی کامیابی کے لحاظوں سے بالکل تعلق رکھتی تھی اور ہندوستانی فوج کی طبیعت کی بدطینندی یا اشتباہ پر اُسکی بنیاد نہ تھی ، دوسرا ہندوستان جسکا آپر کچھہ ذکر ہوا ہے زیادہ تر ضروری تھا اور اُس خطرہ سے جو اتنے عرصہ سے جمع ہو رہا تھا لیکن جو اتنی مدت تک چھپا پڑا تھا زیادہ تر تعلق رکھتا ہے ، جنگالہ کی فوج کی جنگی پلٹنوں کو مدد تک ایک ہی ملک میں سے اور ایک ہی اعلیٰ ذات میں سے بھرتی کیا گیا تھا ، اس طرحی اُنہوں نے ایک خاص خصلت پکڑی تھی اور کسی قسم کی فوج کی تابعداری کے موافق اُنہوں نے اپنے مخصوص مذہب کے بیہودہ تعصبوں کو نہایت درجہ کو پہنچایا تھا ، انگریزی افسر ان تعصبوں کے ساتھ نہ صرف ادب سے بلکہ اُس قسم کی ہمدردی کی بھی کچھہ آمیزش سے جو

of the Bengal Sepoy to men whose touch,—nay whose very shadow was, under certain circumstances, a pollution worse than death. But these prejudices had not interfered with the fidelity of the soldier, and the Bengal Sepoy had never failed to follow our standard against that of his own faith and race. For the first time in the Affghan war, when the Brahmin regiments were carried beyond the Indus,—the sacred boundary of their holy land,—a general impression arose that the delusions and prejudices of caste had been found to interfere with the duties of a soldier. Sir Charles Napier was not the man to treat with patience anything which stood in the way of absolute military obedience. He looked in an army above all things for those qualities which would enable him to say of it, as Wellington in 1814 could say of the noble army which he led from Lisbon to Toulouse—that it was 'an army which would go anywhere and do anything.'

ایک غالب رائے کے عادتہی اتصال کے غلبہ سے دلیلیں سرایت کرتی ہے سلوک کرتے تھے، دنیا کی تاریخ میں اس سے کوئی زیادہ عجیب خلاف قاعدہ گئی نہیں پائی جاتی ہے جیسے کہ بنگالہ کی سپاہ کا ایسے انسانوں کے ساتھ جن کا چھونا بلکہ بعض حالتوں میں سایہ تک بھی موت سے بدتر ناپاکی تھا خوب آزمودہ اور سخت وقادار رہنے میں پایا جاتا ہے، لیکن یہہ تعصب سپاہی کی نمک حلائی میں مزاحم نہیں ہوئی اور بنگالہ کی سپاہ نے خود بمقابلہ اپنی مذہب اور قوم کے ہمارے نشان کے ساتھ رہنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی، اول مرتبہ افغان کی لڑائی میں جبکہ برہمنوں کی پلٹنوں کو دریائے اندس یعنی اٹک سے جو ان کے مقدس ملک کے پاک سرحد سے پار لیجایا گیا تب ایک عام خیال پیدا ہوا کہ ذات کے دھوکوں اور تعصبات نے سپاہی کی نوکری کے فرضوں میں مزاحمت کی، جناب سرچارلس فیڈر صاحب ایسے شخص نہ تھے

His fine military instincts led him, accordingly, to turn with delight to those irregular corps which the many warlike races of India are so well able to supply, and whose aptitude for our military service had been already effectively proved on the field of battle. In the following passage, speaking of adopting the Ghoorka regiments into the line, Sir Charles Napier touches with characteristic genius on a matter of even deeper import than he knew of at the time:—

کہ جو کچھ چیز کامل جنگی اطاعت کے راستہ میں ہارچ ہو اُس کی طرف صبر سے پیش آویں ، ایک فوج میں اور سب باتوں پر وہ اُن اوصاف کو دہوندتے تھے جن سے وہ اُس کی نسبت ایسا کہہ سکتے جیسا کہ جناب ویلنگٹن صاحب سنہ ۱۸۱۴ ع میں اُس عہدہ فوج کی نسبت جس کو وہ مقام لندن سے ڈولوس ٹک لیگئے یہ کہہ سکے کہ وہ ایک فوج تھی جو ہر جگہ کو جاتی اور ہر کام کرتی ، اسلیئے اُن کی نادر سپاہیانہ عقل و دانائی اُن کو ایسی بلتوں کی طرف خوشی سے توجہ دالنے کو لیگئی جن کے سرانجام کو نزدیک ہندوستان کی بہت سی لڑاکا قومیں بخوبی قابل ہیں اور انگریزی جنگی نوکری کے لیئے جنگی لیاقت لڑائی کے میدان میں ابھی قرار واقعی ثابت ہو چکی تھی ، مقام ذیل میں جہاں پر فوج کی جنگی سلسلہ میں گورکھوں کی بلتوں کے داخل کرنے کا ذکر ہے جناب سرچالس فیڈر صاحب ایسے معاملہ پر جس کا مقصد اُس سے بھی

زیادہ دقیق تھا جیسا کہ وہ اس
زمانہ میں جانتے تھے مشہور
فہانت کی ساتھ گفتگو کرتے
ہیں *

“Bravest of native troops, they at the battles of the Sutlej displayed such conspicuous gallantry as to place them for courage on a level with our Europeans; and certainly they have a highly military spirit, are fierce in war, of unsurpassed activity, and possess great powers of enduring fatigue. . . . Now when the mutinous spirit arose with our Sepoys, the chief leaders were undoubtedly Brahmins, and Brahmins, having a religious as well as a military character, enjoyed an immense influence. All the higher Hindoo castes are imbued with gross superstitions. One goes to the devil if he eats this; another, if he eats that; a third will not touch his dinner if the shadow of an infidel passes over it; a fourth will not drink water unless it has been drawn by one of his own caste. Thus their religious principles inter-

ہندوستانی فوج میں بہادری
میں سب سے زیادہ انہوں نے
ستلج کی لڑائیوں میں ایسی
مشہور شجاعت دیکھائی جس
سے دلاوری میں انکو انگریزی
گورے کی فوج کے برابر درجہ دیا
جائے، اور فی الواقع وہ ایک اعلیٰ
جنگی طبیعت رکھتے ہیں لڑائی
کے وقت سخت اور چالاکى میں
بے مثال اور مازدگی کی ہڑی
برداشت کرنے والے ہیں، بس
جبکہ باغی طبیعت انگریزوں کے
ہندوستانی سپاہیوں کے دل میں
پیدا ہوئی تو مقدم رہنما اُنکے
بلاشبہ برہمن تھے اور برہمنوں کو
مذہبی اور سپاہیانہ دونوں
خصلتوں کے رکھنے سے بہت سا
رعب حاصل ہے، ہندؤں کی
تمام اعلیٰ ذاتیں بیہودہ خیالات
مذہبی سے رنگی ہوئی ہیں،
ایک جہنم کو جائے اگر وہ یہہ چیز
کھائے اور دوسرا اگر وہ چیز کھائے
اور تیسرا اپنا کھانا نہ کھاوے اگر

fere in many strange ways with their military duties. The men of the 35th Native Infantry lost caste because they did their duty as soldiers at Jelalabad; that is, they fought like soldiers, and ate what could be had to sustain their strength for battle. There never was a stronger proof than the annoyance which this noble regiment is said to have since received from others, of the injury which high caste in a soldier does, and the Brahmin is the worst. Having two commanders to obey, caste and captain, if they are at variance, the last is disobeyed, or obeyed at the cost of conscience and of misery. Military rules sit light on the low caste man, and as a soldier he is superior. If caste chimes in with duty he is glad of it; if not, he snaps his fingers at it. When it was made known that Brahmins were at the head of the insubordinate men of the 13th and 22nd, and that in the first regiment alone there were no less than 430,

کوئی غیر مذہب آسکے پاس کو ہو کر گذر جائے اور چوتھا پانی نہ پیوے اگر آسکو کسی آسکے ذات والے نے نہ کہینچا ہو ، اس طرح سے مذہبی اعتقاد آنکے سپاہیانہ فرضوں میں بہت سے عجیب طریقوں سے مزاحمت کرتے ہیں ، پینتیسویں ہندوستانی پیدل کی پلٹن کی صرف اس بات سے ذات جاتی رہی کہ وہ جلال آباد میں سپاہیوں کی طرح سے اپنے فرض کو بجالائی یعنی وہ سپاہیوں کی مانند لڑی اور لڑنے کے واسطے اپنی طاقت کے قائم رکھنے کے لیئے جو کچھ ملے اسکا وہ کھایا ، اس رنج سے جو کہ اس عمدہ پلٹن نے کھتے ہیں کہ آسوقت سے اوروں کے ہاتھ سے اٹھایا ہے کبھی کوئی زیادہ مضبوط دلیل اس نقصان کے جو سپاہیوں کی اعلیٰ ذات سے اور برہمن کو سب سے زیادہ ہوتا ہے نہیں ہوئی ، کیونکہ آسکو دو حاکموں کی اطاعت کرنی ہوتی ہے ذات کی اور کپتان صاحب کی اگر یہہ دو تو مخالف ہوں تو آئیں سے پہلے یعنی کپتان صاحب کی نافرمانی کیجانی ہے یا اطاعت

the necessity of teaching that race that they should no longer dictate to the Sepoy and the Government struck me, and my thoughts at once turned for means to the Ghoorkas, whose motto was "eat, drink, and be merry." Their tenets are unknown to me: it is said they do not like cow-beef; yet a cow would not be long alive with a hungry Ghoorka battalion. They mess together these Ghoorkas, and make few inquiries as to the sex of a beef-steak! These, were men with which to meet the Brahmins of Bengal, and their bristling prejudices of high caste." (*Indian Misgovernment*, p. 39, 40.)

کیجاتی ہے تو ایمان اور شکستہ حالی کے خرچ سے، چھوٹی غذاؤں والے آدمی پر جنگی قانون کا تھوڑا اثر ہوتا ہی اور سپاہی کی خدمت کے لائق ہونے میں وہ برتر ہے، اگر ذات نوکری سے بالاتفاق رہے تو وہ آسمیں خوش ہے اور اگر نہ رہے تو وہ ذات کو چٹکی پر اوزانا ہے، جبکہ یہہ معلوم کیا گیا تھا کہ تیروہیں اور بائیسویں پلٹن کے باغی سپاہیوں پر برہمن سردار تھے اور کہ صرف پہلی پلٹن میں وہ ۱۴۳۰ سے کم نہ تھے تو ہمارے دلہیں اس بات کی ضرورت معلوم ہوئی کہ اس قوم کو ہدایت کیجائے کہ وہ سپاہیوں اور گورنمنٹ کو اب زیادہ حکم احکام نہ پہنچاویں اور ہمارے خیالات گورکھوں کے وسیلہ کی طرف جنکا سبب یہہ تھا کہ کھاڑ پیلو اور خوش ہو دفعہ پہرے، انکے طریقوں سے مجھ کو آگاہی نہیں ہے سنا جاتا ہے کہ وہ گاؤں کے گوشت کو ناپسند کرتے ہیں مگر ایک بھوکے گورکھوں کی پلٹن میں ایک گاؤں کو دیر تک زندگی نہیں ہوسکتی، ان گورکھوں کو آپس میں بیٹھا کر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس بات کی نفقش کم کی

جاتی ہے کہ آنکے کھانے کا گوشت
گاڑے کا ہے یا بیل کا ، اسلیئے یہ
ایسے لوگ ہیں جو بنگال کے
برہمنوں اور آنکی اعلیٰ ذات
کے سخت تعصبوں کا مقابلہ کرنے
کو خوب ہیں *

Long before this the exigencies of our position had led to the formation of local and irregular corps. Indeed, there had been no increase in the number of the regiments of the line since 1845. Some local corps had been raised by Sir Charles Napier in Scinde; but the system was largely developed under Lord Dalhousie, especially in the Punjab, at the suggestion and through the agency of Henry Lawrence. The organisation of the Punjab Irregular Force was a measure which had a most powerful influence on the events which followed. No less than ten regiments were raised, equipped, and disciplined from the races which we had just subdued. This was exclusive of a large force of military police. The whole of these levies were

اس سے مدت پہلے انگریزی
سلطنت کی حالت کی ضرورتوں
سے مقیم اور سلسلہ جنگی سے
علیحدہ پلٹنوں کا تقارر ہوا ،
البتہ سنہ ۱۸۴۵ء سے جنگی
پلٹنوں کے سلسلہ میں کوئی بڑھاء
نہ ہوا تھا ، جناب سرچارلس نیپیر
صاحب نے سند میں چند مقیم
پلٹنیں کھڑی کیں تھیں لیکن
جناب لارڈ ڈالہؤزی صاحب کی
عملداری میں بہ تجویز اور معرفت
جناب ہنری لارنس صاحب کے
اُس بندوبست کو خصوصاً ملک
پنجاب میں بہت سا عمل میں
لایا گیا تھا ، پنجاب کی (جنگی
سلسلہ سے علیحدہ) فوج کا مرتب
ہونا ایک بندوبست تھا جسکا
اثر آگے آنے والے واقعات پر بدرجہ
غایت ہوا ، اُن قوموں میں سے
جو انگریزوں نے ابھی مطیع کی
تھیں نہ اس پلٹنوں سے کم کو

separated from the Bengal Sepoys by important differences of tradition or of race; and when the time of trial came they supplied a force of nearly 20,000 men, on whose fidelity the two Lawrences did not count in vain, and by whose aid their saving work was done.

There is one other measure in respect to the Bengal army which, though not actually adopted in Lord Dalhousie's time, was strongly recommended by him, and was in course of being adopted when the great mutiny afterwards arose. It was a measure bearing very closely, though indirectly, on the jealous and exclusive character of the Bengal Sepoy. When Lord Dalhousie was organising the expeditionary force against Burmah, the 38th Regiment of

بھرتی کیا گیا اور اراستہ اور مرتب کیا گیا، یہ فوج جنگی پولس کی کثیر فوج سے علیحدہ تھی، یہ سب نڈی بھرتی کی فوج تداول یا قوم کے برے اخلاقیات سے بنگال کی سپاہیوں سے علیحدہ کی گئی تھی اور حب امتحان کا وقت آیا تو اس میں سے قریب بیس ہزار آدمی کی ایسی فوج سرانجام ہوئی کہ جسکی نمک حلائی پر دونوں جناب لارنس صاحبوں نے عہد امید نہ رکھی تھی اور جس کی مدد سے ان کے ملک کے بچانے کا کام پورا ہوا *

بنگال کی فوج کے باب میں ایک اور تدبیر جو جناب لارڈ دلہوری صاحب کی عملداری میں اگرچہ فی الواقع عمل میں نہ آئی لیکن ان سے اُسکی بہت سفارش ہوئی تھی اور وہ عمل میں آ رہی تھی کہ بعد ازاں مشہور سرکشی واقع ہوئی، وہ ایک ایسی تدبیر تھی جو بنگال کے سپاہی کی بد ظن اور خاص خصالت سے اگرچہ پیچیدہ طور سے لیکن بہت قریب تعلق رکھتی تھی، جب جناب لارڈ دلہوری

Native Infantry refused to go beyond sea. The oath under which the native army was enlisted had been drawn up in 1786, and had been never changed. It bound the Sepoy 'to march wherever he was directed whether within or beyond the Company's territories;' but it had been always held that the word 'march' was confined to movement by land, and the Sepoy was not bound to submit to transport by sea. Six Regiments only of the whole Bengal infantry were enlisted as general service corps, although the whole armies of Madras and Bombay were available beyond sea. In the case of all these various regiments no difficulty had ever been found in recruiting for general service; nor did it appear that there was any inferiority in the military character of the recruits; none, at least, which should induce the Government to maintain a distinction so inconvenient to itself. Lord Dalhousie therefore recommended that, in future, all

صاحب برہما پر چڑھائی کرنے کی فوج کا انتظام کر رہے تھے اس وقت پیادوں کی اڑتیس سوئیں پلٹن نے سمندر کے پار جانے سے انکار کیا، وہ حلف جس سے ہندوستانی فوج کو بھرتی کیا گیا تھا سنہ ۱۷۸۶ء میں مرتب ہوا تھا اور جسے اسکو کبھی تبدیل نہیں کیا گیا تھا، اسکی رو سے سپاہی کا فرض تھا کہ جس طرف جانے کا اسکو حکم ہو خواہ کمپنی بھادر کے ضلعوں کے اندر خواہ باہر اودھر کو کونچ کرے مگر یہ ہمیشہ سمجھا جاتا تھا کہ کونچ کے لفظ سے صرف خشکی پر چلنے سے مراد ہے اور کہ سپاہی اس بات کا پابند نہ تھا کہ تری پر جانے کے حکم کی اطاعت کرے تمام بدگالہ کی پیادے کی فوج میں سے صرف چھ پلٹنیں عام خدمت بجالانے کے واسطے بھرتی ہوئیں اگرچہ مندارس اوزیمبٹنی کی تمام فوجیں سمندر سے پار جانے کے واسطے موجود تھیں، بحالت ان تمام متعدد پلٹنوں کے ہر جگہ کی خدمت کے واسطے بھرتی کرنے میں کبھی کوئی

new enlistments for the infantry of Bengal should be made on the terms of their being general service corps. The fact that this measure tended to break up the close brotherhood and exclusive caste of the Bengal army must have rendered it distasteful to the classes and families from which they had been so long raised. This discontent may possibly have been among the causes predisposing to the events which followed. But if so, it may well be questioned whether it was not a discontent proving that the necessity of the measure was greater even than it was supposed to be.

مشکل نہیں پائی گئی تھی اور نہ یہ بات کبھی ظاہر ہوئی تھی کہ نئی بھرتی کے سپاہیوں کی جنگی خصلت میں کوئی کمی تھی اور نہ خواہ مخواہ کوئی ایسی کمی تھی کہ جس سے گورنمنٹ کو ایک فرقہ رکھنے پر جس سے خود اسی کو تکلیف نکلتی تو غیب ہوتی ، اسلئے جذاب لارڈ دالہوزی صاحب نے اس بات کی سفارش کی کہ آئندہ میں بنگالہ کی پیادوں کی فوج میں جو بھرتی کی جائی وہ ہرجگہ کی خدمت کی پلٹیں ہونے کی شرط پر کی جائے ، یہ حقیقت کہ اس بندوبست نے بنگال کی فوج کے خوب وابستہ برادری اور خاص ذات کے توڑنے پر رجوع کیا ان قوموں اور خاندانوں کے جس سے اس فوج کو اتنی مدت تک بھرتی کیا گیا تھا ضرور ناپسند کی ہوگی ، ممکن ہے کہ یہ نارضی ان سببوں میں شامل ہوئی ہو جو ان واقعات پر کہ آئندہ واقع ہوئیں پہلے سے رجوع کر رہے تھے ، لیکن اگر ایسا ہو تو اچھی طرح سے اس پر شک کیا

جسٹنٹاھے کہ آیا وہ ایسی ناراضی
فہ تھی کہ جس نے یہہ ثابت کیا کہ
آس بندرہست کی ضرورت آس
سے بھی زیادہ تھی جیسا کہ
لوگ سمجھتے تھے *

There was yet another change in the condition of the native army which had been arising gradually for many years, and which did not escape the anxious notice of Lord Dalhousie. Those soldier-statesmen who have been bred in the service of the East India Company, and whose character has so often shed imperishable lustre on the English name, were a race of men drawn from the European officers of the native army. As our empire was extended, the drain upon the staff of the army became more and more exhausting, until at last it was apparent that the Sepoy regiments had been to a large extent deprived of the presence and the care of those on whom their discipline and fidelity must, in the main, depend. This most serious evil had been of long standing, but it was

ہندوستانی فوج کی حالت
میں ایک اور بھی تبدیلی
تھی جو کئی برسوں سے بندرہج
پیدا ہوتی چلی آتی تھی اور
جو جذاب لارڈ دالہوزی صاحب
کی فکرمند خبر گیری سے نہیں
بچنے پائی تھی وہ لشکری
مدبر صاحبان جو ایسے نڈیا
کمپنی بہادر کی خدمت میں
تعلیم ہوئی اور جنکی خصلت
نے انگریزی نام ہر بارہا ناقابل فدا
روشنی ڈالی ہے ایسے صاحبوں کا
فرقہ تھے جنکو ہندوستانی فوج
کے ولایتی افسروں میں سے لیا گیا
تھا جس قدر کہ انگریزوں کی
سلطنت بڑھتی گئی اسی قدر
فوج کے صاحبان کی مصروفیت
زیادہ زیادہ ہوتی گئی یہاں تک
کہ آخر کار یہہ ظاہر ہوا کہ سپاہی
کی پلٹن ان لوگوں کی موجودگی
اور عام خبر گیری سے جنہر آنکی
قواعد کے انتظام اور نمک حلائی

aggravated by the additional demand for officers in the extensive provinces recently acquired, and in the superintendence of public works. It was not merely on civil and scientific employments that their services had been required, but largely also on the purely military duty of organising and commanding the irregular and local corps which had saved the Government from increasing the regular regiments of the line. Within a few years the Sikh Local Corps, the Guides, the Punjaub Irregular Force, the Pegue and Nagpore Forces, besides eight regiments of irregular cavalry, had all been raised and organised under European officers drawn from the native army of the Three Presidencies. The Company, in order to secure some measure of attention to regimental duty, had laid down regulations limiting the number of officers who could be withdrawn for detached duty from each regiment. But these regulations had been from the

کا خاص کر حصر ہونا چاہیئے بہت سا مجہورم ہو گئیں ، یہہ نہایت بڑی برائی مدت سے موجود تھی مگر اُن وسیع صوبوں میں جو حال میں ہاتھ لگے تھے اور عام فائدہ کے کاموں کی سربراہی میں افسروں کی زیادہ درکار ہونے سے وہ برائی بڑھ گئی تھی ، اور ملکی اور تعلیمی کاموں میں ہی یہ بات نہ تھی کہ اُن کی خدمتیں چاہی گئی تھیں بلکہ جنگی سلسلہ سے علیحدہ اور مقیم پلٹنوں کا جنگی سبب سے گورنمنٹ کو جنگی سلسلہ کی پلٹنوں کے بڑھانے کی کفایت ہوئی انتظام کرنے اور اُن پر حکمرانی کرنے کی خالص جنگی خدمت میں بھی بہت سی ضرورت ہوئی چند بوس میں سکھوں کی مقیم پلٹنیں اور گائیڈز (نام ایک پلٹن کا) اور پنجاب کے جنگی سلسلہ سے علیحدہ فوج اور پیگو اور ناگپور کی افواج علاوہ آٹھ جنگی سلسلہ سے علیحدہ رسالوں کے اُن ولایتی افسروں کی معرفت جنکو تینوں حاطوں کی ہندوستانی فوج سے لیا گیا تھا سب بھرتی اور مرتبہ ہو گئیں ،

first defective—taking no account of absentees from other causes—and, such as they were, it had been absolutely impossible to adhere to them. To such an extent had this evil gone that, in 1856, no less than 803 officers were detached from the Bengal army alone, whereas, according to the regulations, the number ought not to have exceeded 540. Lord Dalhousie proposed that measures should be taken, and new regulations laid down, the object of which should be to fix, not merely the maximum number which might be withdrawn for special purposes from each regiment, but a minimum number which must be always present with the corps. He proposed further the formation of a Staff Corps, such as has been now actually established. The whole subject was one which seems to have been strongly impressed upon his mind. He said:—

کمپنی بہادر نے تاکہ پلٹنوں کی نوکری پر کسی قدر ترجیح محفوظ کی جاویں اس سے قانون مقرر کیئے تھے جن سے ان افسروں کی تعداد جو ہر پلٹن سے متفرق نوکری کے واسطے لیئے جاسکتے تھے محدود ہو ، لیکن یہ قانون اول ہی سے ناقص تھے کیونکہ ان میں اور سببوں سے غیر حاضر صاحب لوگوں کا محاسبہ نہیں کیا جاتا تھا پس ان سے ان کی ایسی حالت میں وابستہ رہنا بالکل ناممکن تھا ، یہ برائی اس درجہ تک پہنچی تھی کہ سنہ ۱۸۵۶ ع میں صرف بنگال کی فوج میں سے آٹھ سو تین افسر سے نہ کم الگ کیئے گئے تھے حالانکہ حسب قانون ان کی تعداد پانسو چالیس سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے تھی ، جناب لارڈ دلہوزی صاحب نے بہت ارے دیے کہ ایسی بندوبست ہونے چاہیئیں اور نئے قانون مقرر کرنے چاہیئیں جن کا مقصد افسروں کی نہ صرف اس زیادہ سے زیادہ تعداد کے مقرر کرنے کا ہو جو ہر پلٹن سے خاص مطلبوں کے واسطے علیحدہ کیئے جاویں تاکہ اس کم سے

کم تعداد کے مقرر کرنے سے بھی متعلق ہو جسکا پلٹن کے ساتھ ہمیشہ موجود رہنا چاہیئے، علاوہ اسکے ایک سٹاف کار پرس کے مقرر کرنے کی بھی جیسا کہ اب فی الواقع مقرر پایا ہے انہوں نے رائے دی، یہ تمام معاملہ ایک ایسا تھا جو ظاہر آآن کے دلپر خوب منقش ہوا تھا انہوں نے اسکے باب میں اس طرح سے فرمایا:—

“I feel it to relate to a point which is of infinite importance to the efficiency of the Indian army, and therefore think it my duty to moot it for most serious and early consideration. The employment of military officers in all capacities—staff, detached, civil and scientific—which has been so greatly extended of late years, has been very advantageous to the interests of officers, and of great value to the Government in the several departments to which they have been admitted. But looking at the practice in a military point of view, I regard it with considerable uneasiness, as likely to act injuriously in

ہم خیال کرتے ہیں کہ یہ معاملہ ایک ایسی بات سے متعلق ہے جو ہندوستان کی فوج کی قابلیت کے واسطے متحد ضروری ہے اور اسلئے ہم اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں کہ نہایت سنجیدہ اور جلد ملاحظہ کے واسطے آسکو ظاہر کریں، جنگی افسروں کی مصروفیت سٹاف اور متفرق اور ملکی اور علمی سب قسموں کی عہد رنمیں جسکو تہوڑی سے برسوں سے بہت وسعت ہوئی ہے افسروں کی خاص فائدوں کے حق میں بہت مفید اور جن جن محکموں میں وہ داخل ہوئے ہیں گورنمنٹ کی نسبت بہت فائدہ مند ظاہر ہوئی ہے، لیکن

many ways upon the efficiency, discipline, and military spirit of the Company's army."

جب ہم اس دستور پر جنگی معاملہ کی نظر سے لحاظ کرتے ہیں تو ہم اس پر بہت بیٹنا ہے سے نظر دالتی ہیں کیونکہ غالب ہے کہ یہہ دستور کمپنی بھادر کی فوج کے قابلیت اور انتظام اور سپاہیانہ طبیعت کو بہت نقصان پہونچا رہے *

It is impossible to pass from the circumstances affecting at this time the condition and temper of the native army, without reference to the fact that the terrible necessities of the Russian war had compelled the Government at home to diminish sensibly the number of European regiments in India—thus disturbing that proportion between the two armies on which so much depends. It is true that this reduction was intended to be temporary; but the balance was not in fact restored until the time came when the flower of the British army was called to India for the recovery of an empire very nearly lost. Lord Dalhousie saw the necessity for a temporary

ہندوستانی فوج کی اسوقت کی حالت اور مزاج کے حالات سے بلا لحاظ اس حقیقت کے گذر جانا ناممکن ہے کہ روس کی لڑائی کی ہولناک ضرورتوں نے گورنمنٹ انگلستان کو ہندوستان کی گورنمنٹ کی فوج کی تعداد کے ظاہر گھٹانے میں مجبور کیا تھا اور اس طرح سے دونوں فوجوں کی مناسبت کو جس پر بہت سا کچھ منحصر ہے خلل دیا، یہہ سچ ہے کہ اس کمی کا چند روز کے واسطے ارادہ کیا گیا تھا لیکن اعتدال فی الواقع اسوقت کے آنے تک بحال نہ ہوا تھا جبکہ انگریزی فوج کے گلدستہ کو ایسی سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے کے واسطے جو قریباً ہاتھ سے جاتی رہی تھی بلایا گیا تھا، جذاب لارڈ

reduction of the European force with regret: but the risk which was actually incurred thereby was not the risk against which he had it in his mind to guard. There was not, indeed, any danger which he considered imminent; but the possibility to which India statesmen and Indian soldiers always looked was a combination between two or more of the native Powers which still retained some military strength—such especially as Cashmere and Affghanistan on the north with Nepal on the eastern frontier. This was a combination much dwelt upon by Sir Charles Napier in his 'Memoir on the Defence of India,' and it was one the possibility of which Lord Dalhousie thought ought never to be wholly disregarded. But besides this, or any other specific danger, the past history of India had naturally impressed on every mind a vague but well-founded sense of the variety of contingencies which might involve the Government in some

دالھوزی صاحب نے گوری کی فوج کے چند روز کے واسطے کم کرنے کی ضرورت پر افسوس سے نظر کی لیکن اس بات سے جو خطرہ فی الحقیقت واقع ہوا تھا وہ خطرہ نہ تھا جس کی نگہبانی کرنے کی خواہش ان کی دلمیں تھی، البتہ کوئی ایسا خطرہ نہ تھا جس کو انہوں نے قریب سمجھا ہو لیکن امکان ایک خطرہ کا جس پر ہندوستان کے انگریزی مدبر اور جنگی افسر ہمیشہ نظر کیا کرتے تھے دو یا کئی ہندوستانی سلطنتوں کے درمیان میں جن کو اب بھی کچھ جنگی قوت باقی تھی اتفاق کا ہو جانا تھا خصوصاً جیسے کشمیر اور افغانستان شمال والی سلطنتوں کا سلطنت نیدپال مشرقی سرحد والی سے مل جانا، یہ ایک اتفاق تھا جس پر جناب سرچارلس نیپیر صاحب نے اپنی تحریر مسمیٰ حفاظت ہندوستان میں بہت سا بقیں کیا تھا اور یہ ایک ایسا تھا جس کی امکان سے جناب لارڈ دالھوزی صاحب کی بھی رائے تھی کہ ہرگز بالکل غافل نہیں ہونا چاہیئے، لیکن، علاوہ اس کی

unforeseen emergency. This state of things was inseparable from the very nature of our dominion; and founded on this it was Lord Dalhousie's strong opinion that the relative strength of European and native troops ought to be very closely watched from time to time; not, indeed, on any abstract principle of proportion between the two races, but with reference to the actual condition, internal and external, of our dominions. Looking at that condition as it stood towards the close of his administration, he was of opinion that the smallest amount of European infantry which could be relied upon as fully adequate for the defence of India, and for the preservation of internal tranquillity, was thirty-five battalions, of which not less than nineteen ought to belong to Bengal with its dependent provinces, nine to Madras, and seven to Bombay. At that time there were in Bengal only sixteen battalions; one having been sent to the Crimea, and

یا اور کسی خاص خطرہ کی ہندوستان کی گذشتہ زمانہ کی تاریخ نے ہر دہائی مختلف اتفاقی واقعات کا جو گورنمنٹ کو کسی دلدیہ ضرورت میں پہنسا دیتا ایک غیر معین لیکن خوب بانیاد خیال منقش کیا تھا ، انگریزی حکومت کی خاص خصلت سے حالات کی یہ صورت ناقابل علیحدہ ہونیکی تھی اور ایسی بنیاد پر جناب لارڈ ڈالہؤزی صاحب کی یہ سرگرم رائے تھی کہ گورے اور ہندوستانی افواج کی تعلق دار تعداد کو وقتاً فوقتاً خوب دیکھتے رہنا چاہیے (اور ایسا ہونا چاہیئے) یقینی درنو قومونکی مناسبت کے نہ کسی مجمل قاعدہ پر بلکہ انگریزی سلطنت کی اصلی حالت اندرونی اور بیرونی کے لحاظ پر ، اس حالت پر جیسیکہ وہ آنکی عملداری کے ختم ہونے کے قریب تھی لحاظ کرنے پر آنکی یہ رائے ہوئی کہ گورے کی پیدلکی فوج کی نہایت کم تعداد جسپر ہندوستان کی بناء اور اندرونی آسائش کے قیام کے

two being stationed in Pegue. Of the nineteen battalions Lord Dalhousie was of opinion that not less than ten should be stationed below Umballah, and five below Agra. For it is important to observe, as bearing on the events which followed, that the location of the European troops had undergone a change which proved to be a serious danger. As our frontier receded, the location of the bulk of our small European army receded also. The vast line of country between Calcutta and Agra was left with only two or three regiments, stationed at points many hundred miles apart. Twenty years before, there had been not less than six European regiments in the lower provinces, between Calcutta and Allahabad. Lord Dalhousie found in the same space only two regiments, and he never was able to increase the number. It had been to meet in some measure the views of the Indian Government on this subject that Sir Charles Wood had

واسطے بطور خوب کافی ہونے کے بہروسا کیا جاوے ۳۵ پلٹنیں ہوں جنہیں سے نہ کم ۱۹ سے بنگالہ اور آسکے تابع صوبوں سے اور ۹ مندراس سے اور ۷ بمبئی سے متعلق ہونی چاہیئیں ، اسوقت بنگال میں صرف ۱۶ پلٹنیں تھیں کیونکہ ایک مقام گرمیا کو بھیددی گئی تھی اور دو مقام پیگو میں تعینات تھیں ، جناب لارڈ دلہوزی صاحب کی یہ رائے تھی کہ ان ۱۹ پلٹنوں میں سے نہ دس پلٹنوں سے کم کو انبالہ کے پاس اور پانچ کو آگرہ کے پاس مقیم کرنا چاہیئے کیونکہ اسباب پر یہ تعلق واقعات کے جو آئندہ میں پیش آئیں لحاظ کرنا ضرور ہے کہ گورے کی فوج کے مقام تعیناتی میں تبدیلی ہوگئی تھی جو بعد ازاں ایک بڑا خطرہ ہوگیا ، جیسے انگریزی سلطنت کی سرحد بڑھی وپساہی آسکی گورے کی فوج کے قلیل گروہ کا مقام تعیناتی بھی آگے کو ہٹتا گیا ، کلکتہ اور آگرہ کے درمیان کے ضلع کے وسیع سلسلہ میں دو یا تین پلٹنیں بہ تعیناتی ایسے

proposed, in the Bill of 1853, that the number of local European troops which the Company were allowed to maintain in India should be raised from a maximum of 12,000 to a maximum of 20,000 men. This provision received the assent of Parliament; and, in pursuance of it, one additional European regiment had been raised for each of the three Presidencies before the end of Lord Dalhousie's rule. But, notwithstanding this provision, the total number of European troops had suffered a gradual diminution from 49,709, at which they stood in 1852, to 45,322, at which they stood when Lord Dalhousie closed his government in India.

مقاموں کے جو ایک دوسرے سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے چھوڑی گئی تھیں، اس سے بیس برس پہلے نیچے والے صوبجات میں کلکتہ اور الہ آباد کے درمیان گورے کی چھ پلٹنوں سے کم موجود نہ تھیں، جناب لارڈ ڈالھوزی صاحب نے اسی خطہ میں صرف دو پلٹنیں پائیں اور اس تعداد کو وہ کبھی بڑھا نہ سکے، اس معاملہ میں ہندوستان کی گورنمنٹ کے منصوبوں کے کسی قدر پورا کرنے کے واسطے یہ ہوا تھا کہ جناب سر چارلس وڈ صاحب نے مسودہ سنہ ۱۸۵۳ع میں یہ راسے دی تھی کہ گورے کی تعیناتی کی فوج جسکے ہندوستان میں قائم کرینگے کمپنی بہادر کو اجازت ملی تھی بہت سے بہت بارہزار سے بیس ہزار تک بھرتے کیجئے، اس انتظام کو پارلیمنٹ نے منظور کیا اور بموجب اس کے جناب لارڈ ڈالھوزی صاحب کی عملداری کے ختم ہونے سے پہلے ایک اور گورے کی پلٹن تینوں احاطوں میں سے ہر ایک کے واسطے کھڑی کی گئی تھی، لیکن باوجود اس

انتظام کے گورنر کی فوج کی کل
تعداد گھٹتے گھٹتے ۱۸۷۰۹ سے جو
سنہ ۱۸۵۲ع میں انکی تعداد
تھی ۴۵۳۲۲ رہ گئی جو وہ تعداد
تھی جو جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب
کی ہندوستان کی عملداری
کے ختم ہونے پر تھی *

It would have been strange if one of the most distinguished disciples of Sir Robert Peel had exercised for eight years supreme power in India, without applying to its commercial system some of those principles which had made such advance at home, and which are founded on natural laws of universal application. Accordingly differential duties on foreign ships were abolished, and the coasting trade of India was set entirely free. A duty on the import of raw cotton into the North-Western Provinces was abolished. The frontier customs duties in the Punjab were abolished also. In like manner, for similar reasons, all customs and all export duties on the river Indus were abandoned; and ultimately the

یہ بات عجیب ہوئی ہوتی
اگر ایک نے جناب سر رابرٹ پیل
صاحب کے مشہور شاگردوں میں
سے ہندوستان کی کل مختاری
آٹھ برس تک بغیر لگانے ان
اصول کے آسکی تجارت کے انتظام
پر جنکو ولایت میں بہت ترقی
ہوئی تھی اور جنکی بنیاد عام
مصرفیت کے قدرتی قانون پر
کی ہوئی ، اسلئے غیر ملکی
جہازوں کے متفرق محصولات کو
موقوف کیا گیا اور ہندوستان کے
کنارہ کی تجارت کو بالکل آزاد
کیا گیا ، اور اعلیٰ شمالی و مغربی
کی روٹی کی آمد کے محصول
کو موقوف کیا گیا ، پنجاب میں
سرحد کی خریداری کے محصول
کو بھی خارج کیا گیا ، اس طرح
سے انہیں وجہوں پر دریائے انک
کی تمام خریداری اور رفتنی کے

land frontier customs were abolished in Scinde, as they had already been abolished in the Punjaub.

محصولوں کو معاف کیا گیا اور
آخر میں سند کی خشکی کی
سرحد کے محصولوں کو اس طرح
سے موقوف کیا گیا جیسی کہ ابھی
آنکو پنجاب میں موقوف کیا
گیا تھا •

The period of Lord Dalhousie's rule is remarkable for the full and final declaration by the Government of India of its intentions on the difficult subject of native education. It had been long before that Government recognised the fact that we had any duty to discharge in this matter towards the people of India. And when the duty was recognised a difficulty arose in respect to the manner of performing it which was due to the peculiar character and history of the Indian race. The same question could never have arisen in respect to any of the heathen people who had been brought elsewhere under our dominion. The Indian people had a literature and a civilisation older than our own—a literature dating back to a

جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب
کی عملداری کا زمانہ اس بات کے
واسطے مشہور ہے کہ گورنمنٹ
ہندوستان نے اُس میں ہندوستانیوں
کی تعلیم کے مشکل معاملہ پر
اپنے ارادوں کا کامل اور قطعی اظہار
کیا ، ایک مدت تک اُس
گورنمنٹ نے اس حقیقت کو
شناخت نہ کیا تھا کہ انگریزوں کو
ہندوستان کے لوگوں کی نسبت
اس معاملہ میں کوئی فرض
بجالاتا تھا ، اور جبکہ اس فرض
کی شناخت کی گئی تب
اُسکے پورا کرنے کے طریق میں ایک
مشکل جو ہندوستانیوں کی قوم
کی مخصوص خصلت اور تاریخ
کا موجب تھا پیدا ہوئی ، یہی
بات کسی مشرک قوم کے معاملہ
میں جو انگریزوں کے کسی اور
ملک میں محکوم ہوتی کبھی
پیش نہ آئی ہوتی ، ہندوستان

language which was the great forefather of all the tongues of Europe. What, then, was the education which we were bound to give them? Should it be an education in our literature and our knowledge, saturated as it was with our religion; or should it be an education in their own ancient languages and theology? The traditional feeling of the East India Company was something more than tolerance. It was a dread of even presenting to the eyes or minds of the Indian people any teaching which might cross the traditions of their faith, or which could afford any explanation or profession of our own. Accordingly the first vague efforts after native education which received any recognition from the Government, were efforts to review the old learning and old philosophy of the East. The attempt was futile—as futile as efforts would have been to revive the Mastodon. What the Indian of our day wanted, whether he was Hindoo or Mahom-

کے لوگوں میں علمیت اور انسانیت بہ نسبت انگریزوں کے زیادہ قدیم تھی وہ ایک ایسی علمیت تھی جسکی بنیاد اُس زبان پر تھی جو یورپ کی تمام زبانوں کا برا ماخذ تھی، تب وہ تعلیم کون سی تھی جسکا ہندوستانیوں کو کرنا اُنہیں لازم تھا، تب کیا اُن کو انگریزوں کی علمیت اور دانشمندی میں جو انگریزوں کے مذہب سے مخلوط تھی تعلیم ہونی چاہیئے یا اُنہیں کی قدیم زبانوں اور مذہبی علوم میں تربیت کرنی چاہیئے، ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کی رائے بلحاظ ہندوستانیوں کے تعصبات دینی کے اُن کے جائز رکھنے سے بھی کچھ زیادہ نرم تھے، وہ رائے ایک خوف تھا ہندوستان کے لوگوں کی آنکھوں یا دلوں تک بھی پہنچانے میں ایسی کسی تعلیم کو جو اُنکی مذہبی روایتوں سے برخلاف ہووے یا جسمیں انگریزوں کے مذہب کی روایتوں کا کچھ بیان یا اظہار ہووے، اسلیئے وہ اول ناآستوار کوششیں درباب تعلیم ہندوستانیوں کے جنہوں نے گورنمنٹ سے کچھ

medan, was some insight into the literature and science which were the life of his own time, and of the vigorous race which were the representative of all knowledge and all power to him. It is strange that any other idea of education should have ever been entertained. Yet previous to 1835, all the establishments for education supported by the Government, with the exception of the Hindoo College at Calcutta, were Oriental in character. The medium of instruction was Oriental. The mode of instruction was Oriental. The whole scope of the instruction was Oriental, designed to conciliate old prejudices and to propagate old ideas. It is due to the Court of Directors at home to say that before this time they had pointed to instruction in European literature as the kind of education to which our efforts should be directed. At last, in 1853, the late Lord Macaulay, being then Chairman of the Board of Public Instruction in Calcutta, denounced the system which

پرورش پائی مشرقی قدیم علم اور قدیم حکمت کے تروتازہ کرنے کے بابت میں کوششیں تھیں، قصد اسباب میں ایسا بیفائدہ تھا جیسیکہ ماسٹر دکن کے پھر زندہ کرنے میں قصد ہوئی ہوتے، جو کچھ کہ انگریزوں کے زمانہ کے ہندوستانی کو خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان درکار تھا وہ یہ تھا کہ وہ اُس علم اور حکمت پر نظر دالی جو اُس کے اور اُس قومی قوم کے زمانہ کی جان تھی جو اُس کے حق میں تمام دانی اور قوت کے اظہار کوئی والی تھی، تعجب ہے کہ کوئی اور خیال تعلیم کا کبھی دلیں لایا گیا تھا، لیکن سنہ ۱۸۳۵ء سے پہلے جننے محکموں تعلیم نے گورنمنٹ سے پرورش حاصل کی وہ سب سوائے کلکتہ کے ہندو کالج کے مشرقی خصلت رکھتے تھے، وسیلہ تعلیم کا مشرقی تھا، طریقہ تعلیم کا مشرقی تھا، تعلیم کا تمام منشا مشرقی تھا جسکا قدیم تعصبات کی تالیف کرنے اور قدیم خیالات کے پھلانے کا مقصد تھا، کورٹ آف ڈائریکٹر صاحبوں کی نسبت یہ کہنا

had been pursued with a vigour and eloquence which proved decisive:—

واجب ہے کہ اسوقت سے پہلے
انہوں نے یورپ کے علم و فضل
کی طرف اشارہ کیا تھا کہ گویا
انکی تعلیم وہ تعلیم تھی جس
میں انگریزوں کی کوششیں ہونی
چاہیئیں، آخر کو سنہ ۱۸۳۵ ع
میں مقوفی جناب لارڈ میکالپی
صاحب نے جو اسوقت میں
تعلیم عام کے بورڈ کے میئر مجلس
تھے اس بندوبست کو جو اب تک
ہوتا چلا آتا تھا ایسی زور اور
فصاحت سے جو قطعی ہوئی
رہ گیا:—

‘If,’ he said, ‘it be the opinion of the Government that the present system ought to remain unchanged, I beg that I may be permitted to retire from the chair. I feel that I could not be of the smallest use there. I feel also that I should be lending my countenance to what I firmly believe to be a mere delusion. I believe that the present system tends not to accelerate the progress of truth, but to delay the natural death of expiring errors. I conceive that we have at present no

انہوں نے کہا کہ اگر گورنمنٹ
کی رائے بندوبست موجودہ کو
غیر متبدل رکھنے پر ہو تو میری
عرض یہ ہے کہ میرا میئر مجلسی
سے استعفا منظور ہووے، مجھکو
معلوم ہوتا ہے کہ اس میں میں
کچھ کام نہیں آسکتا، میں یہہ
بھی جانتا ہوں کہ اس شی کو
مجھکو اپنی تقویت دینی ہوتی
جسکی نسبت مجھکو خوب
یقین ہے کہ وہ صرف ایک دھوکا
ہے، مجھکو یقین ہے کہ موجودہ
بندوبست سچ کی جلدی ترقی
کرنیکی طرف نہیں بلکہ معدوم

right to the respectable name of a Board of Public Instruction. We are a Board for wasting public money, for printing books which are of less value than the paper on which they are printed was while it was blank; for giving artificial encouragement to absurd history, absurd metaphysics, absurd theology; for raising up a breed of scholars who find their scholarship an encumbrance and a blemish.'

ہونے والی غلطیوں کے طبعی موت کے توقف کرنے پر رجوع کرتا ہے ، میں خیال کرتا ہوں کہ ہم کو تعلیم عام کے بورڈ کے معزز نام کا بالفعل کچھ حق نہیں ہے ، ہم ایک بورڈ یعنی مجلس ہیں واسطے ازانے سرکاری روپیہ کے اور واسطے چھاپنے ایسی کتابوں کے جو کم قیمت ہیں اُس کاغذ سے جس پر وہ چھاپی جاتی ہیں جبکہ وہ کورا تھا اور واسطے چھوٹی دلیبری دینے کے نامعقول تواریخ اور نامعقول الہیات اور بیہودہ طبابت اور بیہودہ علم مذہبی کے اور واسطے طیار کرنے ایک فرقہ ایسے طالب علموں کے جو اپنی طالب علمی کو اپنے اوپر ایک بوجھ اور عیب پاتے ہیں *

One month after this paper was written, the Governor-General (Lord W. Bentinck) in Council, issued a minute declaring it to be the opinion of the Government that 'its great object ought to be the promotion of European literature and science among the nations of India.' Still the efforts of the

اس رائے کے تحریر ہونے سے ایک مہینے بعد گورنر جنرل جناب لارڈ ولیم بنتنک صاحب نے کونسل میں ایک تحریر جاری کی جس میں گورنمنٹ کی یہ رائے ظاہر کی کہ ہندوستان کی قوموں کے درمیان میں یورپ کی علمیت اور حکمت کی ترقی کرنے کا گورنمنٹ کا مقصد ہونا چاہیئے ،

Government were feeble, reaching for the most part only the upper classes in the Presidency towns. To reach the masses of the people the vernacular languages must be employed as the medium of instruction, and some link established between the Government and the native institutions. Education in this sense received its first great impulse from the hands of Mr. Thomson, in the North-Western Provinces, who obtained permission to establish a Government school in every Tehsildaree within eight districts in Hindoostan. The measure was declaredly experimental; but it was attended with such signal success that, in 1853, Lord Dalhousie very earnestly recommended that the system of vernacular education, which had proved so effectual, should be extended to the whole of North-Western Provinces. Not only was this large measure recommended for immediate adoption, but similar measures were advised for the lower provinces

تصہر بھی گورنمنٹ کی کوششیں کمزور تھیں اور عموماً تینوں احاطوں کے شہروں کی صرف اعلیٰ ذاتوں تک پہنچیں، عام لوگوں تک پہنچانے کے واسطے دیسی زبانوں کو بطور وسیلہ تعلیم کے مصروف کرنا چاہیئے اور گورنمنٹی اور ہندوستانی تقررات یعنی مدرسوں کے درمیان میں ایک رشتہ مقرر ہونا چاہیئے، اس طریقہ کی تعلیم نے اول بڑی جذبہ جذب طامس صاحب کے ہاتھوں سے اضلاع شمالی و مغربی میں پائی جنہوں نے ہندوستان کے آٹھ ضلعوں کی ہر ایک تحصیل میں ایک گورنمنٹی مدرسہ کے مقرر کرنے کی اجازت حاصل کی تھی، یہ بندوبست ظاہراً بطور امتحان کے تھا مگر اُسکو ایسی مشہور کامیابی ہوئی کہ سنہ ۱۸۵۳ع میں جناب لارڈ دلہوزی صاحب نے اس بات کی گوجوشی سے سفارش کی کہ دیسی زبانوں کی تعلیم کے انتظام کو جو اس قدر کارگر ہوا تمام شمالی و مغربی صوبجات میں وسعت دیجائے، اس بڑے بندوبست کے فی الفور عمل میں

of Bengal, and for the Punjab; with such modifications as their various circumstances might be found to require.

While these and other proposals for the extension of vernacular education were still before the Home Government, the Court of Directors addressed to the Government of India their great education despatch, dated July 1854. It contained a scheme of education for all India, far wider and more comprehensive than the local Government had suggested. Lord Dalhousie very truly says of this despatch—which India owes to Sir Charles Wood, who was then President of the Board of Control—that 'It left nothing to be desired, if, indeed, it did not authorise and direct that more should be done than is

لائے جانیکی ہی صرف سفارش نہ کی گئی تھی بلکہ ہنگام کے صوبوں اور پنجاب کے واسطے بھی ویسے ہی بندوبستوں اور جیسے اُن صوبوں کے مختلف حالات کی رو سے ضرورت پائی جاوے ویسی ترکیبوں کی عمل میں آنے کی صلاح دی گئی تھی *

جبکہ یہہ اور دیگر تجویزیں دیسی زبانوں کی تعلیم کے پھیلانے کے واسطے ابھی گورنمنٹ انگلستان کے روبرو موجود تھیں ڈارکٹر صاحبوں نے گورنمنٹ ہندوستان کے پاس اپنا مشہور مراسلہ تعلیم مورخہ جولائی سنہ ۱۸۵۴ء پہنچا، اُس میں تمام ہندوستان کی تعلیم کا بندوبست تھا اور جیسا کہ ہندوستان کی گورنمنٹ نے تجویز کیا تھا اُس سے وہ بہت زیادہ وسیع اور بہت فراخ تھا، جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب نے اس مراسلہ کے نسبت جس کے واسطے ہندوستان جناب سر چارلس وڈ صاحب کا مرہون ہے جو اسوقت بورڈ آف کنٹرول کے پریسڈنٹ تھے بہت سیج کہا ہے کہ جو کچھ درکار تھا

within our present grasp.' In directing the establishment of vernacular schools throughout the districts, of Government colleges of a higher grade, and of a university in each of the three Presidencies,—above all, in establishing the principle of grants in aid to all institutions which are open to inspection, and give a good education,—this despatch lays the foundation of a system capable of indefinite extension, and to a great extent solves the 'religious difficulty' in the same way in which it has been solved in England.

The Government of India had from the first established 'liberty of conscience with one strange exception. Converts to Mahommedanism had always been protected—because our courts administered both Hindoo and Mahommedan law; and when a native passed from under the one code, he came under the protection of the other.

وہ اُس سے نہیں چھوٹا گو واقعی اُس میں یہ حکم اور ہدایت نہ ہو کہ جسقدر اب ہم سے ہو سکتا ہے اُس سے زیادہ ہونا چاہیئے، تقرر کرنے سے دیسی زبانوں کے مدرسوں کا درمیان ضلعوں کے اور ایک اعلیٰ قسم کے سرکاری کالجوں اور ایک یونیورسٹی کا تینوں حاطوں میں سے بیچ ہر ایک کے ارر سب باتوں پر اُن مدرسوں کی مدد میں جو زیر ملاحظہ رہیں اور اچھی تعلیم دیں بخششوں کے اصول کے مقرر کرنے سے یہ مراسلہ ایسی بندوبست کی بنیاد ڈالتا ہے جو بیحد وسعت پائی کے قابل ہے اور مذہبی مشکل کو بہت کر اُسے طرح سے حل کرتا ہے جیسے اُسماحل انگلستان میں ہوا ہے * گورنمنٹ ہندوستان نے سواء ایک عجیب استندا کے ایماں کی آزادی کو اول ہی سے قائم کیا تھا، جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے اُنکی ہمیشہ دستگیری کی جاتی تھی کیونکہ انگریزوں کی عدالتوں میں ہندو اور مسلمانوں دونوں قانونوں پر عمل کیا جاتا تھا پس جبکہ کوئی ہندوستانی

But when a Hindoo embraced Christianity, he was left liable to loss of property, in addition to the many other sacrifices against which no law could secure him. Lord Dalhousie's Government abolished this strange and discreditable anomaly. It did so not without some resistance; and the records of the Parliamentary Committees which sat in 1853, on Indian affairs, prove that there were not wanting among our public men some whose ideas of toleration did not embrace the case of a Christian convert. 'I hate a man who changes his religion,' is a sentiment which we once heard expressed by a very liberal politician; and it is one which is perhaps more often entertained than honestly avowed.

ایک قانون کے مسجد و عہ سے نکل جاتا تھا، تو وہ دوسری کی دستگیری میں آجاتا تھا، مگر جبکہ کوئی ہندوستانی مذہب عیسائی کو اختیار کرتا تھا تو اپنی مالیت کے نقصان میں پڑتا تھا، بہ زبانِ نبی بہت سے اور نقصانوں کے جذبے اُسکو کوئی قانون نہیں بچا سکتا تھا، لارڈ ڈالہوزی صاحب کی گورنمنٹ نے اس عجیب اور زہن خلاف قاعدہ گی کو موقوف کیا، لیکن وہ گورنمنٹ بغیر ایک گرم مباحثہ کے ایسا نہ کرسکی، اور پارلیمنٹ کی آن کمیٹیوں کی تحریروں سے جنہوں نے سنہ ۱۸۵۳ ع میں ہندوستان کے امور کا امتحان کرنے کے واسطے اجلاس کیا ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی مذہبوں میں بعض بعض ایسے شخص بھی تھے جنکے خیالات "اغماض نے نورید مذہب عیسائی کے معاملہ کی حمایت نہ کی،" میں اُس شخص سے جو اپنے مذہب کو بدلنا ہے حقارت کرتا ہوں، یہ ایک رائے ہے جو ہم نے ایک مرتبہ سنا کہ ایک بہت صاحبِ ہمت مدبر سے

جسٹس ڈالہوزی نے
مذہب عیسائی کو
نقصان پہنچانے کے
قانون کو موقوف کیا

ظاہر ہوئی اور پہلے ایک ایسی رائے
 تھی جسکو بہ نسبت دیانت داری
 سے تسلیم کرنے کے شاید زیادہ اکثر
 دلیلیں لایا گیا ہے *

But we must close. The Government of India is an immense subject, and the eight years of Lord Dalhousie's rule was a time of intense activity. Of the infinite variety of subjects which press on the mind of a Governor-General who really does his work, we can only touch, in an article such as this, on a very few; and of these few we must dismiss in a single line questions which were the burden of long and exhausting hours. Lord Dalhousie was an indefatigable worker. From the most distant parts of the dominions he governed, every one of his Lieutenants were sure of immediate attention to their demands, and a speedy answer to their despatches. For the most part the men chosen for the post of Governor-General of India have not been men likely to attain the highest office of all in politics at home. But

لیکن اب ہم کو گفتگو بند کرنی
 چاہیئے، گورنمنٹ ہندوستانی کی
 ایک بہت بڑا مضمون ہے، اور
 جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب کی
 عملداری کے آٹھ برس ایک زمانہ
 سخت مصروفیت کا تھا،
 بے انتہا مختلف مضمونوں میں
 سے جو ایسی گورنر جنرل کی
 طبیعت پر جو اصل میں اپنے
 کام کو پورا کرتا ہے دباؤ کرتے ہیں
 ہم ایسی گفتگو میں جیسیکہ
 پہلے ہے صرف چند مضامین کو
 چھو سکتی ہیں، اور ان چند میں
 سے بھی ایسی معاملوں کو جو
 لکھنؤ اور محنت طلب گھنٹوں
 کا بار تھی ایک ہی سطر میں
 رخصت کرنا ضرور ہے، جناب لارڈ
 ڈالہوزی صاحب سخت محنت
 کش تھے، ان سلطنتوں کے نہایت دور
 دور حصہ سے جنپروہ حکمرانی
 کرتے تھے انکی نایبوں میں سے
 ہر ایک کو اس بات کا یقین رہتا تھا
 کہ ہمارے درخواستوں پر فی الفور

Lord Dalhousie, in our opinion, was one of these. He had large views, a rapid intellect, indefatigable industry, admirable habits of business, great self-reliance. He was a vigorous writer, and had the faculty of ready speech. Conscious of his own powers and of the position he had secured in Parliament, he knew the sacrifice he made in accepting even that 'imperial appointment' which is the greatest office England has to give, except the government of herself. In its noble but laborious duties he worked without ceasing to the last. When he sailed from Calcutta he left behind him in India, and when he reached home he found in England, the universal impression due to long and splendid administration. That impression has been for a time obscured by the occurrence of calamities sudden and terrible indeed. The popular mind, never very steady under the impulse of such events, is all the more easily shaken when very deep

توجہ نہ کی جائیگی اور مراسلات کا جلد جواب دیا جائیگا ، اکثر وہ صاحبان جو ہندوستان کے گورنر جنرل کے عہدہ کے واسطے پسند ہوئی ایسے صاحب نہ تھے جو امور مملکت انگلستان میں بھی غالباً سب میں سے نہایت اعلیٰ عہد و نہر پہنچے ہوں ، لیکن جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب ہمارے میں ایسی صاحبوں میں سے تھے ، انکا حوصلہ عالی اور فہم تیز تھی اور بہت محنتی اور بڑی کار گذار تھے اور اپنی ہی ذات پر بڑا بھروسہ رکھنے والے تھے ، وہ ایک زبردست منشی تھے اور حاضر کلام تھے ، اور کیونکہ اپنی قوتوں سے اور اس رتبہ سے جو انہوں نے پارلیمنٹ میں محفوظ کیا تھا وہ آگاہی رکھتے تھے اسلئے انکو معلوم تھا کہ انہوں نے ایسی شاہنشاہی تقرر کے بھی قبول کرنے سے جو سوائے خاص حکومت انگلستان کے وہ نہایت بڑا عہدہ تھا جسکا بخشنا انگلستان کے اختیار میں سے کیا کیا کچھ چھوڑ دیا ، اس عہدہ کے اعلیٰ لیکن محنت کش کاموں کو وہ

interest is joined to very imperfect knowledge. During the two years, or more, when every fifth-rate writer and speaker thought it necessary to have his say against something which he called 'Lord Dalhousie's policy,' Lord Dalhousie himself maintained a silence which must have been painful, but which we think was right. He could not well have spoken except in his place in Parliament; in that place he never appeared again. He felt, and expressed the feeling, that a time which was a time of intense anxiety to all, and of agony to not a few, was no time even to think of any injustice suffered by himself. There was, after all, nothing to answer which could not be answered by a simple reference to official records of the past. To 'Lord Dalhousie's policy' in the Punjab—to the men he chose—to the forces he organised—to the people he conciliated—we owe in a very large degree the salvation of India. If it had been

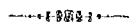
آخر تک کرتے رہے، جبکہ وہ کلکتہ سے روانہ ہوئے تو انہوں نے ہندوستان میں اپنے پیچھے چھوڑا اور جبکہ وہ انگلستان میں پہونچے تو انہوں نے وہاں پر پایا وہ عام اثر لوگوں کی طبیعتوں پر جو ایک دیرپا اور شاندار عملداری کو واجب ہوتا ہے، وہ اثر اچانک اور خطرناک افقوں کے واقع ہونے سے البتہ کچھ عرصہ تک چھپا رہا، عام لوگوں کی طبیعت جو ایسے واقعات کے غلبہ سے ہرگز مستقل نہیں رہتی ہے بہت آسانی سے دگمگا جاتی ہے جبکہ بہت دقیق غرض بہت ناقص علم سے مخلوط ہوتی ہے، دوسروں یا زیادہ عرصہ کے درمیان میں جبکہ ہر پانچویں درجہ کے منشی اور متکلم نے اس چیز کے خلاف میں جسکو وہ لارڈ دالہوزی صاحب کی تدبیر مملکت پکارتا تھا کچھ کہنا ضروری سمجھا جناب لارڈ دالہوزی صاحب نے خود خاموشی اختیار کی جو اگرچہ رنج کی بات تو ضرور تھی مگر ہماری رائے میں وہ درست تھی، سوائے اپنی جگہ پر پارلیمنٹ میں گفتگو

possible to carry into effect at once the policy he recommended in respect to the number and distribution of European troops in the Lower Provinces, it is not too much to say that there would have been no massacre of Cawnpore, and no abandonment of Lucknow. We have seen how largely his policy in other matters has been misrepresented and misunderstood. Farther evidences of this, on yet other questions, will come before us when we deal with the rule of his successor. Meanwhile, we close this review of an eventful time with the expression of a firm belief that, when the records of our empire in the East are closed, Lord Dalhousie's administration will be counted with the greatest that have gone before it ; and that among the benefactors of the Indian people no name will have a better place than his.

کرئیے انکا گفتگو کرنا اچھا نہیں
 ہو سکتا تھا ، لیکن اُس جگہ
 میں وہ پھر کبھی نہیں دکھلائی
 دیئے ، انہوں نے اپنے دل میں
 سوچا اور اس رائے کو ظاہر بھی
 کیا کہ ایک زمانہ جس میں سب
 کو سخت فکر ہو رہا ہے اور اکثر
 لوگ بڑی مصیبت میں مبتلا
 ہو رہے ہیں ایسا زمانہ نہ تھا
 جس میں اُس نا انصافی کا جو
 ہم نے اُٹھائی ہے خیال کرنا
 چاہیئے آخرش کوئی ایسی
 جواب طلب بات نہ تھی جسکا
 جواب زمانہ گذشتہ کی دفتری
 تحریروں پر صرف حوالہ کرنے
 سے نہیں ہو سکتا تھا ،
 جناب لارڈ دالہوزی صاحب کی
 تدبیر مملکت پنجاب کے اور اُن
 لوگوں کی جنکو اُنہوں نے منتخب
 کیا اور اُن افواج کے جو اُنہوں نے
 آراستہ کی اور اُن قوموں کے جنکو
 اُنہوں نے مالوف کیا ہندوستان
 کی سلامتی کے واسطے انگریز
 بہت سا مقروض ہیں ، اگر اُس
 تدبیر مملکت کا دفعۂ عمل میں
 لانا جسکی اُنہوں نے ہنگام کے
 وہوں میں گورے کی فوج کی

تعداد اور تقسیم کی بابت سفارش کی تھی ممکن ہوتا تو یہہ کھنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ کانپور کا قتل اور لکھنؤ کا چھوڑنا پیش نہ آتا، ہمئی دریافت کیا ہے کہ آنکی تدبیر مملکت کو اور معاملوں میں کس قدر غلط بیان کیا گیا ہے اور بہت غلط سمجھا گیا ہے، اس بات کی شہادتیں اور معاملوں پر بھی اس وقت ہمارے روبرو آئینگی جبکہ ہم آنکی جانشین کی عملداری پر گفتگو کریں گے، اسی درمیان میں ہم ایک پُرواغات زمانہ کی اس نظر ثانی کو بہ اظہار خوب یقین کرنے اسباب کے ختم کرتے ہیں کہ جب کبھی انگریزوں کی مشرق کی شاہنشاہی کا دورہ ختم ہو آویگا تب جناب لارڈ دلہوزی صاحب کی عملداری کو نہایت بری عملداری کے برابر جو آسکے پہلی ہوئی ہو شمار کیا جائیگا اور ہندوستانی قوم کے مردیوں کے درمیان میں آنکی نام سے کوئی نام بہتر درجہ نہ رکھیگا *

NOTICE.



A translation of "India under Lord Canning," being the continuation of this Article, in the Edinburgh Review for April 1863, together with the translation of a Minute by Sir John Lawrence on the trial of the king of Delhi will shortly be published, Price 8 annas. Intending subscribers will oblige by sending their names and an eight anna stamp to Lieut. Graham or Syud Ahmud Khan, P. S. Amcen, Ghazeepore.

اطلاع

یہ کتاب صرف واسطے فائدہ تمام ہندوستانیوں کے ہمنے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کی ہے جو جو کام سرکار انگریزی نے ہندوستان میں کیئے اُن کے اصلی باعثوں سے اکثر ہندوستانی ناراض ہیں اور اس سبب سے اُن کے خیالات پریشان ہوتے ہیں اس کتاب میں بڑے بڑے واقعات کا منشاء جو تھوڑے زمانہ پیشتر ہندوستان میں گذرے مندرج ہے اسکے پڑھنے سے ہندوستانی اُن واقعات کا اصلی منشاء دریافت کرسکیں گے کہ وہ کیوں کرنے پڑے تھے *

اس سے زیادہ مفید ایک اور کتاب ہے جس میں جناب لارڈ کیننگ صاحب گورنر جنرل سابق کے عہد کے انتظام پر گفتگو ہے اور جو ہندوستان میں ہوا اُسکے بھی مفید حالات جو قابل اطلاع اور لائق پڑھنے کے ہیں اُس میں مندرج ہیں اُس کتاب کا بھی ہمنے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے اور سرجان لارنس صاحب نے جو اپنی رائے درباب ہند کے لکھے کر پیش کی اُسکا ترجمہ بھی اُس میں شامل ہے اور اس لحاظ سے کہ اُسکی قیمت گراں نہ ہو چارے صرف اردو میں چھاپنے کا ارادہ کیا ہے اور اُسکی قیمت آٹھ آنہ مقرر کی ہے جس کسی کو اُسکا خریدنا منظور ہو اپنی درخواست ہمارے پاس یا سید احمد خان صدرالصدر غازی پور کے پاس معہ تکت تاک قیمتی آٹھ آنہ کے بھیج دے بعد چھپ چکنے کے وہ کتاب اُس کے پاس بھیج دی جاوے گی *

راق

لنٹنٹ جی ایف آیر ونگ گریہم

بنگال سٹاف کالج

تصحیح نامہ اغلاط چھاپہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۴۸ فروری سنہ ۱۸۶۶ ع	۴۸ فروری سنہ ۱۸۵۶ ع
۲۷	۱۵	پھیلا	پھلا
۴۰	۱۸	اعلیٰ ہذا انقباس	عالیٰ ہذا انقباس
۴۱	۷	سوال مانند	سوال کی مانند
۴۴	۱۴	غضب	غضب
۵۹	۲۱	ڈائیکٹر	ڈائیکٹر
۷۲	۸	راستگی	راستگی
۷۴	۱۹	ھوئی	ھوئی
۷۹	۲۱	خرچ	خرچ
۸۰	۷	نکلوایا	نکلوایا
۸۲	۹	مباحثہ	مباحثہ
۸۸	۹	پارلیمنٹ کے	پارلیمنٹ سے
۹۰	۹	ٹوٹا ہے	*
۹۰۰	۲۰	نہ	*
۹۰۷ +	۱۴	ھوئی	ھوا
۱۱۱	۲	اذات	ذات
۱۱۲	۲۳	بندوبست	بندوبست
۱۱۳	۲۷	لارڈ	لارڈ
۱۱۴ +	۱۲	کمپنی	کمپنی
۱۱۵	۱۴	پلٹن	پلٹنیں
۱۱۹	۲	پلٹن	پلٹن
۱۱۹	۶	مقرر	قرار
۱۱۹	۲۷	ظاہر	ظاہر
۱۲۳	۱۸	تعییناتی	تعییناتی
۱۲۴	۱۸	کرینگے	کرینگے
۱۲۶	۱۱	تعلیم	تعلیم
۱۱۷	۱۷	معاملہ	معاملہ
۱۲۸ +	۹	درکار	جو درکار

گفتگو

اپریل سنہ ۱۸۶۳ء کے اتن برع ریویو میں سے

در باب

جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کی عہد حکومت ہند کے

اور

جناب سرجان لارنس صاحب بہادر کی تحریر کا ایک حصہ بابہا اظہار بادشاہ دہلی کے

ترجمہ کیا

لفٹننٹ جی ایف آیزونگ گریہیم صاحب بہادر

بنگال سٹاف کورپس نے



ARTICLE

in the Edinburgh Review for April 1863.

ON

Lord Canning's Administration in India,

AND

Part of a Minute by Sir John Lawrence,
on the Trial of the King of Delhie.

TRANSLATED BY

LIEUT. G. F. IRVING GRAHAM

BENGAL STAFF CORPS,

GHAZEEPORE

PRINTED AT SYUD AHMUD'S PRIVATE PRESS

1863.

NOTICE.

This translation was first intended to have been printed without the English and a notice to that effect was entered in the translation of "Lord Dalhousie's Administration." I have, however for various reasons, decided on printing the English with the Oordoo; and the price in consequence is one rupee instead of eight annas as first intended,

اطلاع

اول میں ارادہ کیا گیا تھا کہ یہ ترجمہ بدون انگریزی کے چھاپا جاوے اور ایک اطلاع مشعر اس ارادہ کے لارڈ ڈالہوزی صاحب کے عہد حکومت کے ترجمہ میں دی گئی تھی لیکن کئی سببوں سے یہی یہاں سے ہوئی کہ یہ ترجمہ معہ امر انگریزی کے چھاپا جاوے اسلئے اس کی قیمت بجائے آٹھ آنہ کے جو پہلے تجویز کی گئی تھی [ایک روپیہ] مقرر کیا گیا ہے *

ARTICLE.

Papers relative to the Mutinies in the East Indies, and Appendices : Sessions 1857-1858.

ALL IS WELL IN OUDE ; — such was the announcement, just received by telegraph from Lucknow, which Lord Dalhousie placed in Lord Canning's hands, as the first and the best greeting he could receive on landing.

In announcing this Lord Dalhousie felt that he was announcing the consummation of a policy which was even more Lord Canning's than his own. Of all his predecessors in the great office which he was then

گفتگو

اولی

کاغذات متعلقہ غدر موقوفہ
ہند و نیز نوشتجات مشمولہ
آنکے جو سنہ ۱۸۵۷ ع
وسنہ ۱۸۵۸ ع میں
بارلیمینٹ کے سامنے
پیش ہوئی

اودہ میں سب خیریت ہے ،
یہ وہ خبر تھی جو آسیدم لکھنؤ
سے بسبیل تار برقی حاصل ہوئی
تھی اور بطور مقدم اور نہایت
عمدہ خوشخبری کے جسکو ہمچون
آئرلینڈ جناب لارڈ کیننگ صاحب
بہادر حاصل کوسکتے تھے جناب
لارڈ ڈالہوزی صاحب بہادر نے
آنکو دی *

اس خبر کے ظاہر کرنے میں
جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب
بہادر نے اپنے دل میں سمجھا
کہ میں ایسی تدبیر کی تکمیل
ظاہر کرتا ہوں جو بہ نسبت میری
زیادہ تر لارڈ کیننگ صاحب

assuming, Lord Canning alone had shared in the responsibility of the Government of India before he touched its shores. He had been member of the Cabinet to whose final decision the question of Oude had been specially referred. That Cabinet had not only decided on the general course to be pursued, but in respect to the measures required for carrying their policy into effect, they had announced through the Court of Directors that they were prepared to cover with their own responsibility the doubts and scruples which had embarrassed Lord Dalhousie. Care had been taken that this should be understood by the King of Oude. The Resident expressly told him that 'the assumption of the Government of Oude had been directed by the Court of Directors, with the unanimous consent of Her Majesty's Ministers, of whom the future Governor-General was one; and that Lord Dalhousie had been directed to carry this policy into execution, prior to his de-

کی تدبیر سے، اس اعلیٰ عہدہ کے اپنے سب پیشینوں میں سے جسکو وہ اسوقت اختیار کرنے کو تھے صرف جناب لارڈ کینڈنگ صاحب بہادر ہندوستان کی حکومت کی جوابدہی میں اسکی سرحد پر پہنچنے سے پہلے شریک ہوئی تھے، وہ اس دیوان خاص کے ایک ممبر ہوتے تھے جس میں اودہ کا معاملہ قطعی فیصلہ کے واسطے خاص کر رجوع کیا گیا تھا، اس دیوان خاص نے صرف اس تمام طریقہ ہی کو جسکی پیروی کرنی چاہیئے قرار نہیں دیا تھا بلکہ بلحاظ ان تجویزوں کے بھی جو ان کی تدبیر مملکت کے عمل میں لائے کو ضرور تھیں کورٹ آف ڈائریکٹر صاحبوں کی معرفت یہ فرمایا کہ ان شبہوں اور شکوں کے رفع کرنیکو جنہوں نے لارڈ ڈالہوزی صاحب کو مضطرب کر رکھا تھا اپنی ذمہ داری سے ہم خود تیار ہیں، ہندوستان کیا گیا تھا کہ یہ بات اودہ کے بادشاہ کو سمجھائی جاویں، چنانچہ رزیڈنٹ صاحب نے ان سے علانیہ کہا کہ کورٹ آف ڈائریکٹر صاحبوں نے باتفاق

parture from India,* Little more than two months had elapsed since the orders of the Court had been received. Those orders were delivered to Lord Dalhousie at midnight, on the 2nd of January, 1856; and the termination of his rule had been fixed for the 1st March. This was short time for the execution of measures of such importance. By the end of the month the troops of the Company had crossed the Ganges; and on the 7th of February Outram had formally assumed the Government of the country, in the name of the Supreme Government of India.

منظوری وزیر ملکہ معظمہ کے جنمیں سے ایک اب آنے والے گورنر جنرل صاحب تھے اودہ کی حکومت لینڈ کی ہدایت کی ہی اور جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب کو ہندوستان سے تشریف لیجانے سے پہلے اس تدبیر مملکت کے عمل میں لانے کا حکم ہوا ہے (کاغذات اودہ صفحہ ۲۸۳ خط میجر جنرل اوترم صاحب بہادر اسمی بادشاہ مورخہ پہلی فروری سنہ ۱۸۵۶ ع) دوسہینے سے کچھ زیادہ دن گذری تھے جب سے کورٹ کے احکام پائے گئے تھے وہ احکام جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب کو دوسری جنوری سنہ ۱۸۵۶ ع کی آدھی رات کو دیئے گئے اور انکی حکومت کا اختتام مارچ کی پہلی تاریخ پر قرار پایا تھا ایسے بندوبست عظیم کے تمام کرئیے لیئے اتنا قلیل زمانہ بہت کم تھا، مہینے کے ختم ہونے تک کمپنی کی فوج گنگا کو عبور کرچکی تھی اور ساتویں فروری کو اوترم صاحب نے سوپریم گورنمنٹ ہند کے نام سے ملک اودہ کی حکومت کو موافق دستور کے

اختیار کیا *

Lord Canning, therefore, when, in March 1856, he assumed the Government of India assumed also the Government of Oude. The work of taking military possession of the country was a work which he found completed. And there was another task more difficult and more important, which he found completed also. The last weeks of Lord Dalhousie's laborious life in India, had been devoted to organising the Government of the new Province, choosing the men who were to conduct it, and laying down the principles on which its people were to be ruled. Lord Canning continued to administer the system which he thus found established. Like so much else which Lord Dalhousie did, the instructions issued for the Government of Oude have generally been spoken of in terms betraying entire ignorance of what these instructions were. Oude was to be ruled as nearly as possible as the Punjaub had been

اسلئے جب کہ مارچ سنہ ۱۸۵۶ء میں لارڈ کیننگ صاحب نے ہندوستان کے انتظام کو قبضہ میں لیا تو انہوں نے اودہ کی حکومت کو بھی اپنے اختیار میں کر لیا، ملک پر فوج سے قبضہ لینے کا ایک کام تھا جو انہوں نے مکمل پایا، ایک اور زیادہ مشکل اور زیادہ اہم کام تھا کہ آسکو بھی انہوں نے پورا پایا، یعنی ہندوستان میں لارڈ دلہوزی صاحب کی جانفشانی کے پچھلے ہفتے نئے صوبہ کے بندوبست میں ان اشخاص کے انتخاب کرنے سے جن سے آسکی کارروائی کرنی تھی اور ان اصولوں کے بنانے کے لیٹی جن کے موافق وہاں کی رعایا کا انتظام ہونی کو تھا صرف ہوئی تھی، لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے جو اس طرح کا بندوبست مقرر پایا آسکو انجام دیتی رہے، ان احکاموں پر جو اودہ کی حکومت کے لئے جاری کیئے گئے مثل اور بہت سے کاموں کے جو لارڈ دلہوزی صاحب نے کیئے ہیں لوگوں نے ایسی ہی بارت سے عموماً گفتگو کی ہے

ruled. Scrupulous respect for all existing rights, whatever those rights might on inquiry be found to be ; protection to the cultivator of the soil from farmers of the revenue who had been the curse of Oude ; assessments light, and as equal as they could be made ; a rapid administration of justice unencumbered with dilatory and expensive forms—these were the leading principles which Outram was to observe in the first summary settlement of the province. The essential idea of these instructions was, that our dealings with the people of Oude were to be founded on their own ancient customs. It was Lord Dalhousie's object ' to improve and consolidate the popular institutions of the country, by maintaining the village Coparcenaries, and adapting our proceedings to the predilections of the people and the local laws to which they were accustomed.' Nor is it true, as has been often said, that any violent course was contemplated in respect to those who were called ' Talook-

جس سے بالکل ناواقفیت ان لوگوں کی ان احکاموں سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ احکام اصل میں کیسے تھے ، اودہ کا انتظام بھی جہاں تک ممکن ہو پنجاب کے موافق ہونے والا تھا ، جمیع حقوق موجودہ پر جیسے کچھ وہ تحقیقات میں پائے جاویں ایک دقیق لحاظ مانگداری کے پٹی داروں سے جنسے اودہ پر مصدبت تھی — کاشتکاروں کی حفاظت — جسقدر مساوی ہر کسی آئندہ خفیف جمع بندی — اور ایک سوسری عدالت کا انتظام جو دیر اور خرچ کے قاعدوں سے بھاری نہ ہووے — یہ سب وہ مقدم اصول تھے جن پر پہلی پہل کے مختصر انتظام میں صوبہ کے اوترم صاحب کو لحاظ کرنا لازم تھا ، ان احکاموں کا اصلی منشاء یہ تھا کہ انگریزی معاملے اودہ کی رعایا کے ساتھ خود ان کی قدیم رسموں کی بنیاد پر کیئے جاویں ، لارڈ ڈلہوزی صاحب کا مقصد یہ تھا ، کہ دیہات کی اراضی قائم رکھنے اور انگریزی معاملوں کو لوگوں کی عادتوں اور ان کے معمولی قانون سے جنکے

dars' in Oude. The rapine habitually exercised by this class, had been among the most desperate oppressions of the people. The reports of Sleeman, of Outram, and of Lawrence describe in terrible detail the miseries they had inflicted. But though Lord Dalhousie desired that this class should be thoroughly restrained, and that the Government should deal directly with the village Zemindars, or with the Proprietary Coparcenaries wherever these were found to exist, he intimated at the same time that the claims of the Talookdars, or of others who had exercised power under the former system, 'should be brought judicially before the Courts competent to investigate and decide upon them.' Outram was further directed to confirm and maintain all genuine grants of rent-free lands given by the former Government.

وہ عادی تھے مطابق کرنے سے عام پسند آئیں ملک کی بہتر اور قائم کیئے جاوے، اور یہہ جو اکثر کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کے باب میں جنکو اودہ میں لوگ تعلقہ دار کہتے تھے کچھہ ظلم کی تدبیر لکھاظ کی گئی تھی ہرگز سچ نہیں ہے، لوٹ مار جسکے وہ قدیم سے مشاق تھے رعیت ہر ایک نہایت سخت ظلموں میں سے ہوئی تھے، سلیم صاحب اور اترم صاحب اور لارنس صاحب کی رپورٹوں میں ان تدبیروں کا جو اس قوم نے پھونپائیں تھیں ایک مفصل درناک بیان ہے، اگرچہ لارڈ ڈلہوزی صاحب نے چاہا کہ یہہ قوم بخوبی تمام زر کی جاوے اور سرکار گانوں کے زمینداروں یا شرکائی محل سے جہاں وہ موجود ہوں خاص معاملہ کرے، لیکن انہوں نے یہہ بھی ظاہر کیا کہ تعلقہ داروں یا ان لوگوں کے دعویٰ جو لوگ پہلے کے بندوبست میں قدرت رکھتے تھے، بہ تعمیل شرایع ان عدالتوں کے سامنی پیش ہونے چاہئیں جو ان کی تحقیقات اور فیصلہ کے لیئے لایق

ہیں (کاغذات اودہ صفحہ ۲۶۰)
علاوہ اسکے جناب اوترم صاحب بہادر
کو ان سب معافی کی اراضیات
کی اصل جاگیروں کے بھی بحال
اور قائم رکھنے کا حکم ہوا تھا جو
حکومت سابق سے بخشی گئیں
تھیں *

Such was the nature of the system for the Government of Oude, which in course of being rapidly carried into effect, Lord Dalhousie handed over to Lord Canning. 'All was well in Oude'—and all continued to be well for the whole of the first year of Lord Canning's rule; no change was made; nor was there any reason to suppose that change was needed. Discontent, of course, there must have been—deep discontent among the predatory chiefs who were now for the first time restrained under a just and powerful Government. But the Talookdars of Oude were as helpless under Outram, as had been the Sirdars of the Punjaub under Lawrence. There was every ground for the hope and the belief that a system of government which was no

اودہ کے انتظام کی 'صلیت
ایسی تھی جسکو جناب لارڈ
ڈالہوزی صاحب نے عین حالت
سرگرمی تعمیل میں جناب لارڈ
کیننگ صاحب کے سپرد کر دیا
"اودہ میں سب خیریت تھی"
اور جناب لارڈ کیننگ صاحب کی
عملداری کے پہلے تمام سال میں
سب طرح خیریت رہی
تبدیلی نہیں کی گئی اور نہ
کوئی وجہ خیال کرنیکی تھی
کہ کسی تبدیلی کی ضرورت تھی
ناراضی البتہ ہوئی ہوگی اور
سخت ناراضی ان غارتگر سرداروں
میں جو اب پہلے ہی مرتبہ ایک
عادل اور قوی حکومت سے روکے
گئی تھی، لیکن اودہ کے تعلقہ
دارجناب اوترم صاحب بہادر کے
تحت میں ویسی ہی عاجز
تھے جیسے پنجاب کے سردار جناب

experiment, but one which had been well tried elsewhere with the happiest results, would in a few more years 'become the instrument of restoring to affluence and prosperity one of the most fertile regions of the globe.'

لارنس صاحب کے تحت میں ہوئی تھی، اس امید اور عقیدہ کی ہر ایک وجہ تھی کہ ایک ایسا انتظام جو امتحاناً نہ تھا بلکہ ایک ایسا تھا جس کے نہایت عمدہ نتیجوں سے اور جگہ خوب آزمائش ہو چکی تھی چند برس میں "دنیا کی نہایت زر خیز ولایتوں میں سے ایک کو دولت مند بنی اور اقبال سے بحال کرنے کا وسیلہ ہو جاویگا" (جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب بہادر کے احکام کاغذات اردہ صفحہ ۲۶۰) *

Within six months of Lord Canning's arrival his Government was called upon, out of its superabundant strength, to support the policy of England beyond the frontiers of India. An expeditionary force was sent to Persia, commanded by the gallant Outram. We shall not discuss here the policy of the Persian war, nor relate the incidents of its short and successful course. One historical interest, however, attaches to the Persian expedition of 1856. It was the last of its kind.

جناب لارڈ کیننگ صاحب کے تشریف لانیے چھ مہینے کے اندر گورنمنٹ ہند سے بسبب اس کے ازبیس قوی ہونیکے چاہا گیا تھا کہ انگلستان کی تدبیر مملکت کو ہندوستان کی سرحد کے باہر تقویت دیوے ایرانی ملک کی چڑھائی پر ایک فوج بسر داری جناب اوٹرم صاحب بہادر بھیجی گئی تھی، ہم یہاں ایران کی لڑائی کی تدبیر پر گفتگو نہ کریں گے نہ اس کے مختصر اور کامیاب دور کے واقعات کو بیان کریں گے، لیکن ایران کی سنہ ۱۸۵۶ء کی مہم سے ایک تاریخانہ غرض

Parliament was jealous of a war conducted by troops over which it had no regular control in the matter of finance; and this expedition led to the adoption of a clause in the Act 21 & 22 Vict. c. 106., by which it is now unlawful to apply the revenues of India in support of any military operation beyond the frontiers of India, unless with the consent of both Houses of Parliament.

متعلق ہے، بہہ مہم اور سبب
اپنی ہمجنس مہموں سے بچھلی
تھی، پارلیمنٹ کو ایک ایسی
لڑائی سے رشک تھا جس میں
ایسی فوج مصروف ہوئی جس
کے اخراجات کی بابت وہ کوئی
باقاعدہ بندش نہ رکھتے تھے اور یہ
مہم ایکٹ ۲۱ و ۲۲ ریگنوریا کے
باب ۱۰۶ میں ایک ضمن کے
داخل کیئے جانیکا باعث ہوئی
جسکی رو سے ہندوستان کی
سرحد کے باہر کے کسی جنگی
کام کی تقویت میں ہندوستان
کی آمدنی کا لگنا بغیر منظوری
دونوں مجلس پارلیمنٹ کی
اب خلاف قانون ہے *

All the signs of peace in which Lord Canning's Government began, continued to surround his course during the whole of the year 1856. There was no danger apparent, and for the best of all reasons,—there was no danger present, except such dangers as, in India, are present always. It is very difficult to make men believe, when a great calamity has occurred, that it has arisen from

امن کی وہ سبب نشانیاں جن
میں جنات لارڈ کیننگ صاحب
کی عملداری شروع ہوئی تمام
سال سنہ ۱۸۵۶ ع میں اُسکے دور
کو گہیرے رہیں، نہایت عمدہ
وجوہات کے رو سے سوائی ایسے
خطروں کے جو ہمیشہ ہندوستان
میں موجود ہیں کوئی خطرہ
نہ تھا، ایک بڑی آفت ہونے کے
بعد لوگوں کو یہ یقین دلانا بہت
مشکل ہوتا ہے کہ وہ آفت ان

causes with which they have been long familiar, but of which they have taken little notice. Such causes, though, perhaps, of tremendous power, always seem small causes, and inadequate to the effect. On the other hand, they readily attribute such calamity to any transaction or event, however weak or inefficient, which has attracted their attention much and recently. Everything, at such times, is seen out of its true perspective, and much that is said, accordingly, is the mere utterance of bewilderment, resentment, or alarm. To this class of delusion must be ascribed the vague confused idea, that the mutiny of the army of Bengal was in some way due to the annexation of Oude. It is perfectly true that there was an extensive connexion between the Sepoy regiments and the population of that country. A majority of the men in every regiment of the army of Bengal were recruited in Oude, and their families resided there. But if this circumstance gave to the

باعثوں سے پیدا ہوئی ہے جنکو وہ مدت سے جانتے تو تھے لیکن انپر کم توجہ کرتے رہے ہیں ایسے سبب اگرچہ نہایت قوت رکھتے ہوں ہمہ بشہ، خفیف اور اپنے اثر سے غیر مناسب معلوم ہوتے ہیں، برعکس اسکے وہ لوگ ایسی آفت کو کسی ایسے معاملہ یا واقع سے گورہ کیسا ہی کم زور یا غیر موثر ہو جس پر ان لوگوں کی حال میں بہت توجہ نہ مایل ہوئی ہے بدل و جاں منسوب کرتے ہیں، ایسے وقتوں میں ہرشی برخلاف اپنے ظہور کے نظر آیا کرتی ہے اسلئے اکثر جو کچھ کہا جاتا ہے صرف گہدراہمت یا غصہ یا پریشانی کی گفتگو ہوتی ہے، اس دھوکے کی قسم سے اس مذہب اور پریشاں خیال کو منسوب کرنا چاہیئے کہ ملک اودہ کی ضبطی بدگال کی فوج کی سرکشی کا کسی قدر باعث ہوئی ہے، یہ بالکل سچ ہے کہ سپاہی کی پلٹنوں اور اس ملک کی رعایا میں بڑا رشک تھا، بدگال کی فوج میں ہریک پلٹن میں اکثر سپاہی اودہ

Sepoys any very warm affection for the Native Government, or any warm interest in its stability, they must have been a singular exception to all other classes of their country-men. The theory requires that they should have considered it a privilege to be under the rule of the King of Oude, and a misfortune to be brought under the rule of the Governor-General of India. But the fact, as might be expected, was precisely the reverse. It was the special privilege of the Oude Sepoy that he and his family, from the moment of his enlistment, was able to claim, and did habitually claim, the protection of the British Government, through its Resident at Lucknow. If, therefore, the Oude Sepoy rebelled because Oude was annexed, he rebelled, not because he thereby lost any privilege himself, but because a privilege, which he very highly valued, was extended to all his countrymen. Human nature is very bad, but it is not quite so perverse as this; and the truth is,

میں سے بھرتی ہوئے اور اُن کے خاندان وہیں پر آباد تھے، لیکن اگر اس سبب سے سپاہیوں کو کچھ دلی محبت نسبت ہندوستانی حکومت اودہ کے یا کچھ بڑی غرض اُسکے قائم رہنی میں تھی تو وہ ایک عجیب مستثنیٰ اپنے هموطنوں کی اور سب قوموں میں سے تھے، اس قیاس سے لازم آتا ہے کہ انہوں نے اودہ کے بادشاہ کے انتظام کے تحت میں رہنے کو خوش نصیبی اور گورنر جنرل صاحب کی تحت حکومت ہونے کو بد بختی اپنی سمجھا، لیکن جیسا توقع کیا جائے حقیقت ٹھیک اُسکے برعکس تھی، اودہ کے سپاہی اور اُن کے خاندان کا خاص استحقاق تھا کہ وہ انگریزی نوکری میں اپنے بھرتی ہونیکے وقت سے لکھنؤ کے رزیدنٹ صاحب کی معرفت انگریزی حکومت کی حفاظت میں ہونیکا دعوے کرسکتے اور ہمیشہ کیا ہے، اسلئے اگر اودہ کے سپاہی نے اودہ کی ضبطی کے سبب سے سرکشی کی تو اُس نے اسوجہ سے سرکشی نہیں کی کہ اُس سے

that unlikely and unnatural as such a motive would be, even this motive did not really exist. The Oude Sepoy, though entitled to British protection, was not always able to obtain it. His family was living in a country which was a prey to oppressions without limit and without number; and, though he was perpetually appealing to the Resident for protection or redress, the Resident was unable to secure it for one out of a hundred of the complaints to which he had to listen; consequently, the Sepoy had a direct interest, second only to that of his less privileged neighbours, in coming effectually under the government which was already, in theory, his own. Practically he was still subject to the evils suffered by the community to which his family belonged. Consequently, it is not surprising to find that Colonel Sleeman, in a letter to one of the Directors in 1852, specially referred to the interests and wishes of the Sepoys as an additional reason in favour of our possessing

اُسکا کوئی حق جانا رہا بلکہ اس باعث سے کہ ایک استحقاق جسکو وہ بہت عزیز جانتا تھا اُسکے تمام ہموطنوں کو پہونچایا گیا، انسان کی طبیعت بہت خراب ہے لیکن ایسی ناراست جیسی یہہ ہے نہیں ہے اور سمجھ تو یہہ ہے کہ جو باعث ناموافق اور خلاف خلقت ایسا ہوتا یہہ بھی اصل میں نہ تھا، اودہ کے سپاہیوں کو اگرچہ انگریزی حفاظت اُسکا حق تھی لیکن ہمیشہ نہیں مل سکتی تھی، اُسکا خاندان ایسے ملک میں جو بیشمار ظلموں کا شکار تھا آباد تھا، اور اگرچہ وہ ہر وقت رزیدنٹ صاحب سے حفاظت یا داد خواہی کے واسطی استغاثہ کرتا تھا لیکن رزیدنٹ صاحب سو میں سے ایک نالش کی داد بھی جنکا سنا اُن پر لازم تھا نہیں دی سکتے تھے، اسلئے سپاہی قرار واقعی ایسے گورنمنٹ کے تحت میں آجانے سے جو فی الحال خیال میں اُسکی تھی اپنے کم حق دار ہمسایوں کی غرض کی نسبت صرف دوسرے درجہ کی صاف

ourselves of the Government of Oude. He says:—

غرض رکھتا تھا ، اصل میں وہ اب تک آن نقصانوں کا متحمل تھا جنکو وہ رعایا جس میں اُس کا خاندان بھی شامل تھا اُنہا تي قہي ، اسلئے یہہ معلوم کرنا تعجب فہيں ھے کہ جناب کرنیل سلیمں صاحب نے ایک چھٹی میں جو اُنہوں نے بنام ایک ڈائریکٹر صاحب کے سنہ ۱۸۵۲ ع میں لکھی سپاہیوں کی غرض اور خواہشوں پر خصوصاً بطور ایک زیادہ دلیل کے اشارہ کیا کہ سرکار حکومت اودہ کی لی لیوے “ وہ کہتے ہیں *

‘We have at least 40,000 men from Oude in the armies of the three Presidencies, all now, rightly or wrongly, cursing the oppressive government under which their families live at their homes. These families would come under our rule, and spread our good name as widely as they now spread the bad one of their present ruler. Soldiers with a higher sense of military honour, and duty to their salt, do not exist, I believe, in any country. To have them bound

“ کہ کم سے کم چالیس ہزار اودہ کے سپاہی سرکار کے تینوں احاطوں کی افواج میں ہیں اور وہ سب اُس جابر حکومت کو جسکے تحت میں اُن کے خاندان آباد ہیں حق ناحق بد دعا کرتے ہیں ، اگر سرکار اُس ملک کو ضبط کرے تو خاندان ان لوگوں کے انگریزی حکومت کے تحت میں آویں اور سرکار کی نیکنامی کو اتنی دور دراز تک مشہور کریں جتنی وہ بدنامی کو اپنے بادشاہ حال کی اب مشہور کرتے ہیں ‘

to us by closer ties than they are at present, would, of itself be an important benefit.' (*Sleeman's Journey through Oude*, vol. ii. p. 379.)

But, if it is a delusion to suppose that the interest of the Oude Sepoy lay in preserving the Native Government, it is, if possible, a still greater delusion to suppose that any feeling of religion or of race can have tended in that direction. The people of Oude is, in large proportion, a Hindoo people, and our Sepoys derived from it were in large proportion Sepoys of the Hindoo faith. They were notoriously not only Hindoos, but generally men of the highest castes, and bigoted beyond others. in their religion. The reigning family of Oude was a Mahomedan family. It represented a government which was odious in itself; and it represented, besides, a race

ہماری سمجھ میں ایسے سپاہی جنگی عزت کے زیادہ قدر کرنے والے اور نمک حلائی کے فرض کو سمجھنے والے کسی ملک میں نہیں ہیں ، سرکار کو جس قدر کہ اب ہیں آس سے قریب تر رشتوں سے اُن کو اپنا پابند کرنے میں بذاتہ ایک بڑا فائدہ ہوگا (سلیمن صاحب کا سفر اودہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۹) *

لیکن اگر یہ سمجھنا ایک دھوکا ہے کہ اودہ کے سپاہی کا فائدہ ہندوستانی حکومت کے قائم رکھنے میں تھا تو بشرط امکان یہ خیال کرنا ایک زیادہ تر دھوکا ہے کہ کسی مذہبی یا ذات کے خیال نے اُس طرف کو متوجہ کیا ہو ، اودہ کی رعایا کا بہت سا حصہ ہندو رعایا ہے اور سرکار کے سپاہی جو وہانسی بہرتی ہوئی اندازہ میں زیادہ قوم ہندو تھے ، وہ علانیہ صرف ہندو ہی نہ تھے بلکہ عموماً سب سے اعلیٰ ہندو ذات کے لوگ اور اورنسی دین میں متعصب تھے ، اودہ کی سلطنت کرنے والا ایک مسلمان خاندان تھا ، وہ خاندان علامت ایسی سلطنت کا تھا جو بذاتہ

and a faith from which the natives of Hindostan had suffered conquest and immemorial oppression.

The notion that the army of Bengal must have been affected by opinions on the Oude question, which were the opinions of a small section of anglo-Indian politicians stands in curious contrast with the notion that the Sepoy regiments cannot have been really affected to any serious extent by a trivial incident affecting the prejudices of caste. This estimate of the relative importance of the two matters is very natural from our European point of view. It is an optical deception. The annexation of Oude was a very recent event, and a very important one in the history of Anglo-Indian politics. The difficulties connected with it had held successive governors-general at bay. At the last moment it had divided the members of the supreme Government of India. A decision so important in minds of English statesmen must, it is as-

مکروہ تھی اور وہ ایک قوم اور ایک دین کی بھی علامت تھا جس کے ہاتھ سے ہند کی رعایا پر فتح اور قدیم سے ظلم ہوئی تھی *
یہ خیال کہ فوج بنگال پر ایک قلیل گروہ ہندوستان کی انگریزی مدبروں کی راہوں سے جو اودہ کے معاملہ پر دیکھیں اثر ہوا ہوگا اس خیال سے طرفہ برعکس رکھتا ہے کہ سپاہیوں کی بلڈوں پر ایک خفیف واقعہ متعلقہ تعصبات ذات کا کوئی بڑا اثر نہیں دوسکتا تھا ، یہ اندازہ ان دنوں معاملوں کی باہم بڑائی کی نسبت کا ہماری انگریزی نظر سے جدا ہے ، یہ ایک دیکھاوت کا دھوکا ہے ، اودہ کی ضبطی ایک بہت جدید اور انگریزی ہندوستانی تدبیر مملکت کی تواضع میں ایک بڑا امرام کا معاملہ تھا ، اس سے علاقہ رکھنے والی مشکلوں نے آگے پیچھے آنے والی گورنر جنرل صاحبوں کو اس سے باز رکھا تھا ، اخیر لحظہ میں بھی اس معاملہ نے سوپریم گورنمنٹ ہند کے ممبروں میں اختلاف ڈالا تھا ، یہ تسلیم

sumed, have equally attracted the attention, and must have equally affected the mind, of native soldiers. On the other hand, caste is a superstition with which we have long been familiar. We had respected it, acknowledged it, almost shared in it. How could any new effect arise from so old and so well-known a cause? It is true, indeed, that the institution of caste had been long familiar to us. But it is hard for any European to measure or understand the nature of its power. If we would see in operation the tremendous force which produced the great mutiny of 1857, we must look, not to any political measure, however recent or notorious, but to old familiar incidents in the story of our rule in India. Col. Skinner, founder of the famous Irregular Force called 'Skinner's Horse,' gives us the following account of what happened to himself on the 31st January, 1800, when left wounded on the field after an engage-

کیا جاتا ہے کہ ایسی تصفیہ نے جو انگریزی مدبوٹکی سمجھ میں ایسا امر اہم کا تھا ضرور ہندوستانی سپاہیوں کی توجہ کو مساوی درجہ سے اپنی طرف مایل کیا ہوگا اور انکی طبیعت پر اثر کیا ہوگا، برخلاف اسکی ذات ایک ایسا لغو عقیدہ ہے جس سے انگریز قدیم سے اکاھی رکھتی ہیں، انگریزوں نے اسکا ادب کیا تھا اور اسکو تسلیم کیا تھا اور اُس میں شریک ہوئے کے قریب ہوئی تھی، ایک ایسی قدیم اور مشہور باعث سے کچھ نئی تاثیر کس طرح پیدا ہو سکتی، البتہ سمجھ ہے کہ ذات کے عقیدہ سے انگریز بہت دنوں سے واقف تھے، لیکن کسی ولایتی صاحب کو اسکی قوت کی خاصیت کا اندازہ کر لینا یا سمجھ لینا مشکل ہے، اگر ہم اُس مہذب قوت کی تحریک کو جسکی سنہ ۱۸۵۷ ع کے برے غدر کو پیدا کیا دیکھنا چاہتی ہیں تو ہم کونہ کسی تدبیر مملکت کے معاملات پر جسقدر جدید یا مشہور وہ ہوں دیکھنا

ment with the Rajah of Oone-
ara :—

چاہیئے بلکہ ہندوستان کی انگریزی
عملداری کی تواریخ کے برائے
واقعات مشہورہ پر لحاظ کرنا
چاہیئے ، کرنیل اسکندر صاحب
جنہوں نے آس نامور ارریگلر فوج
کو جسکا نام اسکندر صاحب کا رسالہ
تھا بھرتی کیا جو کچھ اُن پر ۳۱
جنوری سنہ ۱۸۰۰ ع میں جب
وہ ایک لڑائی میں جو راجہ
اونیارہ سے ہوئی تھی وزمگاہ میں
پر تپ رہی تھی گذرا تھا حسب
ذیل بیان کرتے ہیں *

‘It was about three in the
afternoon when I fell, and I
did not regain my senses till
sunrise next morning. When
I came to myself, I soon re-
membered what had happened,
for several other wounded sol-
diers were lying near me. My
pantaloon was the only rag
that had been left me, and I
crawled under a bush to shelter
myself from the sun. Two
more of my battalion crept near
me—the one a Soobahdar that
had his leg shot off below the
knee; the other, a Zemadar,
had a spear wound through his

“تیس بجی قریب شام کے ہم
گہرے اور صبح تک بیہوش رہے‘
جب ہوش آیا تب ہم کو جو
کچھ گذرا تھا یاد آیا اسلئے کہ
بہت سے اور زخمی سپاہی
ہماری قریب پرے تھے ، میری
پتلون صرف وہ چٹھڑا تھا جو
میرے پاس رہ گیا تھا اور دھوپ
کے بچانے کو ہم ایک جہازی کے
نیچے گھس گئے ، اور ہماری فوج کے
دو آدمی اور ہمارے پاس کھسک
آئی تھے ایک صوبہ دار تھا جسکی
ٹانگ گھٹنے سے نیچے گولہ سے
اور گئی تھی دوسرا جمعدار جسکے
بدن پر برچھپی کا زخم لگا تھا ، ہم

body. We were now dying of thirst, but not a soul was to be seen, and in this state we remained the whole day, praying for death. But, alas! night came on, but neither death nor assistance. The moon was full and clear, and about midnight it was very cold. So dreadful did this night appear to me that I swore, if I survived to have nothing more to do with soldiering—the wounded on all sides crying out for water—the jackals tearing the dead, and coming nearer and nearer to see if we were ready for them: we only kept them off by throwing stones and making noises. Thus passed this long and terrible night. Next morning we spied a man and an old woman, who came to us with a basket and a pot of water; and to every wounded man she gave a piece of bread from the basket and a drink from her water-pot. To us she gave the same, and I thanked heaven and her. But the Soobahdar was high caste Rajpoot; and as this woman was a "Chumar" (or of the lowest caste),

سب پیاسے مر رہے تھے لیکن کوئی نظر نہ آتا تھا اور ہم لوگ ایسی حالت میں دن بھر موت کی خواہش کرتے رہے، افسوس رات تو آئی مگر نہ موت آئی اور نہ مدد آئی، چاند پورا اور صاف تھا اور قریب ادھی رات کے نہایت سردی ہوئی، یہ رات ہم کو ایسی ہولناک معلوم ہوتی تھی کہ ہم نے قسم کھائی کہ اگر ہم جیتے بچیں گے تو سپہ گری کے کام سے کچھ سروکار نہ کریں گے، زخمی لوگ ہر طرف بانی بانی چلائے تھے، گیدڑ مردوں کو پہاڑی کہاتے تھے اور یہ دیکھنے کے لیئے نزدیک کر آ جاتے تھے کہ ہم لوگ آنکھیں غذا کے قابل ہو چکے یا نہیں ہملوگوں نے صرف ہتھ مارنے اور شور غل کرنے سے انکو روکا تھا، اس طرح سے یہ پہاڑی اور ہولناک رات گذری، صبح کو ہم نے ایک مرد اور ایک بڑھی عورت کو دیکھا کہ ایک ٹوکڑ روٹی اور ایک گھڑا پانی کا لیئے ہوئی ہمارے پاس آ پہونچی اور ہر ایک زخمی کو اُس عورت نے ٹوکڑ میں سے کچھ روٹی اور گھڑے میں سے

he would receive neither bread nor water from her. I tried to persuade him to take it, that he might live; but he said that in our state, with but a few more hours to linger, what was a little more or a little less suffering to us? Why should he gave up his faith for such an object? No, he preferred to die unpolluted.*

کچھہ ہانی دیا، ہم لوگوں کو بھی
اُسنے اُسی طرح دیا ہمنے خدا کا اور
اُسکا شکر کیا لیکن صوبہ دار صاحب
نے جو ایک اعلیٰ ذات کے راجپوت
تھے اُس عورت سے کہ چماری تھی
روٹی ہانی کچھہ نایا، ہمنے اُنکو
سمجھایا کہ وہ اُس روٹی اور ہانی کو
لیویں تاکہ زندہ رہیں مگر اُنہوں نے
کہا کہ ایسی حالت میں جو اب
ہماری ہے یعنی چند گھنٹی
مرنے میں ہمکو باقی ہیں کم و
زیادہ دکھ سے ہم کو کیا، اتنی
طمع سے ہم کیونکر اپنے دینکو
چھوڑ دینگے نہیں ہمکو پاک
صاف مرنا بہتر ہے (لفٹننٹ
کرنیل جیمس اسکندر صاحب کی
جنگی سرگذشت کی پہلی جلد
صفحہ ۱۷۸) *

The strength which, against the cravings of failing nature, could resist the double tortures of such temptation must have been strong indeed. The value which a man places in his honour, or a woman in her virtue, or the proudest in his special source of pride;—the pride of race, the pride of theology, the pride

ایسی قوت جو طبیعت کے
ضعیف ہوتے جانے کے وقت
کی خواہشوں کے برخلاف
ایسی ترغیب کی درگوندہ غذا یونکا
مقابلہ کرسکتی تھی البتہ نہایت
قوی تھی، جو قیمت ایک
شخص اپنی عزت پر یا ایک عورت
اپنی عصمت پر یا ایک نہایت
مغرور اپنے غرور کی خاص بنیاد پر

of birth;—the tenacity with which the most saintly Christian clings to a true faith and a holy life,—all are concentrated and caricatured in the passion with which a Brahmin guards from pollution the purity of his caste. And yet that pollution may come to him by no conscious act of his own—by accident—or by the design of another. In a moment he may be degraded, defiled, disgraced,—driven from amongst his kindred, and lost in the world to come. When such a fear takes possession of the mind, it becomes a prey to incurable suspicions. Contact with other minds under similar impressions increases tenfold the tendency to panic. Explanations and assurances which would allay the fears of one, are repelled by the ignorance or ill temper of another. Suspicion becomes terror, and terror becomes hatred, until at last a body of men, under the sway of such passions, is capable of any folly and of any crime.

تھرا تا ہے اور قوم کی شیخی اور علوم دین کا فخر اور خاندان کی مشیخت اور مستقل مزاجی جس سے ایک خدا پرست عیسائی ایک سچی ایمان اور پاک زندگی کے ساتھ لگا رہتا ہے یہ سب اُس جذبہ میں ہم کر اور مجتمع ہیں جس سے ایک برہمن اپنی ذات کے کھربیں کو الودگی سے حفاظت کرتا ہے، تسپر بھی وہ الودگی اُس کے کسی نادانستہ فعل یا اتفاق سے یا دوسرے شخص کے فطرت سے اُس برہمن پر پہونچ سکتی ہے، ایک لمحہ میں وہ بے حرمت اور ناپاک اور بے دین اور اپنے خاندان میں سے خارج اور آئندہ کو دنیا سے مردود ہو سکتا ہے، جب ایسا خوف دل کو پہونچتا ہے تو وہ لا علاج و ہموں کا شکار ہو جاتا ہے، اور نہ کسی ایسی طبیعتوں کا متفق ہو جانا جو ایسے ہی اثروں سے مغلوب ہیں ہیبت کے میدان کو دس گنا بڑھاتا ہے، تشریحوں اور یقین دلائیوں میں جس سے ایک شخص کے خوف میں شاید تخفیف ہووے دوسرے شخص کی نادانی یا بدظنی

آسکو تسلیم نہیں کرتی ، وہم
ہیبت ہو جاتا ہے اور ہیبت
بد خواہی ہو جاتی ہے یہاں
تک کہ آخر کار ایک گروہ ایسے
جذوبوں کی اطاعت سے کوئی
حماقت یا جرم کرنے کے قابل
ہو جاتا ہے *

This is the power which some writers and speakers in this country have regarded as trivial; and which their ignorance of native character has led them to set aside as less capable of explaining the mutiny of the Bengal army than plots or conspiracies of which there is no trace whatever, and which if they had existed, could never have accounted for the curious and terrible phenomena of 1857.

یہ وہ قوت ہے جسکو انگلستان
کے بعض مورخوں اور متکلموں نے
بے قدر سمجھا ہے ، اور ان لوگوں
نے ہندوستانی خصلت سے
ناواقف ہونیکے سبب سے اس
قوت کو یہ سمجھ کر بالائی طاق
رکھا ہے کہ وہ فوج بنگال کی
سرکشی کا باعث ہونے کی کم
قابلیت رکھتی ہے بہ نسبت
سازشوں اور بندشوں کے جنکا کچھ
نشان بھی نہیں ہے اور اگر وہ
ہوتیں بھی تو ان سے سنہ ۱۸۵۷ ع
کی عجیب اور ہولناک وارداتوں کا
ہونا ہرگز تحقیق نہیں ہو سکتا *

In the month of December 1856, or early in January 1857, a workman, or 'classie,' of low caste, in the arsenal at Dum-Dum, near Calcutta, where the school for musketry practice with the new Enfield rifle was

ماہ دسمبر سنہ ۱۸۵۶ ع یا شروع
جنوری سنہ ۱۸۵۷ ع کو ایک
ازیل ذات کے کاریگر یا خلاصی نے
جو دمدم کے سلح خانہ میں لکٹہ
کے پاس جہاں آسوفت نئے رفل
کی چاند ماری کی تعلیم ہوتی

then established, asked a Brahmin Sepoy for a drink of water from his lotah or water-vessel. The Sepoy refused, saying, 'You will defile my lotah by your touch.' The classic answer, 'You think much of your caste! Wait a little; the Sahib-logue will make you bite the cartridges soaked in cow and pork fat! and where will your caste be then?' These words went home. They were repeated by the Brahmin to his comrades—they flew from mouth to mouth, with corroborations invented and believed. In a few days they had spread among all the native regiments in the stations near Calcutta, and were the common topic of whisperings by day and consultations in Brahmin huts by night. It was not till the 21st of January 1857 that this alarm attracted the serious attention of any European officer. On the evening of that day, some of the Sepoys, in conversing with Lieutenant Wright, of the Rifle depot, told him that the report

تھی نوکر تھا ایک برہمن سپاہی سے اُسکے لوٹہ سے پانی پینے کو مانگا، برہمن سپاہی نے انکار کیا اور کہا کہ تو ہمارے لوٹہ کو چھو کر ناپاک کرے گا، خلاصی نے جواب دیا کہ تمکو اپنی ذات کا بڑا خیال ہے ذرا ٹھہرو انگریز تم سے وہ کارتوس جس پر گالی اور سور کی چربی لگی ہے کٹوائیں گے تب تمہاری ذات کہاں رہیگی، یہ بات اُسکے دل پر لگ گئی، برہمن نے اپنے ساتھیوں سے اُسکا تذکرہ کیا مرنہ، بمرنہ، یہ بات اُن تائیدوں کے ساتھ جو ایجاد کی گئی اور سیج کی طرح سے سمجھی گئیں پھیلی، ٹھوڑے دنوں میں یہ چرچا تمام ہندوستانی پلٹنوں میں جو کلکتہ کے قریب کے مقاموں میں تھیں پھیل گیا ان میں تو اس بات کی سرگوشیاں ہونی تھیں اور رات کو برہمنوں کے گھروں میں مشورے ہوتے تھے ۲۱ جنوری سنہ ۱۸۵۷ عیسوی تک اس ہنگامہ پر کسی انگریزی افسر نے توجہ نہیں کی تھی، اسی روز شام کو کسی کسی سپاہی نے ذخیرہ رفل کے لفٹننٹ

had already spread through India, and they feared that when they went to their homes their friends would refuse to eat with them. The men seemed to be ashamed to confess the hold which this fear had taken of their own mind, and each Sepoy very generally disclaiming it for himself, appealed to its prevalence among his kindred or his caste. But though suspicion had begun to work, it had not shaken their confidence in their officers. The men spoke freely of it, and recommended as a remedy, that they should be allowed to buy for themselves in the bazars the ingredients for cartridge grease. On the 22nd of January, Lieutenant Wright reported this to the Adjutant of the depot, and supported the recommendation of the men. On the following day, this report and recommendation reached Major-General Hearsey, commanding the Presidency Division at Barrackpore, and was immediately forwarded with his support to the Deputy Adjutant-General of the army

رائیٹ صاحب سے باتوں باتوں میں کہا کہ اب یہہ خبر تمام ہندوستان میں اور گئی ہے اور ہم کو خوف ہے کہ جب ہم اپنے گھر جائینگے تو ہمارے ہم قوم ہماری ساتھ کھانے پینے سے انکار کردینگے، سپاہیوں کے دلپر جسقدر گرفت اس خوف نے کی تھی اُنکو اُسکی ظاہر کرنے میں شرم آتی تھی اور ہر ایک سپاہی نے اُس خوف سے اپنی نسبت عموماً انکار کر کے کہا کہ ہمارے رشتہ داروں یا برادری میں پھیل گیا ہے، اگرچہ شبہہ اپنا کام کرنے لگا تھا مگر سپاہیوں کا اپنے افسروں پر جو بہرہوسا تھا اُس میں کچھ خلل نہیں آیا تھا، سپاہیوں نے اُس شبہہ پر ازادی سے گفتگو کی اور بطور علاج کے اسباب کی آرزو کی کہ اُنکو اجازت دیجائے کہ کارٹوسکی چکنائی بنانے کی اجزاء وہ خود بازار سے خرید کر لیں، ۲۲ جنوری کو لفٹننٹ رائیٹ صاحب نے ذخیرہ کی ایجوٹنٹ صاحب سے اسکی رپورٹ کی اور سپاہیوں کی درخواست کی رعایت کی، دوسرے روز یہہ

at Calcutta. General Harsey's letter was dated on the 23rd, but it did not reach the Supreme Government till the 26th. Lord Canning did not lose a day. On the 27th the Governor-General in Council not only approved General Harsey's recommendation, but issued special orders to the Inspector-General of Ordnance that with the 'least possible delay, he was to submit any suggestions for removing the objections raised by the Sepoys,'—that 'means must be taken to satisfy them that nothing which may interfere with their caste was used'—and that in the meantime the cartridges were to be issued without any grease at all. On the same day, orders to the same effect were sent by telegraph to the most distant stations in India—where alone similar schools of instruction in rifle practice had been established—to Meerut, Umballah, and Sealkote.

رپورٹ اور یہہ درخواست میلچر جنرل ہرسی صاحب کے پاس جو بدگال خطہ کی بارکپور کی فوج کے کمانڈر تھے پہونچی اور انہوں نے اپنی سفارش کے سانہہ آسکو دہتی ایجوٹمنٹ جنرل فوج کے پاس کلکتہ میں فوراً ارسال کر دیا ، جنرل ہرسی صاحب کی چٹھی ۲۳ تاریخ کی تھی مگر ۲۶ تاریخ تک سوپریم گورنمنٹ کے پاس نہ پہونچی ، لارڈ کیڈنگ صاحب نے ایکروز کی بھی دیر نہ کی ، ۲۷ تاریخ نو گورنر جنرل صاحب نے کونسل میں صرف جنرل ہرسی صاحب کی سفارش ہی منظور نہیں کی بلکہ یہہ خاص احکام توپخانہ کے انسپکٹر جنرل صاحب کے نام جاری کئی کہ وہ بہت جلد آن اعتراضوں کے رفع کرنے کے لئے جو سپاہیوں نے برپا کئی ہیں کچھہ اپنی تجویزیں پیش کریں اور آنکی اسبات کی طرف سے خاطر جمعی کی تدبیریں کرنی چاہیئیں کہ کوئی شی جو آنکی ذات کے مخالف ہو عمل میں نہیں آئی ہے ، اور اس درمیان میں کارٹوس

بغیر چکنائی کی تقسیم کئی
 جا رہی ، اسی روز یہ احکام
 تاریخی کے ذریعہ سے ہندوستان
 کی نہایت دور دور مقاموں میں
 جہاں صرف اُس رفل کی
 چاند ماری کی تعلیم مقرر کی
 گئی تھی یعنی میرٹھہ انبالہ
 سیالکوٹ میں بھیج دیئے گئے *

In the meantime signs of agitation had appeared in all the regiments stationed at Barrackpore. On the 29th, these corps were paraded by their colonels, and mutual assurances were exchanged between those officers and their men. On the morning of the 28th, the order of the Government, allowing the Sepoys to choose for themselves the grease required for their ammunition, was made known to every regiment in the cantonment. A very curious change now took place in the object of suspicion—showing the morbid and irrational state into which the men's minds were thrown. Satisfied and silenced on the composition of the grease, they transferred their suspicion and alarm to the composition of the

اس عرصہ میں خلیجافکی
 علامتیں سب پلٹنوں میں جو بارکپور
 میں تعینات تھیں ظاہر ہوئی
 تھیں ، ۲۹ تاریخ کو وہاں اپنی
 اپنی پلٹنوں کی قواعد کرنیل
 صاحبوں نے لی اور جانبیں سے
 افسروں و سپاہیوں کے باہم دل
 جمعی کی گئی ، ۲۸ مارچ کی
 صبح کو گورنمنٹ کا وہ حکم
 جس میں سپاہیوں کو یہ اجازت
 دی گئی تھی کہ اپنے اپنے واسطے
 اُس چکنائی کو جو ان کے کارتوسوں
 کے لیئے درکار ہے خود پسند کر
 لیں اُس چھاونی کی ہر ایک
 پلٹن پر ظاہر کیا گیا ، شبہ کی
 چیز میں ایک نہایت عجیب
 تبدل وقوع میں آیا جس سے وہ
 فاسد اور نامعقول حالت جس
 میں سپاہیوں کے دل پھنس گئی

new cartridge-paper. General Hearsey met this new phase of the prevailing mania with persevering temper and patience. Full explanations were addressed to the men as to the composition of the paper. A court of inquiry was appointed, on the 8th of February, and the evidence of the highest caste native officers and men was taken. That evidence was given freely, and in a respectful spirit. It is sad to read it. No glimmer of human reason can be traced. It is very much the sort of evidence that we may suppose might be given by a shying horse, if he could speak, on the cause of his irrational alarms. The poor bewildered Sepoys had been testing and examining the paper by tearing it, by wetting it, by smelling it by burning it. One of them, Chaund Khan by name, told the Court that, 'on the evening of the 30th a piece of the cartridge paper was dipped in water, and then burnt. When burning, it made a phizzing noise and smelt as if there was grease in it!' Ge-

نچے ظاہر ہوئی، چکنائی کے بنائیکے باب میں راضی اور چپ ہو جانے پر انہوں نے اپنے شبہ، اور خوف کو نئے کارتوسی کاغذ کی بناوت کی طرف ازسرنورجوع کیا، پھیلی ہوئی دیوانگی کی اس نئی صورت کے ساتھ جنرل ہرسی صاحب نہایت مستقل مزاجی اور تحمل سے پیش آئے، کاغذ کی بناوت کا سپاہیوں سے مفصل حال بیان کیا گیا، چوتھی فروری کو ایک عدالت تحقیقات کی معین کی گئی اور سب سے اعلیٰ ذات کے ہندوستانی افسروں اور سپاہیوں کا اظہار لیا گیا، یہہ اظہار آزادی اور ادب کے ساتھ ہوا، اسکی پڑھنی سے افسوس ہوتا ہے، اسمیں مطلقاً انسان کی عقل کی روشنی بائی نہیں جاتی، ہمارے سمجھ میں یہہ ویسا ہی اظہار ہے جیسا کہ ایک جھجکے والا گھوڑا اپنی بے بنیاد خوف کے سبب پر دینا اگر وہ زبان سے بول سکتا، بیچارے پریشان سپاہی پہانے اور بھگوانے اور سونگھنی اور جلانے سے اس کاغذ کا امتحان کرتے تھے، انمیں

neral Hearsey, intimately acquainted with native character, saw at once the strength and reality of the panic, and reported on the 7th of February, to the Deputy Adjutant-General at Calcutta, that 'this foolish idea is now so rooted in the Sepoys, that it would, in his opinion, be both idle and unwise even to attempt its removal.' It is very difficult, however, to make up one's mind that men are absolutely inaccessible to reason, and are reduced by abject superstition beneath the level of the beasts that perish. Lord Canning was quite willing to dispense with the new paper, if the old would do. But it was too thick for the new bore and new ammunition, so this expedient failed. He then immediately ordered a scientific examination of the Enfield cartridge paper, to satisfy if possible, the Sepoy mind in respect to the composition. It was found, of course, that the paper was entirely free from grease. It was no otherwise peculiar than it was very thin,

سے چاند خاں نامی ایک شخص نے عدالت کے روبرو بیان کیا کہ چوتھی تاریخ کی شام کو ایک ٹکڑے کارتوس کی کاغذ کا پانی میں تر کیا گیا اور اُسکی بعد جلایا گیا تھا، جلنے کے وقت اُس نے ایک آواز چرچراہٹ کی دی اور چڑی کی طرح پرو دیتا تھا، جنرل ہرسی صاحب نے جو ہندوستانیوں کی خصلت سے خوب واقف تھے فوراً اُس ہیئت کی قوت اور اصلیت کو معلوم کر کے ساتویں فروری کو دہشت انگیز قتل جنرل صاحب کی خدمت میں جو کلکتہ میں تھے یہہ رپورٹ کی کہ اس بیہودہ خیال نے سپاہیوں کے دلوں میں اب ایسی جڑ بکڑی ہے کہ ہماری رائے میں اُسکی دور کرنے کا قصد بھی کرنا بے فائدہ اور نادانی ہے، لیکن اپنے دلمیں اس بات کو تحقیق جان لینا کہ لوگ عقل تک رسائی کر لیں یہی مطلق قابلیت نہیں رکھتی اور ناچیز دوسو سے مزی ہوئے حیوانوں سے بدتر ہو جاتے ہیں نہایت مشکل ہے، اگر پرانا کاغذ کامی لایق ہوتا

light and strong, and was somewhat glazed from the use of size.

تو نئے کاغذ سے دست بردار ہونے میں جناب لارڈ کینڈنگ صاحب بالکل رضامند تھے، لیکن وہ پرانا کاغذ نئی نال اور نئی باروت گولی کے واسطی زیادہ موٹا تھا اسواسطی یہہ تدبیر قصور ہوئی، تب آنہوں نے فوراً حکم دیا کہ ایک عالمی امتحان نئی کارتوس کے کاغذ کا کیا جارے جس سے بشرط امکان بناوٹ کی باب میں سپاہی کی خاطر جمع ہو، دریافت ہوا کہ بیدشک کاغذ میں بالکل چوڑی نہ تھی، بہت پتلا اور ہلکا اور مضبوط اور مہرہ کئی جائے سے کچھ چمکدار ہونیکی سوا اور کوئی خاصیت آسمیں نہ تھی *

Meanwhile, new and more serious symptoms were appearing. Bad feeling was evidenced by incendiary fires among the military huts of the cantonment. This is a mode of testifying discontent which was not new in the Indian army. It is not the work of conspirators anxious to conceal some deep design, but of discontented men ashamed or afraid of

اس درمیان میں نئی اور زیادہ، بہاری علامتیں ظاہر ہو رہیں تھیں، بدگمانی کی صداقت اُن آتش زنیوں سے ہوتی تھی جنسی چہارنی میں سپاہیوں کے گھر پہونکی جاتی تھے، ناراضی ظاہر کرنیکا یہہ ایک طور ہے جو ہندوستانی فوج میں نیا نہ تھا، یہہ اُن مفسدوں کا کام نہیں جو کسی بڑی فطرتی

expressing their discontent in more articulate form. It is a warning, and warnings are not generally given by those who plot. General Hearsey was indefatigable in his endeavours both to re-establish discipline and to conciliate and satisfy the men. On the 9th he paraded the whole brigade stationed at Barrackpore, and addressed the men in their own language. He explained to them the glazed appearance of the paper, and the necessity for its new and peculiar quality. He explained the folly of supposing that the Government had any wish to break down their caste; and the still greater absurdity that it contemplated forcing them to embrace Christianity. He endeavoured to explain what Europeans understood by conversion,—how it depended on persuasion of the mind, and was incapable of being effected by violence or trickery of any kind. Finally, in a loud voice he asked the men if they understood all he had said. They nodded assent. Again, as before, the

پوشیدہ کرنیکی فکر میں ہوں بلکہ اُن ناراض اشخاص کا کام ہے جو اپنی ناراضی کو زیادہ صاف صورت سے ظاہر کرنے میں شرمندہ یا خوفناک ہوتے ہیں، یہہ ایک طرح کا آگاہ کرنا ہے اور جو سازش کرتے ہیں وہ عموماً خبر نہیں دیتی، جذبات جنرل ہرسی صاحب اپنے بندوبست قائم کرنے اور سپاہیوں کی دل لینی اور اُن کی خاطر جمعی کرنیکی کوششوں میں اُتک تھے، اُنہوں نے نویں تاریخ تمام برگڈ کی فوج کو جو بارک پور میں تعینات تھی میدان میں جمع کرکے ہندوستانی زبان میں سپاہیوں سے گفتگو کی، اور اُنہوں نے کاغذ کی مہرہ کی ہوئی صورت اور اُسکی نئی اور خاص جوہر کی ضرورت کو ظاہر کیا، اور یہہ بھی اُنہوں نے بیان کیا کہ یہہ سمجھنا کیسی حماقت ہے کہ گورنمنٹ کو تمہاری ذات بگڑنے کی کچھ خواہش ہے اور اس سے بڑھکر یاوہ گوئی یہہ ہے کہ گورنمنٹ نے تمکو جبراً کرسٹن کرنیکی فکر کی ہے، اُنہوں نے

agitation subsided for a time, and the men and the native officers were reported as quite relieved and happy.

اس امر کی تشریح میں بھی
کوشش کی کہ انگریز نئے دین
میں لائیکو کیسا سمجھتی ہیں
وہ دلکی رضامندی سے متعلق
ہے اور کسی طرح کی ظلم یا فریب
سے ہرگز ممکن نہیں، اخروش
باوازلند انہوں نے سپاہیوں سے
پوچھا کہ جس قدر ہم نے بیان کیا
تم لوگوں نے سب سمجھا یا نہیں
آنلوگوں نے سر ہلا کر قبول کیا،
پھر خلیجان جیسا پہلی سے تھا
کچھ دیر تک موقوف ہو گیا اور
رہنما کی گئی کہ سپاہی اور
ہندوستانی افسر بالکل مطمئن
اور خوش ہو گئے۔

So far the careful and conciliatory conduct of General Hearsey and of Lord Canning had met with its reward. And so matters remained till the 26th of February; when at the neighbouring station of Berhampore, the officer in command of the 19th Native Infantry, having ordered a parade for exercise on the following morning, was astonished by the men refusing to receive the copper caps, which it was the

یہاں تک جناب جنرل ہرسی
صاحب اور جناب لارڈ کیننگ
صاحب کی پر غور اور دلنواز
چلن نے اپنی جزا پائی تھی
اور ۲۶ فبروری تک یہی حال
رہا، آخر برہم پور کے مقام میں
جو نزدیک ہے آڈیسویں پلٹن
کے کمانڈر صاحب صبح کی
قواعد کا حکم دیکر اس بات سے حیران
ہو گئے کہ سپاہیوں نے تانہ کی
ٹوپی لینے سے جس کا تقسیم کرنا
قواعد سے پہلی رات کے وقت

custom in that corps to issue on the previous night. This officer, Colonel Mitchell, had already explained to his regiment all that had been said to their comrades at Barrackpore, and the ammunition which was about to be served out for practice was not the new ammunition at all, but cartridges on the pattern, left by the last native regiment which had occupied the station. He was naturally astonished at the objections of the men—assembled the native officers, and warned them to tell their companies that continued disobedience would be severely punished. However natural this language was, it differed essentially from the tone which had been taken with similar fears by General Hearsey. Between ten and eleven at night, Colonel Mitchell was roused by the sound of drums and shouts from the Sepoy lines. On hastening out he met a native officer, who told him that the men had broken open the ‘bells of arms,’ and had loaded their muskets. Colonel Mitchell sent instant

اُس پلٹن میں معمول تھا انکار کیا، ان افسریعندی کرنیل مچل صاحب نے اس سے پہلے اپنی پلٹن سے وہ سب باتیں جو اُنکے ہمراہیوں سے بارگاہ پور میں کی گئی تھیں ظاہر کیں تھیں اور باروت اور گولی جواب چاند ماری کے لینے دیجانی کو تھی نئی باروت گولی نہیں تھے بلکہ پرانی قسم کے کارتوس تھے جنہیں پہلی پلٹن جو اس مقام پر تھی چھوڑ گئے تھے، جذبات کرنیل صاحب سپاہیوں کے اعتراضوں پر بالطبع حیران تھے اُنہوں نے ہندوستانی افسروں کو جمع کر کے کہا کہ اپنی کمپنی سے کہدو کہ اس سرکشی کے قائم رہنے میں نہایت سخت سزا ہوگی، گو یہہ گفتگو کیسی بھی موقع کے مناسب ہو لیکن اُس طرز کلام سے جو ایسی بھی خوفوں سے جذبات جنرل ہرسی صاحب نے اختیار کیا تھا بالذات مختلف تھی، قریب گیارہ بجے رات کے کرنیل مچل صاحب شور و غل اور دھولوں کی آواز سے جو سپاہیوں کی چھاونی کی طرف سے آئے جگ اُٹھے، جلدی سے باہر

orders to bring up some cavalry and artillery. On their arrival, he marched down to the parade ground and found the men armed and formed in line. Some of them shouted out to the European officers, 'Do not come on, the men will fire.' The native officers now surrounded the Colonel Mitchell who then addressed the men in angry language, in which threats of being sent to Burmah, or somewhere beyond sea, were mingled with imperative orders to lay down their arms. The native officers told the Colonel, that so long as the guns and cavalry were present they could not prevail on the men to lay down their arms, but if these were withdrawn, the men, who were in a panic of being attacked, would at once return to their duty. Colonel Mitchell, at first too violent, was now not firm enough. He withdrew the cavalry and artillery. The men laid down their muskets, retired to their huts, and in the morning responded to the bugle calling to parade as if nothing

نکلمر ایک ہندوستانی افسر سے ملے جس نے اُن سے کہا کہ سپاہیوں نے بندوقوں کے کوتاہ توڑ ڈالی ہیں اور اپنی بندوقوں کو بھر لیا ہے۔ جناب کرنیل مچل صاحب نے فوراً توپخانہ اور رسالہ لائیکو حکم دیا، اُس توپخانہ اور رسالہ کے پہنچنے پر وہ ہزیمت پر گئی تو سپاہیوں کو مسلح اور صف آرا پایا، اُنہیں سے کسی کسی نے ولایتی افسروں کو آواز دی کہ آگے مت بڑھو سپاہی بندوق داغ دینگے، ہندوستانی افسروں نے اس وقت جناب کرنیل صاحب کے گرد جمع ہو کر عرض کیا کہ آپ سپاہیوں کے ساتھ سختی سے پیش نہ آویں، اسپر جناب کرنیل مچل صاحب نے غصہ کے ساتھ سپاہیوں سے گفتگو کی جس میں اس طرح کی دھمکیاں تھیں کہ ہتیار ڈال دو اور تم برہما یا اور کہیں سمندر پار بھیجے جاؤ گی، ہندوستانی افسروں نے کرنیل صاحب سے کہا کہ جب تک توپخانہ اور رسالہ یہاں رہیں گے تم تک ہمارے سمجھانے سے سپاہی ہتیار نہیں رکھیں گے مگر جس وقت

had occurred.

Such was the first act in the Great Indian Mutiny—the first occasion in which the native soldier was hurried into any act of open insubordination—the first, too, in which an English officer had not dealt towards the Sepoy with perfect temper. It is due to Colonel Mitchell to record that he immediately forwarded to General Hearsey, without a word of comment, a petition from his men, stating their case, with some exaggeration, against himself. It is impossible to read this document, or the evidence taken

وہ چلا جا رہا سپاہی جو حملہ کے خوف سے ہول میں ہیں فوراً اپنے کامپر مستعد ہو جا رہے ، جناب کرنیل مچل صاحب جو اول زیادہ سخت تھے اب کافی مستقل نہ رہے ، انہوں نے رسالہ اور توہ بخانہ کو ہٹا لیا ، سپاہیوں نے اپنی بندوقیں رکھ دیں اور گھروں میں چلی گئی اور فجر کو بگل کی آواز پر گویا کچھ واقعہ ہی نہیں ہوا تھا قواعد کے لیئے جمع ہو گئی *

ہندوستان کے بڑے غدر میں سے اول واقعہ یہہ تھا اور وہ اول موقع جسمیں ہندوستانی سپاہی نے اندھا دھند کہوای ہوئی بغاوت کی اور بھی وہ اول اتفاق جسمیں انگریزی افسر سپاہی کے ساتھ خوش مزاجی سے پیش نہیں آیا یہہ تھا ، کرنیل مچل صاحب کی نسبت یہہ لکھا واجب ہے کہ انہوں نے فوراً جناب جنرل ہرسی صاحب کو ایک اپنے سپاہیوں کی عرضی جسمیں کچھ مبالغہ کے ساتھ لکھی شکایت تھی بغیر بڑھانے ایک لفظ اپنی کیفیت کی پہنچدی

before the court of Inquiry which followed, without being impressed with the obvious sincerity of the men, and of the uncontrollable terrors and suspicions which had taken possession of their minds. Their Colonel's angry words, and imperative orders to use the cartridges on the following morning, had confirmed their suspicions. 'He gave this order so angrily, that we were convinced the cartridges were greased, otherwise he would not have spoken so.' The words following describe with simple force all the invariable features of panic among a multitude of men. 'Shouts of various kinds were heard—some said there was a fire; others, that they were surrounded by Europeans; some said that the guns had arrived, others the cavalry had appeared. In the midst of this row the alarm sounded on a drum, then from fear of their lives, the greater number seized their arms.' The men then narrate how they had since been allowed to inspect

غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کاغذ یا آس گواہی کو جو عدالت تحقیقات کی روبرو گذری پڑھے اور صریح راستی سپاہیوں کی اور ناقابل انسداد خوف اور شبہوں کی جو آنکی دلوں میں بیٹھ گئی تھی دلہر نقش نہ ہوئی، ان کے کرنیل صاحب کے غصہ کی باتوں اور سخت احکاموں نے جو صبح کو کارٹوس کے کام میں لائیکے بات میں صادر ہوئے تھے ان کے شبہوں کو استحکام دیا تھا، سپاہیوں کا بیان ہے کہ جناب کرنیل صاحب نے پہلے حکم ایسے غصہ کے ساتھ دیا کہ ہم لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ضرور کارٹوس میں چربی لگی ہے نہیں تو صاحب اس طرح نہبتی، کھنگو مندرجہ ذیل سے آس ہیبت کی تمام صورتیں جو سپاہیوں کے ایک گروہ میں تھیں بڑی صفائی سے ظاہر ہوتی ہیں: سپاہیوں کا قول ہے کہ کئی قسم کا غوغا سنا گیا تھا کسی نے کہا کہ آگ ہے کسی نے کہا کہ گوروں نے ہمارے کھیر لیا کسی نے کہا توہین آگئیں ہیں کسی نے

the cartridges, and how the different kinds of paper still gave rise to suspicions; they conclude thus—

‘ From that time onwards all duties have been properly carried on; and so shall be. As long as we live we will faithfully obey all orders; wherever in the field of battle we are ordered to go, there shall we be found; therefore, since this is a religious question, from which arose our dread, and as religion is by the order of God the first thing, we petition that as we have done formerly, we may be now also allowed to make up our own cartridges, and we will obey whatever orders may be given to us.’

کہا کہ رسالہ آپہنچا ہے ، عین اسی حالت شور و غل میں نقارہ پرچوب دی گئی تپ جان کے خوف سے بہت لوگوں نے اپنے اپنے ہتھیار ہاتھ میں لے لیئے ، اسکے بعد سپاہی بیان کرتے ہیں کہ آسوقت سے اس اس طرح ہمکو کارتوس دیکھنے کی اجازت ہوئی تھی اور اس اس طرح کاغذ کی مختلف قسموں سے اب تک ہماری دل میں شبہہ اُٹھتے تھے عرضی کا خاتمہ یہہ ہے *

آسی روز سے یعنی ۲۶ سے سب کام درستگی سے کیئے گئے ہیں اور ویسہی کیئے جائینگے ، مرنے تک ہم لوگ نمک حلائی سے سب احکاموں کو تعمیل کریں گے اور جہاں لڑائی کے واسطے حکم ہوگا وہاں موجود رہینگے ، یہہ ایک دین کی بات ہے جس سے ہمکو خوف پیدا ہوا ہے کیونکہ دین خدا کے حکم سے مقدم شی ہے اسلیئے ہم عرض کرتے ہیں کہ جیسا ہم نے سابق میں کیا ہے ویسا ہی اب بھی منظور فرمایا جاوے کہ ہم اپنے کارتوس آپ بنادیں اور جو احکام ہمکو دیئے

But Lord Canning saw that the great offence committed by the corps, in having had recourse to arms to resist the orders of their Colonel, and in having been prepared to fire on their officers if they had advanced, was an offence which it was impossible to condone. Accordingly, though delay in any formal decision until the Court of Inquiry had established all the facts, Lord Canning, on the 6th of march, sent to Rangoon for a European regiment of Foot, the 84th, which was stationed there. The message was, that the presence of this corps was 'urgently,' though, probably, only temporarily required. This order reached its destination on the morning of the 18th of March. Within twenty-four hours the regiment was embarked, and under steam for Calcutta. These and other preparations being completed, Lord Canning in a minute dated March 27th, recapitulated all the facts, and announced that the 19th regiment of the Bengal army was to be disbanded.

جاویں گے اُن کو ہم بجا لاؤں گے، لیکن لارڈ کیننگ صاحب نے دیکھا کہ وہ بڑا تصور جو اُس پلٹن سے وقوع میں آیا ہے کہ اُنہوں نے اپنے کرنیل صاحب سے مقابلہ کرنیکو بندوق اُٹھائی اور اپنے افسروں پر اگر وہ آگے بڑھے ہوئے داغ دینے کو مستعد تھے، یہ ایک ایسا جرم ہے جسکی معافی غیر ممکن تھی، اُنہوں نے اسلئے اگرچہ قاعدہ کے فیصلہ پر اسوقت تک کہ تحقیقات کی عدالت نے سب حقیقتوں کو قائم کیا توقف کیا لیکن ۶ تاریخ مارچ کو گوروں کی ۸۴ پلٹن کو جو رنگون میں تعینات تھی طلب کیا، اِس حکم کا مضمون یہ تھا کہ غالباً صرف چند روز کے لیئے اُس پلٹن کا آنا نہایت ضرور ہے، یہ حکم ۱۳ مارچ کی صبح کو پہونچا، ۲۴ گھنٹہ کے اندر پلٹن جہاز پر چڑھائی گئی اور کلکتہ کو روانہ ہوئی، اِنکے اور اور سب تدبیروں کے ہوچکنے کے بعد جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے ۲۷ مارچ کی تحریر میں سب حقیقتوں کو مکرر مندرج کیا

In the general orders issued on the same day, the Governor-General said with force and truth:—

‘Neither the 19th regiment, nor any regiment, in the service of the Government of India, nor any Sepoy, Hindoo or Mussulman, has reason to pretend that the Government has shown, directly or indirectly, a desire to interfere with the religion of its troops. It has been the unvarying rule of the Government of India to treat the religious feelings of all its servants of every creed with careful respect: and to representations or complaints put forward in a dutiful and becoming spirit, whether upon this, or upon any other subject, it has never turned a deaf ear.

‘But the Government of India expects to receive, in return for this treatment, the confidence of those who serve it.

اور ظاہر کر دیا کہ ۱۹ پلٹن بنگال کی فوج کا نام کاٹا جاویگا، عام احکاموں میں جو اُسی روز جاری ہوئے جناب گورنر جنرل صاحب نے قومی تقویر اور راستی سے فرمایا ہے *

آنیسویں پلٹن اور نہ کسی اور پلٹن کو جو سرکار کے نوکر ہیں اور کسی سپاہی ہندو یا مسلمان کو کوئی وجہ اس حیلہ کی ہے کہ گورنمنٹ نے راستی یا کجی سے اپنی افواج کے دین میں خلل اندازی کی کچھ خواہش کی ہے، سرکار کا ہر ایک مذہب کے نوکروں کی دینی کاموں کی ساتھ فکر اور لحاظ سے سلوک کرنا ہمیشہ سے معمول ہے اور التماسوں یا استغاثوں کو جو مودب و مناسب طبیعت سے خواہ اُسیدیں یا اور کسی معاملہ میں کئی گئی گورنمنٹ نے بخوبی سنا ہے *

لیکن سرکار اس سلوک کی عیوض میں نوکروں کو اپنے آپ پر بہرہ رسا رکھنی والا چاہتی ہے *

‘From its soldiers, of every rank and race, it will at all times, and in all cases, enforce obedience. They have sworn to give it, and the Governor-General in Council never ceases to exact it. To no men who prefer complaints with arms in their hands will he ever listen.’

In pursuance of this order, the 19th regiment was marched to Barrackpore, the head-quarter of the Presidency Division, and in the presence of all the native corps there stationed, was solemnly disbanded by General Hearsey, the main part of two European regiments, the body-guard of the Governor-General, and two batteries of field artillery being present to enforce the decision of the Government.

So far all was successful: General Hearsey was even cheered by the disbanded men. The Governor-General had been meanwhile indefatigable in taking every possible measure to reassure the native troops on

ہر ایک عہدہ اور قوم کی اپنے سپاہیوں کی ہر وقت اور ہر معاملہ میں سرکار اطاعت کراوی گی، سپاہیوں نے اس کی تعمیل پر حلف کیا ہے اور جناب گورنر جنرل اس کی ہمیشہ خواہاں ہیں، وہ ان سپاہیوں کی نالش جو مسلح ہو کر کرتے ہیں نہیں سہیلگی *

برطانیہ اس حکم کے ۱۹ پلٹن بارگپور کو جہاں حاطہ بنگالی ڈویژن کی بری چھانڈی تھی روانہ کی گئی اور وہاں کی سب ہندوستانی پلٹوں کے روبرو جناب سرسے صاحب نے دھوم دھام سے اس کا نام گات دیا اور قریب پوری دو پلٹن گورنر کی اور جناب لارڈ صاحب کی خاص پلٹن اور دو توپخانہ گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل کی تقویت کے لیٹی موجود تھی *

یہاں تک ہر طرح کی کامیابی ہوئی، اور جناب جنرل سرسے صاحب کے حقیقی سپاہیوں نے باواز بلند پکڑیاں خیر باد کہی، اس عرصہ میں جناب گورنر جنرل صاحب ہندوستانی سپاہیوں کو

the subject of their fears. He had ordered a change in the drill exercise, whereby cartridges were no longer to be touched by the mouth, but only torn by the hand. But as in a constitution affected by cancer, on removal of the affected part, the disease breaks out at some new point, so this insane suspicion was now every week reappearing in some new form more malignant than before. Only two days previous to the solemn disbandment of the 19th regiment, a circumstance more ominous than any had occurred on the same spot. A Sepoy of the 34th Native Infantry, who seemed to be drunk or maddened by excitement, had appeared in the lines of the cantonment at Barrackpore armed, and calling on his comrades to follow him 'in defence of their religion.' Not one of these comrades would step forward to arrest him; and when two European officers came up to do so, and were engaged in a hand-to-hand conflict with the fanatic, they were

آنکھوں کی خوفناکی باب میں دلایا
دینی کی ہر ایک ممکن تدبیر
کرنے میں نہایت سعی تھی
انہوں نے قواعد کی تعلیم میں
ایک تبدیلی کے واسطی حکم دیا
جس سے اب آئندہ کو کارتوس
مونہ سے کاٹنا ضرور نہیں رہا
صرف ہاتھ سے توڑنا تھا
لیکن جیسی ایک شخص کو
سرطان کی بیماری ہو اور جب وہ
کاٹی جا رہے تو دوسری جگہ پیدا
ہوتی ہے اسی طرح یہ مجنونانہ
شک اب ہر ہفتہ میں نئی
شکل میں جو بھلی سے بدتر
تھی ظاہر ہوتا تھا، انیسویں
پلٹن کا دھوم دھام سے نام کاٹ
دینی کے صرف دو روز پہلے ایک
واقعہ سب سے زیادہ منحوس
آسجیگہ پر ہوا تھا، چونکیسویں
پلٹن کے ایک سپاہی نے جو
بظاہر نشہ یا تحریک سے دیوانہ
تھا بارگ پور کی چٹاؤنی میں
مسلم نکلکر اپنے ہمراہیوں کی
کہا کہ تلوگ اپنی دین کی
حفاظت کے واسطی ہمارے
شریک ہو، ان ہمراہیوں میں
سے ایک نے بھی آسجیگہ گرفتار

assaulted by a mob of soldiers from behind, and struck on the head with the butt-ends of muskets. The fight was only ended when the gallant Hearsey himself rode up with his own hand to arrest the mutineer, who seeing himself likely to be overpowered, fired his musket into his own breast.

کرنیکو قدم اگی نہ بڑھایا اور جب آسکی پکڑنے کو دو افسر ولایتی آہونچی اور اُس سجنوں سے زور خورد میں مشغول ہوئی تو سپاہیوں کے غول ے پیچھے سے آکر اُن افسروں پر حملہ کیا اور آنکی سر پر بندوقکے کندی ماری، لڑائی صرف آسوقت ختم ہوئی جب ہرسی صاحب بہادر باغی کو اپنے ہاتھ سے گرفتار کرنیکی قصد پر خود سوار ہو کر آہونچی اور آسنی دیکھا کہ غالباً میں مغلوب ہو جاؤنگا تو آسوقت بندوق اپنی چھاتی میں مار لی *

A new difficulty arose to Lord Canning out of the result of the court-martial which was held on this affair. One Sepoy, and one Sepoy only, had come to the assistance of the two officers who were wounded by the mutineer: he was a Mahomedan. After a prolonged inquiry into the spirit and temper of the regiment, the Court of Inquiry came to this most embarrassing conclusion, 'That the Sikhs and Mussulmans of

اس معاملہ کی جنگی عدالت کی نتیجہ سے جذاب لارڈ کیننگ صاحب کو ایک نئی مشکل پیدا ہوئی، اُن دو افسروں کی مدد کے لئے جو باغی کے ہاتھ سے زخمی ہوئی صرف ایک سپاہی آیا تھا اور وہ مسلمان تھا اُس پلٹن کے دل اور مزاج کے باب میں ایک بڑی تحقیقات کے بعد عدالت تحقیقات اس نہایت متراذل نتیجہ کو پہونچے کہ چوتیس پلٹن کے سکپہ و مسلمان

the 34th regiment are trustworthy soldiers of the State, but that the Hindoos generally of the corps are not trustworthy.' Here was a distinction between creeds as affecting the fidelity of the native army never before heard of in the history of India. Could the Governor-General recognise it? If he did, there was no room to doubt what the effect must be on the race and faith which predominated in the army of Bengal. Lord Canning, with admirable judgment, determined that reward and punishment must be meted out to individuals and companies connected with this mutiny, according to the best evidence of the facts, but that no attempt must be made to 'draw a line of distinction between creeds.' The opinion of the court, however, is valuable as indicating the real origin of the mutiny, before its contagion had widely spread. Contrary to an opinion which still prevails, the revolt was Hindoo in its origin, and not Mahom-

گورنمنٹ کے معتمد سپاہی ہیں اور ہندو لوگ اُس پلٹن کے عمروما اعتماد کے لائق نہیں ہیں، مذہبون کا یہ ایک فرق افواج ہندوستانی کی نمکحلائی پر اثر کرنے والا ہندوستان کی تاریخ میں بیشتر کہیں نہیں سنا گیا، کیا یہ ممکن تھا کہ جذاب گورنر جنرل صاحب بہادر اسمیں امتیاز کرتے اگر کرتے تو کچھ شک نہ تھا کہ اسکی تائید اُس قوم اور دین پر جو بنگال کی فوج میں زیادہ غالب تھا کیسی کچھ ہوتے، جذاب لائق کڈنگ صاحب بہادر نے قابل تعریف دلائل سے مقرر کیا کہ انعام و سزا فرداً فرداً اور کمپنی کمپنی کو جو اُس غدر میں شریک تھے مطابق ثبوت اصل حقیقت کے دیجئے مگر مذہبون کی باب میں تفرقہ کا اقدام نہ ہونا چاہیئے، لیکن عدالت کی رائے اسلئے افضل ہے نہ آسنی غدر کی اصل بنیاد کو آسنی دور و دراز پھیلنے سے پہلے ظاہر کیا، برخلاف ایک خیال کے جو اب تک عالمگیر ہے غدر کی بنیاد ہندوں سے تھی نہ مسلمانوں سے تھی، مگر سوائے ہر ایک کے چلن

medan. But Government could make no distinction except upon the ground of individual conduct. Two Sepoys were hanged who happened to be Hindoos, one or two were promoted and rewarded who happened to be Mahomedans, and the whole seven companies which had been present at Barrackpore, and had shown such sympathy with the mutineer, were disbanded.

This last conclusion was not arrived at until April 30th. The whole of that month had been occupied by courts of inquiry, before which much curious evidence was taken. Meanwhile no new or alarming symptoms had appeared. The disbandment of the 19th regiment on the last day of March, and the capital executions of the Sepoys of the 34th which followed soon after, had seemingly arrested the mania of the Hindoos. The mutiny was suppressed in the Presidency of Bengal. On the 7th of May General Harsey reported that

کی بنیاد کی گورنمنٹ کیسی طرح کا امتیاز نہ کر سکتی تھی، یہہ اتفاقی تھا کہ دو سپاہی جنہوں نے پہانسی پائی وہ ہندو تھے اور ایک یا دو جنہوں نے انعام اور ترقی پائی وہ مسلمان تھے اور پوری سات کمپنیوں کا جو بارگ پور میں اب موجود تھیں اور جنہوں نے باغی کی طرف ایسی دلسوزی ظاہر کی تھی نام کاٹا گیا *

یہہ آخری فیصلہ ۲۳ اپریل تک کیا گیا، تحقیقات کی عدالت جسکی روبرو عجیب عجیب گواہی دینے گذریں تمام اس مہینے میں مصروف تھی، اس درمیان میں کچھ نئی یا ہولناک علامتیں ظاہر نہیں ہوئیں تھیں، مارچ کی آخر تاریخ آئیسویں پلٹن کے نام کاٹی جانے اور ۳۴ پلٹن کے سپاہیوں کے قتل کی سزا پانے سے جو تھوڑے عرصہ کے بعد وقوع میں آئی ظاہر ہندو کی دیوانگی رک گئی تھی، بنگال کی حاطہ میں بغاوت دہل گئی تھی، ساتویں مئی کو جناب

he no longer required the European troops which had been sent to Barrackpore. It was even thought that the Queen's 84th Regiment might be restored to Pegue. But now at last, after three months' course in the lower provinces, the mutinous spirit appeared in Oude. On May 2nd, the 7th Oude regiment refused to bite their cartridges on parade. On the 3rd it was reported to Sir Henry Lawrence as in a very mutinous state. His action was immediate, and cannot be told more shortly than in his own words :—

'Instantly a field battery, a wing of Her M.'s 32nd, one of the 48th and 71st Native Infantry, and of the 7th Cavalry, the 2nd Oude Cavalry, and 4th Oude Infantry, marched against it. The regiment was found perfectly quiet, formed line

جنرل ہرسی صاحب بہادر نے رپورٹ کی کہ اب اس گوریلی فوج کی جو بارگپور میں بھیجی گئی تھی کچھ ضرورت نہیں ہے، یہ بھی خیال کیا گیا کہ ۸۴ پلٹن گوروں کی پیگو کو واپس بھیجی جاوے، مگر اب حالات بنگالہ پر ۳ مہینے گزرنے کے بعد اب آخر کو طریقہ بغاوت کا اودہ میں ظاہر ہوا، دوسری مئی کو اودہ کی ۷ پلٹن نے قواعد کے وقت کارتوس کاٹنی سے انکار کیا، تیسری مئی کو سر ہنری لارنس صاحب کو جو چیف کمشنر اودہ کے تھے رپورٹ کی گئی کہ یہ پلٹن بڑی بغاوت کی حالت میں ہے، انہوں نے فوراً تدبیر اُسکی کی جو خود انہیں کے لفظوں سے زیادہ مختصر لفظوں میں بیان

نہیں ہو سکتی *

“اس پلٹن کے مقابلہ کے لیٹی ایک توپخانہ و نصف ۳۲ پلٹن کے گورے و نصف ۴۸ و ۷۱ پلٹن کے ہندوستانی سپاہی و نصف ساتواں رسالہ اور پورا اودہ کا دوسرا رسالہ اور اودہ کی پوری چوتھی پیادوں کی پلٹن فوراً روانہ ہوئی،

from the column at the order, and expressed contrition. But when the men saw the guns drawn up against them, half their body broke and fled, throwing down their arms. The disarmed 7th were ordered to return to their lines, and recall the runaways. They were informed that Government would be asked to disband the corps; but that those found faultless might be re-enlisted. The corps had, before the arrival of the troops, given up two prisoners and had offered to give up forty more.'

On this news reaching Calcutta it so happened that all the members of the Supreme Government took occasion to express or indicate their opinion on the character of the mutiny, and of the nature of the measure required to meet it. They did not then know that the supreme moment had already come, and that on the very day they wrote their minutes, the most terrible event in the history of British India

پلٹن بالکل مطمئن پائی گئی حکم پر آسنے پر باندہ کر قواعد کی اور قاسف کو ظاہر کیا، ایکن جب سپاہیوں نے توپ اپنے سامنے کھڑی دیکھی تو نصف اپنی بندوقیں پھینک کر بھاگ گئے، جنسے ہتیار لیلیئے تھے انہوں نے حکم پایا اپنے اپنے ڈبرہ پر جانیکا اور باغیوں کو پھر بولانیکا، انکو سمجھایا گیا کہ سرکار سے اس پلٹن کا نام کاٹنے کے لیئے عرض کیا جاوے گا مگر وہ جو بیگناہ پائے جاویں گے پھر بہرہی ہو سکتے ہیں، قبل پھونپنے افواج کے پلٹن نے دو مجرم سرکار کے حوالہ کیئے تھے اور چالیس اور دینیکا اقرار کیا *

جب یہ خبر کلکتہ پہونچی تو یہ واقعہ ہوا کہ سب سوپریم گورنمنٹ کے ممبروں نے اپنی رائے غدر اور ان بندوق بستوں کی صورت پر جو آسکے روکنے کے لیئے ضرور تھی ظاہر کی ہے، اس وقت ان کو معلوم نہ تھا کہ سب سے نازک وقت اب آپھونچا ہے اور یہ کہ اسی روز جس میں انہوں نے اپنی تحریریں لکھیں ہندوستان کی انگریزی تواریخ کا

had been irrevocably determined. But what they wrote is of infinite interest as a record of Lord Canning's policy. It was May 10th before Sir Henry Lawrence's report came before the Governor-General. He immediately recorded a minute that 'Sir H. Lawrence had acted with promptitude, and should be supported in the course he had taken.' He observed, however, with characteristic fairness and consideration towards the Sepoy, that an explanation should be given why biting of cartridges had been required at all, when the new platoon exercise had dispensed with it. Mr. Dorin, senior member of Council, thought disbandment an insufficient punishment. 'The sooner this epidemic of mutiny is put a stop to the better: mild measures won't do it; a severe example is wanted.' Major-General Low, concurring generally with Lord Canning, was disposed to believe in the reality of the dread entertained by the men of loss of caste, and that

سب سے بڑا ہولناک واقعہ بلا تغیر ہو چکا تھا۔ لیکن جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کی تدبیر مملکت کی نشان کے بطور نہایت مفید ہے، دسویں مئی کو جناب سر ہنری لارنس صاحب کی رپورٹ جناب گورنر جنرل صاحب بہادر کے روبرو پیش ہوئی، انہوں نے فوراً ایک تحریر لکھی جس میں لکھا تھا کہ جناب سر ہنری لارنس صاحب نے مستعدی ظاہر کی ہے اور انکی تدبیر کو جو وہ عمل میں لائے ہیں تقویت دینی چاہیئے، لیکن جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے اپنی معمولی راست بازی اور توجہ سے سپاہیوں کی نسبت فرمایا کہ ان پر ظاہر کر دینا چاہیئے کہ کارتوس مونہہ سے کاٹنی کی کیا ضرورت تھی جبکہ نئے قواعد سے وہ موقوف ہو چکا ہے، جناب ڈورن صاحب نے جو سن رسیدہ ممبر کونسل کی تھ نام کاٹنی کو ایک ناکافی سزا سمجھی، انہوں نے کہا ہے کہ جس قدر جلد غدر کی وبا رک جاری اسی قدر بہتر ہے، نرم

probably the main body of the regiment did not refuse to bite the cartridges from any disloyalty or disaffection towards the Government. Mr. J. P. Grant concurred in this view, and thought that if more severe punishment were required, it should be limited to a few ring-leaders. Mr. Peacock concurred with the Governor-General. These minutes from his colleagues called forth from Lord Canning a final minute, in which, after explaining his first more fully, he recorded the following memorable comment on the desire for 'severe measures', as a remedy for the distemper which prevailed :—

دلایکے بندوبست کچھ کام کے نہیں
ایک سخت عہدت چاہیئے ،
جناب میجر جنرل لو صاحب
کونسل کے ممبر جناب لارڈ کینڈنگ
صاحب بہادر کی رائے کو اکثر
قبول کر کے اُس خوف کی
اصلیت کی سیج سمجھنے کو جسکو
ذات کی خرابی کے باب میں
سپاہیوں نے خیال کیا اور یہ کہ
غالباً اُس پلٹن کے اکثر لوگوں
نے سرکار کی نمک حرامی یا
بد خواہی سے کارتوس کاٹنے سے
انکار نہیں کیا ہی مائل تھی ،
جناب مسٹر جے پی گرانٹ
صاحب نے اس رائے کو پسند
کر کے خیال کیا کہ اگر اس سے زیادہ
سخت سزا ضرور ہے تو صرف چند
سرخیلوں کو ہونی چاہیئے ، جناب
مسٹر پیکاک صاحب نے جناب
گورنر جنرل صاحب کی رائے
کو پسند کیا ، آنکی مشیروں کی
ان سب تحریروں نے جناب لارڈ
کینڈنگ صاحب سے ایک اخیر
تحریر لکھوائی جس میں اپنی
پہلی تحریر کی زیادہ تفصیل کی
اُس خواہش کے باب میں سخت
بندوبستوں کے لیئے ایک علاج کے

طور پر اس عارضہ کے واسطے جو
اُس وقت پھیل رہا تھا قابلِ یادگاری
تقریر مندرجہ ذیل درج کی
ہے ، *

‘ I also wish to say, that it is my conviction that the measures which have been taken in dealing with the mutineers, HAVE NOT BEEN TOO MILD. I have no doubt that many rank offenders have not had their deserts; but I know no instance in which the punishment of any individual could, with unquestionable justice, have been made more severe; and I am not disposed to distrust the efficacy of the measures, because the present ferment, in running its course over the land, after being checked in the Presidency (of Bengal), has shown itself in Oude and in the North-west. I would meet it everywhere with the same deliberately measured punishments. Picking out the leaders, wherever this is possible, for the severest penalties of military law, visiting the common herd with disbandment, but carefully exempting

‘ ہم بھہ بھی کہا چاہتے ہیں کہ
ہم کو بھہ یقین ہے کہ وہ بندوبست
جو سرکش لوگوں کے معاملہ میں
گیئے گئے ہیں زیادہ نرم دلیکی
بندوبست نہیں ہوئے ہیں ہم کو
کچھ شک نہیں ہے کہ اکثر
سے حیا گنہگاروں نے اپنے لایق
سزا نہیں پائی ہے مگر ہم کسی
مثال کو نہیں جانتے جس میں
کسی شخص کی سزا بلا اعتراض
انصاف سے زیادہ سخت کی
جاسکتی تھی، اور اگرچہ بلوا بنگل
حاطہ میں رک جانے کے بعد تمام
ملک میں اپنی رفتار کے دورہ
سے اودہ اور ممالک مغربی و
شمالی میں ظاہر ہو گیا، ہمارے
دل میں اُن تدبیروں کی تاثیروں
پر کچھ شک نہیں آتا، چاہیئے
کہ اسی تجویز کی ہوئی سزا سے
سب جگہ اب اسکا مقابلہ ہو
جنگی قانون کی سب سے سخت
سزائیں دینے جہاں ممکن ہیں
سرخوروں کو چن چن کر دیجاویں

those whose fidelity, innocence, or perhaps timely repentance, is fully proved.'

Up to this time the fears and suspicions of the Sepoys had been treated with entire success. Earnest and unremitting endeavours to satisfy their minds had preceded and accompanied every measure of punishment. Punishment itself had been, as Lord Canning required, strictly measured according to the evidence of individual conduct; and the only kind of punishment administered, except in the case of Sepoys concerned in an armed attack upon the life of their officers, had been the punishment of dismissal. This was a punishment which the Government had an undoubted right to administer, however genuine might be the dread under which the Sepoys had been moved to disobedience. The very sincerity of their fear, and the inveterate hold it had taken on their minds, was proof

سپاہیوں کو صرف نام کا نکر مگر احتیاط سے ان لوگوں کو بچا رکھیں جنکی نمک جلائی و بیگناہی یا شاید بر وقت توبہ بخوبی ثابت ہو

اب تک سپاہی کے خوف اور شہدوں کے ساتھ کامیابی سے پیش آیا گیا تھا ' سرگرمی و استقامت سے ان کی خاطر جمع کرنیکے لئے ہر ایک سزا کی تجویز کے ساتھ اور پہلے بھی کوششیں ہوئیں تھیں ' خاص سزا کا جیسی جذاب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کی خواہش تھی ہر ایک شخص کے چلن کی گواہی کے مطابق درستی سے اندازہ کیا جاتا تھا وہ سزا جو سوائے ان معاملوں کے دیجاتی تھی جسمیں سپاہی اپنے افسروں کی جان پر مسلح ہو کر حملہ کرتے تھے صرف نام کا تہہ دینے کی سزا تھی ' یہ ایک سزا تھی جسکا دینا سرکار کا بے شک حق تھا گو کیسا ہی اصلی وہ خوف ہو جسکے سبب سے سپاہی سرکشی پر آمادہ ہوں ' ان کے خوف کی مدت اور وہ شدید گرفت تھی جس نے ان کے دلوں میں

that they no longer trusted the Government which employed them. For this the best remedy was to leave its service. But so long as this mistrust had not led them into violence and crime, the 'severer measures'—for which there was already a cry, even in the Council Chamber—would probably be unjust, and would certainly be inexpedient. If the same gentleness and the same firmness which guided Lord Canning and Sir Henry Lawrence had guided the conduct of military tribunals, there is every reason to believe that the danger would have passed away.

Alas! Lord Canning's just and sagacious words, that the mutiny had 'not been treated too leniently,' received on the very day on which they were recorded, a terrible and memorable vindication.

On the 24th of April, eighty-five out of the ninety

اثر کیا تھا دلیل تھی کہ اب وہ
اُس حکومت پر جس کے وہ نوکری
بھروسہ نہیں رکھتی، اسکا سب
سے اچھا علاج نوکری چھوڑ دینا
تھا، لیکن جب تک کہ اُس
بدظنی نے اُنکو سرکشی اور
جرم میں نہیں ڈالا تھا تب تک
وہ زیادہ سخت تدبیریں جنکی
واسطے کونسل میں بھی اسوقت
غلغلہ تھا غالباً نا اوصاف اور فی
الواقع غیر ضروری ہوتی تھیں، اگر
وہی ملائیمت اور مستقیم جو
جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر
اور جناب سر ہنری لارنس
صاحب بہادر میں تھی جنگی
عدالتوں کی چلن میں بھی ہوتی
تو یقیناً سچ جانوں کہ خطرہ
جاتا رہتا *

افسوس کہ جناب لارڈ کیننگ
صاحب بہادر کے عدل اور دانش
مذہبی کے کلام نے یعنی بہہ کہ
بغاوت کی ساتھ زیادہ نرمی سے
سلوک نہ کیا گیا اسی روز جسمیں
وہ لہا گیا ایک مہیسا اور بان گاری
کے قابل صداقت پڑتی *

چوبیسویں تاریخ اپریل کو نوے
سپاہیوں میں سے تیسرے رسالہ

۱۸۵۷
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

men of the 3rd Light Cavalry stationed at Meerut had refused to receive the cartridges tendered to them. A squad of military recruits having followed their example, were at once summarily dismissed. The Commander-in-Chief, General Anson, ordered the trial of the whole eighty-five troopers by general court-martial, and reproved the artillery officer for having taken the more lenient course of dismissing the recruits, observing that this was a punishment 'incommensurate with the offence.' The court-martial held under the impulse of this feeling pronounced upon the troopers, on the 8th of May, sentence of ten years' imprisonment with hard labour—a sentence tremendous anywhere, but doubly tremendous in the climate and in the prisons of India. On the following morning this sentence was announced to the whole native troops paraded for the purpose. The prisoners were subjected to the additional degradation of being publicly ironed in front of the brigade. Ge-

کے جو میڈیٹھ میں مقیم تھا پچاسی نے گارتوس لینے سے جو آنکو دیا گیا تھا انکار کیا ، ایک گروہ رنکروٹوں نے جنہوں نے انہیں کی طرح انکار کیا فوراً مجھے جواب پایا ، کمانڈر چیف جنرل انسن صاحب نے حکم دیا کہ پورے پچاسی سپاہیکی تجویز جنرل کورٹ مارشل بعذی عام جنگی عدالت سے کیجیو اور انہوں نے توپشانہ کے افسر صاحب کو اس پر ملامت کی کہ انہوں نے ایسا رحم کا طریقہ کیوں اختیار کیا یعنی رنکروٹوں کو جواب ہی دیا کیونکہ یہ سزا جرم کے غیر مناسب تھے ، جنگی عدالت نے جو اس خیال کی تائید میں جمع ہوئی تھی سواروں پر انہوں نے تاریخ مئی کو دس برس کی سخت قید کا حکم دیا جو حکم ہر ملک میں ہولناک ہے مگر ہندوستانی سر زمیں اور جیلخانوں میں دو چوک ہولناک ہے صبح کو یہ حکم تمام ہندوستانی افواج کے سامنے جو اسی واسطی پوسٹ کرائی

neral Hewitt reported with apparent satisfaction, after this operation had been completed, that it was one which 'the majority of the prisoners seemed to feel acutely.' No doubt they did—and others besides the prisoners felt it acutely, too. On the following evening—the 10th May—the comrades of the condemned men rose in arms—broke open the jail—liberated the prisoners, who had accumulated to the number of 1,200 men—shot down every European they could meet—and marched off to Delhi. On that memorable night the Great Mutiny of '57 had entered on its fatal course. All India was in a blaze.

گڈی ظاہر کیا گیا، مجرموں پر یہہ بے حرمتی زیادہ کی گڈی کہ تم کے سامنی بیڑی ڈالی گڈی، جنرل ہیونٹ صاحب نے اسکی بعد ظاہر خوشنودی سے رپورٹ کی کہ یہہ ایک عمل تھا جو اکثر قیدیونکی دلپر سخت گذرا، آن پر اور اور لوگوں پر یہی علاوہ مجرموں کے اسکی گراں گذرنے میں کچھہ شک نہیں ہے، دوسرے روز شام کو یعنی دسویں مئی کو مجرموں کے ہمواریوں نے مسلح ہوکر سوتابی کی جیلخانہ کا دروازہ ٹوڑ کر بارہ سو قیدیونکو جو آسمیں تھی رہا کر دیا اور ہر ایک انگریز کو جو جہاں ملا گولی سے مار دیا اور دہلی کو کوچ کیا، اس یادگاری کی قابل شب کو سنہ ۱۸۵۷ ع کی مشہور سرکشی نے اپنے قاتل رفتار شروع کی تھی، تمام ہندوستان میں آگ بھڑک گڈی *

We have thus gone with care through the earliest stages of the mutiny, up to the moment when it became rebellion, be-

ہمنی اسطرحسی غور کے ساتھ سرکشی کی سب سے پہلے درجوںکا آس لحظہ تک جب کہ وہ بغاوت ہو گڈی بیاں کیا ہے

cause the facts have never been correctly stated in a connected narrative. They were grossly misstated in a pamphlet, published in the course of 1857, 'By One who has served under Sir Charles Napier.' We do not know who this officer is. But the only characteristic in which he rivals the great captain under whom he has served, is the violence of his language and the recklessness of his assertions. This anonymous pamphlet would hardly be worth noticing now, were it not for the fact that, for a time, it completely supplanted the authentic information to be derived from the official papers, and that from it were derived almost all the attacks made upon Lord Canning in the Parliamentary Sessions of 1857-8. There is still to be traced in the public mind an impression that though Lord Canning's measures were energetic and wise after the mutiny had entered on its final stage, they were weak and vacillating at

کیونکہ ایک مسلسل بیان میں غدر کی حقیقتیں اب تک صحیح نہیں بیان کی گئی ہیں، ان حقیقتوں کو ایک رسالہ میں جس کو ایک شخص نے جو سرچارلس نیپیر صاحب کے تحت میں نوکر تھا سنہ ۱۸۵۷ ع کے اندر چھپوایا بری طرح غلط بیان کیا ہے ہم کو نہیں معلوم کہ یہہ افسر یعنی مصنف رسالہ کا کون شخص ہے لیکن صرف وہ علامت جسمیں اُس نے اُس بڑے سردار سے برابری کی جسکی تحت میں اُسنی نوکری کی ہے اُسکی زبان کی سیدہ زوری اور کلامونکی بیہودگی ہے، یہہ گم نام رسالہ ہرگز ہمارے ذکر کرنیکی لائق نہ ہوتا اگر وہ ایک زمانہ تک بمنزلہ ایک صحیح اطلاع سرکاری کاغذونکی نہ رہا ہوتا اور اُس میں سے وہ سب مضمون جنسی سنہ ۱۸۵۷ ع اور سنہ ۱۸۵۸ ع میں پارلیمنٹ نے لارڈ کیننگ صاحب پر حملہ کئی نلئی گئی ہوتے، اب تک ہر خاص و عام کے دل میں یہہ خیال پایا جاتا ہے کہ اگرچہ لارڈ کیننگ صاحب کی تدبیریں

first. How entirely erroneous this impression, is the facts we have recorded are an ample proof. It is true, of course, that neither he nor any one else in India expected the mutiny to assume the proportions it ultimately did. But most probably it never would have assumed those proportions, if his just and considerate conduct had been everywhere pursued. The urgent anxiety he showed to reassure the minds of the Sepoys, and to take every possible measure to satisfy their reason on the object of their alarm, indicated an appreciation of the power and reality of their prejudices which, to this day, is very rare indeed.

On this point it is difficult to estimate the force of the evidence without examining the

بعد آسوقت کے جب بغاوت اپنے اخیڑ درجہ کو پہونچي چستی اور عقلمندی کی تھیں لیکن پہلی وہ کمزور اور متزلزل تھیں، بہہ حقیقتیں چو ہمئی یہاں مندرج کی ہیں اس خیال کی نہایت غلط ہونیکے بڑی دلیل ہیں، البتہ سچ ہے کہ نہ انکو نہ کسی اور کو ہندوستان میں توقع تھی کہ سرکشی جیسی وہ اخیر میں ہوئی اس درجہ کو پہونچے گی لیکن اگر انکی عدل اور متامل چلنے کے موافق ہر جگہ عمل ہوا ہوتا تو غالب ہے کہ وہ انکی درجوں تک نہ پہونچے ہوتی، جو فکر عظیم انہوں نے سپاہیوں کی دلوں کی تسابی دینیکو اور انکی خوفی باب میں انکی دلجمعی ہونے کے لینے ہر ایک ممکن بندوبست کرنے میں ظاہر کی اُس سے سپاہیوں کی تعصبونکی قوت اور اصلیت کی ایک قدر جو ابتک نہایت نایاب ہے ظاہر ہوئی *

بغیر امتحان کرنے تحقیقات کی عدالتوں اور جنگی عدالتوں کی روئے ادونکی جو بارگسپور

بغیر امتحان کرنے تحقیقات کی عدالتوں اور جنگی عدالتوں کی روئے ادونکی جو بارگسپور

proceedings of the Courts of Inquiry and the courts-martial, held during March and April, at Barrackpore. One of the most striking facts elicited then was, the composition of the Sepoy regiments in respect to caste. The 19th Regiment, which was disbanded, contained 559 men of the highest castes—Brahmins and Rajpoots. The 34th Native Infantry—in which the mutinous spirit received the earliest and most serious development, and from which it had spread to the 19th—consisted of 1,089 men, of whom no less than 803 were of the Hindoo faith; and of these, again, no less than 335, including 41 of the native officers, were Brahmins. The consequence of this state of things may easily be supposed. Captain Aubert, of the 34th, says, in his evidence, 'nearly all the native influence in the regiment is in the hands of Brahmins, who have also a numerical superiority.' Captain Drury, another of the officers, informed the court that it was a com-

میں مارچ اور اپریل مہینے میں جمع ہوئیں تھیں اس بات پر گواہی کے زور کا اندازہ کرنا مشکل ہے، ایک نہایت تعجب انگیز حقیقت یہ تھی سپاہیوں کی بلٹنوں کی ترتیب بلحاظ ذات کے اسوقت ظاہر ہوئی، انیسویں بلٹن میں جس کا نام کاٹا گیا پانچ سو آنسوئہ سب سے اعلیٰ ذات کے برہمن اور راجپوت تھے، چوبیسویں بلٹن میں جسمیں بغاوت سب سے اول اور نہایت کامل طور سے ظاہر ہوئی اور وہیں سے وہ ۱۹ بلٹن تک پہنچتی تھی ایک ہزار نواسی سپاہی تھے جنہیں سے پورے آٹھ سو تین ہندو تھے انہیں سے تین سو پینتیس بشمول ایکٹالیس ہندوستانی افسروں کی برہمن تھے، معاملات کی ایسی حالت کا نتیجہ آسانی سے خیال میں آسکتا ہے، چوبیسویں بلٹن کے کپتان اوبرٹ صاحب اپنی اظہار میں کہتی ہیں کہ اس بلٹن میں ہندوستانیوں پر بڑا دباؤ برہمنوں کا ہے جو تعداد میں بھی زیادہ

mon saying in the regiment 'that the corps was commanded by the Havildar-major Mooktar Persaud Pandy.' And who was he? He was the man in whose hut all the secret conferences were held—conferences in which each man inflamed the superstition of his comrade, by repeating and aggravating all the rumours of the camp—until the whole body was worked up to a frenzy of suspicion, not without whispers of revenge, and plans of treason. And why was this man's hut the favourite place of assembly? 'I went,' said one of the Sepoys, 'because he was a very high Brahmin; all the native officers are in the habit of going to his house and staying there for hours.' The reluctance of men to arrest or shoot the murderous Sepoy on the 29th March, is explained as a reluctance 'to kill a man of his caste.' It is not surprising that a brotherhood so close as this, bound together by a common superstition so irrational, should have been liable

ہیں، کہتان دروڑی صاحب اس پلٹن کے دوسرے افسر نے عدالت کو اطلاع دی کہ پلٹن کی معمولی کھات سے کہ وہ حوالدار میجر مختار پرشاد پانڈے کے تحت میں ہے، یہہ کون شخص تھا یہہ وہ شخص تھا جسکی گھر میں سب پوشیدہ صلاحیں کی گئیں جن صلاحوں میں ہر ایک شخص نے اپنی ہمراہیوں کی تعصب کو چھاونی کی تمام افواہوں کے دھوڑنے اور مبالغہ دینے سے بہتر کایا یہاں تک کہ تمام گروہ ایک شبہ سے دیوانہ بن گیا اور انتقام کی سرگوشیاں اور دغا بازی کی تدبیریں بھی کی گئیں، اور اس شخص کا گھر مجمع کے لیئے کیوں اعلیٰ تھا سپاہیوں میں سے ایک نے کہا کہ ہم وہاں اسلیئے جاتے تھے کہ وہ اعلیٰ ذات کا برہمن ہے دستور ہے کہ سب ہندوستانی افسر اسکی گھر میں جاتے ہیں اور وہاں عرصہ تک رھتی ہیں، ۲۹ مارچ کو اس جلاہ سپاہی کے قید نہ کرنے اور گولی نہ مارنے سے سپاہیوں کی کشیدگی کا ایک برہمن ہونیگی سبب سے ظہور

to uncontrollable fits of panic and alarm.

This was the root of the mutiny, and this continued to be its essential character throughout. It was this which gave it its passionate and fitful strength; it was this which constituted its organic weakness. There was no concert continuous or pre-arranged. There were only spasmodic bursts of sympathy; —for it is curious how much such affections of the mind seem to follow the same laws which govern diseases of the body. Contagion under special conditions seemed necessary to the spread of the poison. It ran a rapid and violent course among certain corps which had peculiar relations with each other, whilst others, apparently exposed to precisely similar conditions, remained for a time wholly unaffected. When Sir Henry Lawrence so promptly surrounded and disarm-

ہوتا ہے ، عجب نہیں ہے کہ ایک ایسی ملی ہوئی برادری جو ایک بیوقوفی کے عام وسواس سے مقید ہے ایسی ہول و خوف کی آمد میں جو رک نہ سکی مجبور ہوئے ہو *۔

یہی غدر کی جز تھی اور انجام تک اسکی یہی اصل صورت رہی ، اسی سے آسنے اپنی قہرناکی اور غیر مستقل زور کو پایا ، اور اسی سے آسمین ذاتی کمزوری تھی ، کچھ پایدار یا پہلی سی کی ہوئی سازش نہ تھی ، صرف ہم دردیکا پھوٹ پڑتا تھا ، کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ عقل کی بیماریوں کے طریقہ بدن کی بیماریوں کے طریقوں سے کس قدر ہم شکل تھے ، خاص حالتوں میں سمیت پہیلنی کے واسطے ظاہر رہا ضرور تھے ، آسکی رفتار بعض بعض پلٹنوں میں جنکی آپس میں خاص علاقہ تھے تیز اور قوی تھی جبکہ اور پلٹنیں جو بظاہر ٹھیک و سیدھی حالت میں تھیں مدت تک بالکل بے اثر رہیں تھیں جب سر ہڈی لارنس صاحب نے بہت مستعدی سے سرکش

ed the mutinous regiment at Lucknow, he led against them corps composed of precisely the same materials; and a single wing of one European regiment was the only alien element in the force which he commanded. There was no regiment in which the mutinous spirit took an aggravated form sooner than the 34th. But a few companies of that corps, which happened to be separated from their comrades at Dum-Dum, were entirely free from it, and addressed the Government deploring the disgrace which had been brought upon their body. The same curious phenomena continued to mark the progress of the mutiny, and to follow its decline. The thinnest partition of outward circumstances, or of mental association, seemed to prevent contagion, or to repel it. The entire armies of Bombay and of Madras escaped the plague. On the other hand, regiments which through many trials and abundant opportunity, had continued sound,

پلٹن کو لکھنؤ میں گھیر کر ہتھیار لی لیئے تب وہ آسکی مقابلہ میں آسکی قسم کی پلٹنیں لی گئی تھیں اور اس فوج میں جو آنکی زیر حکومت تھی صرف ایک نصف گوریلی پلٹن غیر قسم کا حصہ تھا، چونکہ سب پلٹن سے پیشتر کسی پلٹن میں بلوہ بدتر صورت پر ظاہر نہیں ہوا تھا، لیکن حسب اتفاق اس پلٹن کی دو ایک کمپنیں جو دہم میں کے اپنے ہمراہیوں سے الگ تھیں اس بغاوت سے بالکل آزاد رہیں اور انہوں نے گورنمنٹ کو ایک عرضی بھیجی جس میں انہوں نے اس بے حرمتی کی فریاد کی جو آنکی پلٹن کی ہوئی تھی، وہی عجیب ندرت قدر کی ترقی ظاہر کرتی رہی اور آسکی زوال کے ساتھ بڑی لگی رہی، بظاہر سب بیرونی حالتوں یا اندرونی اتفاقوں کی سب سے کم حجاب نے ویاکو روکا یا دور کیا، بندھنی اور مندراس کی کل فوج اس وبا سے بچتی رہی، خلاف اسکی ان پلٹنوں پر جو اکثر متحانوں اور بہت سے موقوف پر مسلم رہیں تھیں جس طرح

were suddenly attacked by the mania, as by the breath of some poisoned air, and broke out at moments when success was hopeless, and when the frenzy could end in nothing but disgrace and death. The conduct of some of them reminds one of nothing so much as of the 'herd that ran violently down a steep place and perished in the sea.'

Those only who thoroughly understand this essential character of the Great Mutiny of 1857, can understand the inestimable value of Lord Canning's character and conduct. Panic is a disease which propagates itself. The one thing which, above all others, has power to stop its way, is a strong mind holding firmly its own self-control. In virtue of that power even a single voice, in the midst of a raving crowd, is a voice gifted with command. Still more has it that power when the voice is the voice of one who rules. When the mutiny first assumed its alarming aspect, the European communi-

زہریلی ہوا کا چھونکا اٹا ہے جنوں حملہ آور ہوا اور ایسے وقتوں میں جب کامیابی سے نامیدی تھی اور جنوں کا انجام صرف بے حرمتی اور موت ہو سکتی تھی سرکش ہو گئیں، ان میں بعض کے چلن پر سب سے زیادہ مثال اس مویشی کے گلہ کی یاد آتی ہے جو زور سے ایک کراڑی کے نیچے دروازے پر چلا گیا اور سمندر میں مرکڑ رہ گیا * صرف وہ لوگ جو اس اصل خاصیت کو بڑے عذر سندھ ۱۸۵۷ء کی بخوبی سمجھتے ہیں جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کی خصلت و چلن کے بے بہا قدر کو سمجھ سکتے ہیں، ہیبت ایک بیماری ہی جو از خود پھلتی ہی، ایک مضبوط عقل جو اپنی خود اختیار کو قائم رکھتی ہی وہ چیز ہی جسکو اور سب چیزوں سے بڑھ کر اُسکی رفتار روکنے کا اختیار ہی اس اختیار کی سبب سے ایک ہی آواز ایک دیوانہ گروہ کی پیچ میں حاکم کی آواز کی مانند ہوتی ہی اسکو اور بھی زیادہ اختیار ہونا ہی جب وہ کسی

ty in Calcutta rushed to the conclusion that the whole army was in one vast conspiracy. Signs and wonder, hardly less irrational than those which frightened the Sepoy, were quoted as proving that the whole native population were traitors, and that to trust a musket in any native hand was weakness amounting to infatuation. The same impulse extended to the public in England. It found expression in the most powerful members of the Press. It affected the mind of Parliament. Even Lord Derby spoke with bitterness of the too lenient punishments inflicted by Lord Canning, and stigmatised the mere disbanding of mutinous regiment as an 'act of madness.' We mention this merely to indicate the breadth and violence of the current against which Lord Canning stood so firmly. If Lord Canning had yielded to these natural impulses of anger and of fear, the mutiny must have become that which it never was,—a war between race

حاکم کی آواز ہوتی ہے جب غدر کی پہلی پہل ہولناک صورت ہوئی کلکتہ کی تمام انگریز آس خیال کی طرف درز پڑے کہ تمام فوج ایک بڑی سازش میں تھی، ایسی علامتیں اور عجیب عجیب باتیں جو یہ نسبت آنکی جنسے سپاہی خائف ہوئی تھی بمشکل کم وحشیانہ تھیں اس بات کی ثبوت میں نقل کی گئی تھیں کہ تھامسی ہندوستانی رعایا دغا باز ہی اور بندوق کسی ہندوستانی کے ہاتھ میں سپرد کرنی ایک ایسی ہی وقوفی ہی جو دیوانگی کی برابر ہی، یہی جذبہ انگلستان کی خاص و عام تک پہنچا، نہایت زبردست اخبار نویسوں میں بھی اسکا ظہور ہوا، اسنے پارلیمنٹ کے دل پر بھی اثر کیا ہی، بلکہ جذاب لازمہ داری صاحب نے ان بہت خفیف سزاؤں کی نسبت جو لارڈ کیننگ صاحب نے دیں بہت برا کہا اور سرکش پلٹنوں کی صرف نام کات دینے کو حرکت مجنونانہ بتایا، ہم اسکا

and race, with wounds that could be never healed. It was given to him to resist this temper with invincible moral courage, and a love of justice which will ever be dear to the memory of India and of England. The complaints and accusations made against him at the time are an immortal monument of his fame. We will take an instance. Throughout the mutiny Lord Canning persevered in showing his confidence in the native races whenever and wherever he had an opportunity of doing so. The employment of natives in civil office, long urged upon the Government of India, had been increasing during recent years. It is perfectly true that amongst the natives so employed, there were some instances of treachery during the height of the mutiny. But Lord Canning did not allow this fact to reverse a course of policy on which so much depends. The European inhabitants of Calcutta, in the petition which they signed for Lord Canning's recall, record it as one of the high crimes and misdemea-

ذکر اس اہلہ کی صرف برائی اور تیزی ظاہر کرنے کے لئے جسکے مقابلہ میں جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نہایت استقلال سے قائم رہی کرتی ہیں، اگر جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر غصہ اور خوف کی ایسی طبعی جذبوں کی اطاعت کرتی نو سرکشی وہ صورت پکڑ جاتے جو اُسنے کبھی نہیں پکڑی یعنی قومی لڑائی ایسے نقصانوں کے ساتھ ہو جاتی جنکا علاج کبھی نہیں ہو سکتا، اس قومی جذبہ کا روکنا ایسی کمال وسعت اخلاق اور تعشقی عدل سے جو انگلستان اور ہندوستان کی یادگاری میں ضرور رہیگا جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر پر موقوف تھا، وہ فریادیں اور وہ الزام جو اُس وقت میں اُن پر کیئے گئے اُنکی نیکذامی کی دایمی یاد گار ہیں، انہیں سے ہم ایک مثال لیتی ہیں، تمام سرکشی میں جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر ہندوستانی قوموں پر اپنا اعتماد ظاہر کرنے میں جب کبھی اور جہاں کہیں ایسا

nours of the Governor-General, 'that he had lately sanctioned the appointment of a Mahommedan to be Deputy Commissioner of Patna; and also the appointment of other Mahommedans to places of trust—to the great offence,' they are pleased to add, 'and discouragement of the Christian population of the Presidency.' To this and to some other similar accusations from the same quarter, Lord Canning's reply was: 'The Governor-General in Council has felt it an imperative duty to discourage, and as far as possible to repress, that feeling of indiscriminate revenge which would confound the innocent with the guilty, and hold every Mahommedan and Hindoo in India responsible for the crimes committed by a comparatively small number of them.' We bow with profound emotion before the memory of a man who could hold this language at such a time.

کرنے کا موقع ہاتھ لگا مستقل رہے، ملکی عہدوں پر ہندوستانیوں کا مقرر ہونا جسکی نسبت ہندوستان کے گورنمنٹ پر مدت سے تاکید ہوئی تھی حال میں وسعت پاتا جاتا تھا، یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان ہندوستانیوں سے جنکا اس طرح پر تقرر ہوا سرکشی کے بلندی پر پہونچنے کے وقت میں دغا بازی کی بعض باتیں ہوئیں، لیکن جناب لارڈ کیننگ صاحب نے اس حقیقت کے سبب سے ایسی تدبیر مملکت کے طریقہ کو جسپر بہت سا کچھ حصر ہے نہیں توڑا، کلکتہ کے ولایتی باشندی اس عرضی میں جسپر انہوں نے جناب لارڈ کیننگ صاحب بھادر کے ہندوستان سے برلائے جانی کے واسطی دستخط کیئی اسباتکو برا جرم اور بد چلنی جناب گورنر جنرل بھادر کی نسبت مندرج کرتے ہیں کہ انہوں نے تہوڑی دن ہوئی ایک مسلمان کی تقرری کو پٹنہ کے ڈپٹی کمشنری پر منظور کیا ہے اور اور مسلمانوں کی بھی تقرری

اعلیٰ عہدوں پر کی ہے جس سے
حاطہ کی عیسائی رعیت کی
نہایت رنجیدگی اور دلشکنی
ہوئی ہے ، اسپر اور ایسی ہی اور
اور الزاموں پر جو آنلوگوں نے
لگائی تھی جناب لارڈ کیننگ
صاحب بہادر نے یہہ جواب دیا
کہ جناب گورنر جنرل صاحب بہادر
نے کونسل میں اس بے امتیاز
انتقام کے خیال کو جو بیگناہوں کو
مجرمون کی سساتھ لی ڈربی
اور ہر مسلمان اور ہندو کو
ہندوستان میں آن جرمنوں کی
نسبت جو تھوڑے سے لوگوں نے
کیئے جوابدہ کری توڑنا اور جس
قدر ممکن ہے دبانا بڑا فرض
سمجھا ہے ، ہم نہایت ولولہ سے
ایک شخص کی یاد گاری کی عزت
کرتے ہیں جو ایسی وقت میں
اس طرح کی گفتگو کر سکا *

جناب لارڈ کیننگ صاحب
کی رائے صحیح تھی کہ ابھی
تک ہندوستانی افواج پر کچھ
کچھ بھروسہ کیا جاسکتا ہے لیکن
جیسا آنکی دلمیں تھا اس سے
بہت زیادہ بھروسہ ظاہر کرنے
میں وہ بہت زیادہ راستی پر

Lord Canning was right in feeling some confidence that native troops might still be trusted ; but he was much more right in showing a far greater confidence than he felt. In that tremulous condition of the native mind, the sight of this con-

fidence, and the expression of it, tended to delay, to mitigate, or prevent the assaults of bad feeling. On this principle, when the 70th Native Infantry, stationed at Barrackpore, petitioned that they might march against the mutineers who had seized on Delhi, Lord Canning lost not a moment in himself proceeding to the cantonment, and addressing to that regiment a speech of acceptance, of encouragement, and of thanks. The petition of the 70th with the reply made to it, was immediately published as a general order by the Governor-General in council.

Wise as this conduct was because of its justice, it was still more wise because of its prudence. Lord Canning did not believe in a conspiracy of the whole native army; but if he

تھی، ہندوستانیوں کے دل دھڑکنے کی ایسی حالت میں اس بھروسے کی نگاہ اور اسکی اظہار نے بدظنی کے حملوں کی دھملا کرنے اور مٹانے یا روکنے کی طرف میل کیا، اسی بات کی اصل پر جبکہ سترھویں ہندوستانی پلٹن نے جو بارک پور میں تعینات تھی عرض کیا کہ سرکشیوں کے مقابلہ پر جنہوں نے دہلی پر قبضہ کیا ہے ہم کو بھیج دیا جاوے، جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے ایک لمحہ کا توقف نہ کر کے خود چھاونی کو تشریف لیگئی اور اس پلٹن سے ہمکلام ہو کر آنکی درخواست کی پسندیدگی اور دلاسا ظاہر کیا سترھویں پلٹن کی عرضی اور اسکا جواب جناب گورنر جنرل صاحب بہادر کی کونسل میں کے ایک عمام حکم کے بطور فوراً مشتمر کیا گیا *

اُن کا چلن جیسا بسبب اپنے انصاف کے عقلمند پکا تھا و بسبب اپنے امتیاز کے زیادہ تر زیر کی کا تھا، جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے تمام ہندوستانی

had believed in it, he could not afford to say so. When the mutiny began he had, in the whole extent of the Lower Provinces only about 2,400 European troops. The native army within the same limits exceeded 29,000 men. Yet these are the provinces in which alone the mutiny never assumed dangerous proportions. At the time when the disaffection began, a single regiment constituted the whole European garrison of Calcutta and of the neighbouring station of Dum-Dum. In like manner one European regiment was all that Sir H. Lawrence had to rely upon, if the native army had been treated as under suspicion, in the turbulent province of Oude. But at the same moment that Lord Canning was showing confidence in the general loyalty of the Native Army he was taking instant precautions against their possible defection. As in the physical world, there are structures which strike the mind with sudden force as evidences of design, so, in the course of

فوج کی سازش کو سمجھ نہیں سمجھا لیکن اگر انہوں نے اسکو سمجھ بھی سمجھا ہو تو وہ اسکو کبھی نہیں سمجھتے تھے، غدر کے شروع میں پورے بنگال کے صوبہ میں صرف کوئی دو ہزار چار سو گوری تھے، یہاں کی ہندوستانی فوج ۲۹ ہزار سے زیادہ تھی، تو یہی صرف انہیں صوبوں میں سرکشی کسی خطرناک درجہ پر نہیں پہونچتی، جب کہ بغاوت شروع ہوئی کلکتہ کی قلعہ میں اور اس کے نزدیک دمدم میں گوریکی ایک ہی پلٹن تھی، اگر جناب سرھنری لارنس صاحب نے ہندوستانی فوج پر شبہ کیا ہوتا تو تمام اودہ میں جو دغا باز صوبہ تھا صرف ایک گورہ کی پلٹن تھی جسپر وہ اطمینان رکھ سکتے تھے، مگر اسوقت جبکہ جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر ہندوستانی فوج کی تمام نمک حلائی کے اعتماد کو ظاہر کر رہے تھے وہ انکے ممکن بغاوت کے خلاف مستعد عاقبت اندیشیاں بھی کر رہے تھے، جیسے عالم اجسام میں ایسی صنعتیں ہیں جو اچانک زور کے

history, there are moments when we see almost with eye of sense, the Hand which is guiding them to ordained results. The time of the Indian mutiny was one of these. Distant and unforeseen events had happened and were happening with nice coincidence precisely at the time which was the right time for saving India. The quarrel with Persia had been brought to an end sooner than was expected, and the whole of Outram's expedition was ready to return. Another quarrel with China had arisen, and English regiments were already on the sea, passing within hail of India. Not an hour was lost by the Governor-General in sending up those rockets into the sky which told that the ship was in the midst of breakers. The public spirits of Lord Elgin and the energetic exertions of Lord Elphinstone responded with decisive effect to the Governor-General's appeals. When on June 3rd, Sir John Lawrence telegraphed from the Punjab to Calcutta, suggesting

ساتھ بطور ارادوں کی علامتوں کے دلمیں آتی ہیں اسی طرح سے تاریخ کے دور میں ایسے لحظہ ہوتے ہیں جنہیں ہم خدا کے ہاتھ کو جو اُس لحظوں کو معین نتیجوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے قریباً حسبی آنکھ سے دیکھتے ہیں ہندوستان کا غدر ایسے لمحوں میں سے ایک تھا، ٹھیک اُسی وقت پر جو ہندوستان کے بچانے کا وقت تھا متغایات اور نادیدہ واقعات نادر تواتر کے ساتھ واقع ہوئے اور ہوئے تھے، ایران کی لڑائی جیسی توقع تھی اُس سے پہلے ختم ہوئی اور اترم صاحب کی اُس مہم کی پوری فوج پھرنیکو تیار تھی دوسری لڑائی چین کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور انگریزی پلندیں اُس وقت ہندوستان سے آواز کے فاصلہ پر سمندر پر جاتی تھیں، جناب گور فرجنرل صاحب بہادر نے ہوائیوں کے چھوڑنے میں (یعنی خبر پہنچانے میں) جنہوں نے ظاہر کیا کہ جہاز عین تباہی میں پڑا ہے (یعنی ہندوستان تباہی میں ہے) ایک گھنٹہ کا توقف نہیں کیا ہے، جناب لارڈ الگن

a series of measures which he thought it absolutely necessary to take, Lord Canning was able to reply that every one of them 'had been taken long ago.' But there was another part of this message from Sir J. Lawrence which well indicates the dangers over which his tact and energy prevailed. It was true, as Lord Canning told him in reply, that Lawrence was 'better off for Europeans than any other part of India.' It was also true that a large portion of the native troops in the Punjaub were those local corps which his illustrious brother and himself had raised, and which were separate in sympathy from the army of Bengal. Yet Lawrence telegraphed on June 3rd, not only that 'the whole native army are ready to break out,' but that 'unless a blow were soon struck, the Irregulars as a body would follow their example.' It would be a great error to suppose that because this danger was averted, it was not a real danger when Lawrence wrote. It was averted by the vigour and address with

صاحب کی خیر خواہ خلائق طبیعت اور لارڈ الفنسٹون صاحب بہادر کی چالاک سعیوں نے جناب گورنر جنرل صاحب بہادر کی درخواستوں کا قطعی تاثیر سے جواب دیا (جناب لارڈ الگن صاحب جو اس وقت گورنر جنرل صاحب ہیں اس وقت ملکہ معظمہ کی طرف سے بحکم ترتیب صلح نامہ چین کے معہ افواج جاتے تھے اور جناب لارڈ الفنسٹون صاحب بہادر حاطہ بمبئی کے گورنر تھے) تیسری جون کو جس وقت سرجان لارنس صاحب نے بسبیل تاریخی پنجاب سے کلکتہ کو پیغام بھیجا جسمیں انہوں نے اکثر بندوبستوں کی نسبت جنکا کرنا اپنے نزدیک اشد ضروری سمجھا لکھا تھا تو جناب لارڈ کیڈنگ صاحب بہادر یہہ جواب دی سکی کہ وہ ہریک بندوبست عرصہ سے عمل میں آچکا، لیکن جناب سرجان لارنس صاحب کے اس پیغام میں ایک اور جزو تھا جو ان خطرہ کو جنہر آنکی تیز فہمی اور مستعدی غالب آئی بخوبی ظاہر کرتا ہے، یہہ

which the military spirit of the Irregulars was turned into a loyal course. No time was allowed for their minds to become exposed to the dangers of inaction. Lawrence knew that the only way to prevent defection was to act as if he had no fear and no suspicion. Accordingly, his local forces were hurled against Delhi as if they had been English troops; and in that memorable siege they showed not only a courage but a zeal and tenacity of purpose, without which in that terrible climate, and at that terrible season, our small European force could never have achieved success.

سچ تھا جیسا کہ جناب لارڈ کیننگ صاحب نے اپنے جواب میں فرمایا تھا کہ جناب لارنس صاحب کے پاس بہ نسبت کسی اور حصہ ہندوستان کے گورنر کی فوج زیادہ تھی، یہ بھی صحیح تھا کہ پنجاب میں وہ مقامی پلٹنیں جنکو ان کے نامور بھائی صاحب اور خود انہوں نے بھرتی کیا اور جو بنگال کی فوج کی ہمدردی سے الگ تھیں ایک بڑا حصہ ہندوستانی افواج کا تھیں، لیکن جناب لارنس صاحب نے تیسری جون کو تارتاری سے یہ خبر پہنچی تھی کہ صرف ہندوستانی تمام فوج ہی بغاوت پر نہیں مستعد ہے بلکہ اگر جلد ان افواج باغی کو زد و کوب نہیں کی جائیگی تو کل اوریگلر فوج بھی انہیں کی پیروی کرے گی، اگرچہ یہ آخر خطرہ مسدود کیا گیا یہ سمجھنا نہایت غلطی ہوئی اسوقت جب کہ لارنس صاحب نے خبر پہنچی تھی کہ وہ ایک اصل خطرہ نہ تھا، وہ خطرہ آس قوت اور شیریں زبانوں سے باز رکھا گیا جس سے اوریگلر

کی جنگی طبیعت کو ایک
نمک حلائی کے طریقہ پر رہنمائی
کی گئی، اُن کے دلوں کو سستی
کے خطروں میں پڑنیکہی مطلق
فرصت ندیگئی، جناب لانس
صاحب کو معلوم تھا کہ بغاوت کے روکنے
کی صرف ایک ہی تدبیر تھی
یعنی بے خوف اور شبہہ اپنا کام کرنا
کہ گویا کچھ اندیشہ ہی نہیں ہے
اسلئے اُن کی مقامی افواج مثلاً
گورے کی افواج کے اہلی پر
چڑھائی گئی، اور اُس یاد کے
قابل محاصرہ میں آتھوں نے
نہ صرف ایک بہادری کو باکہ
ایک گرم جوشی اور آزادی کی
استواری کو بھی ظاہر کیا ہے
جن کے بغیر اُس خطرناک آب
وہوا اور اُس اندیشہ ناک موسم
میں انگریزوں کی تھوڑی سی
گورے کی فوج کدھی کامیاب
نہوسکتی تھی *

All these facts and all other facts of the mutiny,—both the things which did happen, and the things which did not happen,—prove beyond doubt that it originated in a real panic on the subject of caste. That pa-

بہ سب حقیقتیں اور دوسرے واقعات غدر کے جو وقوع میں آئی یا نہ آئی بی شک ثابت کرتے ہیں کہ غدر ایک ذات کے معاملہ کی اصلی ہیئت پر اہلیت رکھتا تھا، وہ ہیئت ہنگام کی

nic spread among the close brotherhood of the Bengal regiment, because their constitution specially predisposed them to its influence. But it does not follow that some political agencies may not have been at work to aggravate, and to use the superstition of the Sepoy. It is certain that the panic began not in Oude, not in Delhi, but in the stations close to Calcutta itself. If we can rely on a statement of General Hearsey, this was no new fact in respect to the influence of Calcutta on the Sepoy mind. He wrote on February 8th, 'I moreover consider it necessary to add my conviction that the Sepoys are tampered with by designing villains, when on duty in Fort William and Calcutta, it having been frequently noticed by old military residents at the station that after frequent absences on such detached duty, many of them returned to their lines with strange ideas and unsettled minds.' This is not unnatural. Whatever elements of discontent exist in our Indian

بلڈنوں کی ملی ہوئی برادری میں پھیل گئی کیونکہ اُسکی تاثیر نے بالخصوص اُن کی طبیعت کو مائل کیا (مائل کرنے کے اسباب کے باب میں ہماری پہلی تحریر یعنی ہندوستان تحت حکومت جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب میں جو اس سے پہلی ترجمہ کی گئی ہے دیکھنی چاہئے) مگر اسکا نتیجہ یہ نہیں ہے کہ بعض ملکی انتظام کی گارہ باز سپاہی کے توہمات کے اونہار نے اور بڑھانے اور اُس سے فائدہ اُٹھانے میں مصروف نہ ہوں، یہ تحقیق ہے کہ یہ ہیبت نہ اودہ اور نہ دہلی میں لیکن خاص کلکتہ کی قریب کی چھاونیوں میں شروع ہوئی، اگر ہم جناب ہرسی صاحب کے بیان پر اعتماد کر سکیں تو یہ سپاہیوں کے طبیعت کی باب میں بلحاظ کلکتہ کی شرارت کے کوئی نئی حقیقت نہ تھی، انہوں نے انہوں فروری کر لکھا کہ سوائے اس کے ہم اپنی اس یقین کو اضافہ کرنا ایک فرض سمجھتے ہیں کہ جب سپاہی

empire, have their head-quarters in the presidency towns, where they are aided by a smattering of European knowledge, and European habits of organisation. Thus, we find allusion to a Brahmin agency or religious Hindoo party called the 'Dharma Sabha,' which, after the manner of its kind in other countries, had been angered by enactments of tolerance which were to it intolerable. The British Government had—not too soon—saved Indian widows from a frightful death; and still more recently it had saved them from a wretched life, by allowing them a legal second marriage. It is said, and it is quite possible, that agents of this 'religious society' had thought to frighten the Government from such iniquities by sowing the seeds of suspicion and distrust in the Native Army. It was said, too, that the dethroned king of Oude or at least some of his ministers, had aided in this work. This is possible too, although there is very scanty evidence of the fact. But so far as the Royal

فورٹ ولیم کے نالہ میں اور کلکتہ کی نوکری پر ہوتے ہیں متفقہی حرام زانی آنسے ملنے ہیں کیونکہ اس چھاؤنی کے پرانے جدیگی رئیسوں نے اکثر دیکھا ہے کہ ایسے علیحدہ نوکری کی اکثر غیر حاضریوں کے بعد اکثر لوگ عجیب خیالات اور مضطرب حالات کے ساتھ اپنی چھاؤنی میں واپس آتے ہیں، یہہ خلاف عادت نہیں ہے، انگریزوں کی ہندوستانی سلطنت میں کچھ ہی وجوہات رنجیدگی کے ہوں ان کی مقدم جائے قرار احاطہ کی شہروں میں ہے جہاں انگریزی علم اور انگریزی آراستگی طبیعت کی ناکامیلت سے وہ مدد ہاتے ہیں، مثلاً ہم برہمن کے کردار یا ہندوں کی مذہبی مجلس کی طرف جسکا نام دھرم سبھا ہے اشارہ ہاتے ہیں جسکو آسکے ہمچندوں کے مطابق اور ملکوں میں جواز کے قوانین سے جنسے آسکا جواز نہ تھا برہمن کیا گیا تھا، ابھی انگریزی حکومت نے ہندوستان کی رانڈوں کو ایک خطرناک موت (یعنی سنی سے) بچایا تھا اور ابھی حال میں

Family of Oude is concerned, the party which opposed the annexation of that country have little reason to quote the mutiny in support of their opinions. It was their object to keep that family in Lucknow, as the representative of the House of Timour was kept at Delhi. We know what was the result and effect of this policy. It gave to the mutineers a standard and a name, and the semblance at least of a political object. On a smaller scale it would have been the same in Oude. It was inevitable under any circumstances that when the mutiny broke out, advantage should be taken of it by the powerful chiefs, each with his little army of retainers and his fortress, who had so long preyed on the country, and who under our Government could prey no longer. But this was the consequence not of our dethroning the king (which was his own fault,) but of our assuming the government of the country, which on all hands was admitted to be necessary. The

اُن کو ایک مصیبت کی زندگی سے محفوظ کیا تھا یعنی قانوناً دوسری شاہی حکم دیا تھا، کہا جاتا ہے اور ممکن بھی ہے کہ اس دینکے محکمہ کے کارپردازوں نے ہندوستانی افواج میں شبہ و بد گمانی کی بیج بونے سی گورنمنٹ کو ایسی برائیوں کے باب میں ڈرانے کا ارادہ کیا تھا، زبان زد ہوا تھا کہ اودہ کے مہزول بادشاہ خواہ اُن کے وزراء نے اس امر میں تقویت دی تھی، یہ بھی ممکن ہے اگرچہ اس حقیقت کی صداقت پر کوئی علانیہ شہادت نہیں ہے، لیکن جسقدر یہ امور اودہ کے بادشاہی خاندان سے متعلق ہیں اُس ملک کی ضبطی کے برخلاف جو فریق تھا اُسکو اپنی رائے کی تقویت میں اُن کا حوالہ دینکی کم وجہ ہے، اُس فریق کا لکھنؤ میں اُس خاندان کو اُسی طرح سے قائم رکھنا مقصود تھا جیسیکہ تیمور کے خاندان کے جانشین کو دہلی میں قائم رکھا تھا، خوب معلوم ہے کہ اس تدبیر مملکت کی تاثیر اور نتیجہ کیسے کیسے

keeping of him as a puppet at Lucknow, on the old traditional system of 'the Company', would have only added an additional element of difficulty, and a convenient centre of intrigue. Oude was the only part of India where the mutiny of the soldiers assumed the character of a popular insurrection; and there it did so, not because the people cared for the king, but because one large portion of the people were the brothers and the friends of the mutinous Sepoys, and because another large portion of the people, namely, the military chiefs and their retainers, feared above all things the establishment of a powerful Government at Lucknow.

تھے، آسنے باغیوں کو ایک نشان اور ایک نام اور کم سے کم تدبیر مملکت کے مقصد کا بہانہ دیا، ایسا ہی اس سے ذرا کم اندازہ پر اودہ میں بھی ہوا تھا، کسی حالت میں یہ بات ہوئے سے رک نہیں سکتی تھی کہ جب غدر شروع ہو تو اُس سے وہ بڑی سردار اپنے ساتھیوں اور اپنی قلیل فوج اور قلعہ سے جو مدد کسی ملک کو تباہ کرتی تھے اور انگریزی گورنمنٹ کے تحت میں اب ایسا نہیں کرسکتی تھے فائدہ اٹھاویں، مگر یہ بادشاہ کے تحت پر سے اتارے جانے کا جو خود اُس کا قصور تھا نتیجہ نہ تھا بلکہ انگریزوں کی ملک کی حکومت لیبلیٹی کا نتیجہ تھا جس کی ضرورت کو سپہوں نے قبول کیا ہے، کمپنی کے قدیم برتاؤں کے بندوبست کے موافق پتلی کی طرح بادشاہ کو لکھنؤ میں قائم رکھنے سے صرف ایک اور مشکل کے عنصر اور سازش کی آسان مرکز کا اضافہ ہوا ہوتا، تمام ہندوستان میں ایک اودہ ہے وہ صوبہ تھا جہاں سپاہیوں کی

سرکشی ایک عام بغاوت کی صورت کو پہونچتی ہے ، اور وہاں وہ اس حالت کو نہ اس سبب سے پہونچتی کہ خاص و عام کے دلکا کچھ مرجع بادشاہ کی جانب تھا بلکہ اس وجہ سے کہ وہاں کی رعایا میں بہت سے باغی سپاہیوں کے بھائی اور دوست تھے اور نیز ایک بڑا حصہ عوام کے جنگی سرداروں اور متوسلوں کا لکھنؤ میں ایک قوی حکومت کے قائم ہونے سے سب سے زیادہ خوفناک تھا *

The view we have thus taken of the cause and nature of the mutiny is confirmed by an authority, who, perhaps more than any other man, is able to speak from the best opportunities of knowledge. Of the voluminous writings produced by the Indian mutiny we know no paper so interesting or instructive as the 'Letter from Sir John Lawrence, forwarding to the Governor-General of India the proceedings on the trial of the King of Delhi.' The result of that trial proved that the

بہت سے جو ہماری غدر کے سبب اور خصاست پر دی ہے وہ ایک ایسی شخص کی سند سے مستحکم ہوتی ہے جو شاید اور کسی شخص سے زیادہ واقفیت کے موقونکی سبب سے اچھی گفتگو کرتا ہے ، بڑی بڑی کتابوں میں سے جو ہندوستان کے غدر پر لکھی گئیں ہم کو کوئی تحریر اس قدر دلچسپ اور نصیحت آمیز نہیں معلوم ہوتی جیسا وہ نوشتہ سرجان لارنس صاحب کا ہے جسمیں انہوں نے دہلی کے بادشاہ کی تجویز کی رویداد کو

mutiny was simply a mutiny, and not an insurrection ; that it originated in no political cause whatever, and was not connected with any previous conspiracy.

‘ Whatever may have been the king’s participation in the events subsequent to the outbreak at Meerut, nothing has transpired on the trial, or on any other occasion, to show that he was engaged in a previous conspiracy to excite a mutiny in the Bengal army. Indeed, it is Sir J. Lawrence’s very decided impression that this mutiny had its origin in the army itself ; *that it is not attributable to any external or antecedent conspiracy whatever*, although it was afterwards taken advantage of by disaffected persons to compass their own ends ; and that its proximate cause was the cartridge affair, *and nothing else*. Sir J. Lawrence has examined many hundreds of letters on this

ہندوستان کے گورنر جنرل صاحب بہادر کی خدمت میں پہنچا ہے ، اُس تجویز کے نتیجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکشی صرف سرکشی تھی عام بغاوت نہ تھی ، اور نہ اُسکی بنیاد کسی تدبیر مملکت کے سبب پر تھی اور نہ کسی پہلی سے کی ہوئی سازش سے متعلق تھی ۔

اُن واقعات میں جو میرٹھ کی سرکشی کے بعد وقوع میں آئی بادشاہ کی کچھ ہی شراکت ہووے مگر تجویز یا اور کسی موقع پر کوئی شی ظاہر نہ ہوئی جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ بدگالکی فوج میں سرکشی پیدا کرنے کو پہلی سے سازش میں مصروف تھے ، فی الواقع یہ سرجان لارنس صاحب کا خوب محقق خیال ہے کہ اس بغاوت کی بنیاد خود فوج میں تھی اور وہ کسی بیرونی یا پہلی سے کی ہوئی سازش سے منسوب نہیں ہے اگرچہ بعد ازاں بدخواہ لوگوں نے اپنے خواہشکی پورے ہونیکی نظر سے آخر میں اس سے فائدہ اٹھایا اُس غدر کا

subject from natives, both soldiers and civilians. He has, moreover, conversed constantly on the matter with natives of all classes ; and he is satisfied that the general—indeed, the universal—opinion in this part of India, is to the above effect.’

On the predisposing influence of caste, and the impossibility of avoiding giving offence to its insane alarms, Sir John’s evidence is not less remarkable. It appears that a fear and suspicion of the designs of the Government was of long standing, and that the most ordinary measures of material improvement were as obnoxious to suspicion as the grease on the Enfield ball, or the glaze on the cartridge paper. A Rajpoot Brahmin Sepoy told Lawrence that ‘ more than five years ago the belief had existed, and had nearly brought on a

قریب سبب صرف کارتوس کا معاملہ تھا دوسرا کچھ نہ تھا ، جناب سرجان لارنس صاحب نے اس باب میں ہندوستانیوں میں سے سپاہیوں اور ملکی ملازمین کی سیکڑوں خطوں کا امتحان کیا ہے علاوہ اسکے اس بات پر ہر ایک فرقہ کے ہندوستانیوں سے انہوں نے ہمیشہ گفتگو کی ہے ، اور وہ مطمئن ہوئی ہیں کہ فی الحقیقت ہندوستان کے تمام اس حصہ کی عام رائے یہی ہے *

ذات کے دباؤ کے میلان پر اور اُسکے مچنڈوانہ خوف کو رنجش سے باز رکھنے کے غیر ممکن ہونے پر جناب سرجان لارنس صاحب کی رائے اس سے کم عجیب نہیں ہے ، معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے ارادوں کا خوف اور شبہہ مدت سے تھا اور جیسی رفاہی گولی کی چربی یا کارتوس کے کاغذ کے مہرہ پر وسیعہ اصل بہتری کی نہایت عام بندوبستوں پر شبہہ ہوتا تھا ، ایک راجپوت برہمن سپاہی نے جناب لارنس صاحب سے کہا ، کہ پانچ برس سے زیادہ گذری کہ یہہ یقین موجود

mutiny—that the caravanserais for travellers, and the supply of depots erected by Government on the Grand Trunk Road, were said to be devised with the object of destroying castes ; and that before long, impure kinds of food would be prepared in them, which the people would be forced to buy and eat.’

We have no intention of following in this article the events of the war. In outline, at least, they are vividly impressed on the memory of all. Every thing depended on the siege of Delhi. It began on the 8th of June, and the city was carried by assault between the 14th and 22nd of September, 1857. The head-quarters of the insurrection then centred in Lucknow. The relief of that garrison by Havelock and Outram took place on the 25th of September. But the relieving force under Outram was in its turn besieged. The second relief, and the rescue of the women and children, was effected by Sir Colin Campbell on the

نہا اور مقرب تھا کہ آسکے سبب سے ایک غدر ہو کہ کاروان سراؤں اور رسد کے ذخیرہ خانوں کی نسبت جو سرکار نے شاہ راہ عام پر بنائے تھے بہہ افواہ تھی کہ انکو ذاتوں کے براد کر دینکے لیئے ایجاد کیا ہے ، اور عذریب انمیں وہ ناپاک کھانے جنکے خریدنے اور کھانے کے لیئے لوگ مجبور کیئے جاوینگے طیار کیئے جاوینگے *

اس گفتگو میں لڑائیکے واقعات کے بیان کرنیکا ہمارا ارادہ نہیں ہے کم سے کم لوگوں کے ذہن میں انکا خلاصہ شگفتگی سے منقش ہے ، دہلی کے محاصرہ پر ہر ایک شے کا انحصار تھا ، وہ آٹھویں جون کو شروع ہوا اور چودھویں ویائیسیویں ستمبر سنہ ۱۸۵۷ ع کے درمیان میں حملہ کر کے شہر پر قبضہ کیا گیا ، اسکے بعد غدر کی جاسے قرار لکھنؤ ہوا ، وہاں کے قلعہ کے لوگوں کی مدد جناب ہیولک صاحب اور آترم صاحب پچیسویں ستمبر کو لائی ، لیکن معارن فوج جو زیر حکومت جناب آترم صاحب کی تھی وہ بھی گھر گئی ، ۲۲ نومبر کو جناب سرکالی

22nd of November; but the final defeat of the rebels was not accomplished till March 1858. The heroic defence of the Alumbagh — the successive reliefs of its garrison — and the final reconquest of Oude, must ever rank among the most memorable series of events in the military history of India. Alas! how few of the leaders whose courage and endurance triumphed in that contest are surviving now! Henry Lawrence was killed early in the siege. Havelock fell at the moment when he had achieved success. Sir J. Inglis is also dead; and whilst these sheets are passing through the press, we learn that Sir James Outram is no more. His noble conduct in yielding to Havelock the command to which his rank and his office entitled him, must be fresh in the recollection of our readers. But it was only consistent with his noble character. The Indian services may well be proud of Outram. He was the very type of the soldier-statesman of whom they have produced so

کیمپبل صاحب دوسری مدد لائے اور عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا، لیکن باغیوں کی اخیر شکست صرف مارچ سنہ ۱۸۵۸ ع میں ہوئی، عالم باغی بہادرانہ حفاظت اور آسے قلعہ والوں کی متواتر تقویتیں اور اودہ کی آخری مکرر فتح ہندوستان کی جنگی تواریح کی نہایت یادگار سلسلہ کے واقعات میں ہمیشہ شمار ہونی چاہیئے، افسوس کہ اُن سرداروں میں سے جن کی تیور اور استقلال نے اُن لڑائیوں کو فتح کیا ہے کس قدر اب کم زندہ ہیں، لکھنؤ کے محاصرہ کی ابتدا میں جناب سرھنری لارنس صاحب مارے گئے، جناب ہیولک صاحب اپنی فتح حاصل کرتے ہی مر گئے سرجان انگلس صاحب نے بھی وفات پائی اور اس درمیان میں جبکہ یہ تحریر چھاپی جاتی ہے ہم سنتی ہیں کہ جناب جیمس اُترم صاحب بھی مر گئے (اور اب سنہ ۱۸۶۳ ع میں کہ ہم اسکا ترجمہ کرتے ہیں خبر پہونچتی ہے کہ جناب لارڈ کلائڈ صاحب نے بھی رحلت فرمائی) اوترم

many and such great examples. And Outram represented the class which he adorned, not as they once were, but as, happily, in later times; they have come to be—men who to the skill and vigour which first acquired our rule in India, have added the Christian virtues which can alone make that rule a blessing to the world and an honour to ourselves. Fierce in fight, but generous and compassionate in council, Outram loved the natives of India, and he carried their hearts by storm. They loved him as military races love a great soldier, and as subject races love a protector and a friend.

صاحب کا یہ عمدہ چلن کہ انہوں نے ہیولاک صاحب کو وہ حکومت حوالہ کی جسکی وہ اپنے عہدہ اور درجہ کے سبب سے مستحق تھے اس تحریر کے پڑھنے والوں کی یاد میں ضرور تازہ ہوگا، ہاں یہ امر آدنی اعلیٰ خصلت کے موافق تھا، ہندوستان کے انگریزی ملازم اترم صاحب کی سبب سے فخر کر سکتے ہیں، وہ ہندوستان کے انگریزی ملازموں میں آن جنگی مدبروں میں سے جنکے اسقدر اور ایسی اعلیٰ نمونہ ہرے ہیں خاص علامت تھی، اور اترم صاحب اس فرقہ کے جس کو انہوں نے آرایش دی نہ اسطرح پر کہ وہ فرقہ جیسا پہلی تھا بلکہ خوش نصیبی سے جیسا آجکل ہو گیا ہے یعنی آن صاحبونسی جنہوں نے اس دانش اور تیور پر جس سے انگریزی ہندوستانی عملداری پہلی حاصل ہوئی اور مسیحی خوبیوں کو صرف جن کے سبب سے دنیا کے حق میں حکومت ایک نعمت اور انگریزوں کے لیئے شان و شوکت ہو سکتی ہے اضافہ کیا ہے نشانی تھی،

رزم میں جہار مگر بزم میں صاحب
 توفیق و شفیق اوتوم صاحب
 ہندوستانیوں کو عزیز رکھتے تھے اور
 انہوں نے ان کے دلوں کو بزرور
 شفقت اپنی طرف کھینچ لیا تھا
 جس طرح کہ بہادر قومیں ایک
 شجاع کو دوست رکھتی ہیں اور
 مغلوب قومیں محافظ و معین کو
 غنیمت سمجھتی ہیں اسی طرح
 ہندوستان کے لوگ ان کو عزیز
 رکھتے تھے *

What the mutiny was in its origin it continued to be throughout its course—a fanatical burst of passion in a corrupted army, attracting to itself all the scattered elements of villany or of discontent which existed in the country, but nowhere representing a general insurrection of any race or of any religion. Proud as we may be of the small British force which conquered in so many fights, we have reason to be prouder still of the command we exhibited over the thousand tribes belonging to our vast and varied empire. There was hardly one of the battles we fought and gained

جیسا کہ غدر ابتدا میں تھا
 و بے ساسی اپنے دور میں بھی رہا
 یعنی ایک فاسد فوج کی حرارت
 دینی کا جوش تھا جو اپنی طرف
 تمام عنصر بدذاتی یا ناراضی کے
 جو ملک میں موجود تھے کھینچتی
 تھی مگر کسی جا پر قومی یا
 مذہبی عام بغاوت کا نشان نظر
 نہ آتا تھا، جس قدر انگریز اس
 تیزی گوری کی فوج پر مغرور
 ہو سکتی ہیں جس نے انہی
 لڑائیوں میں فتح پائی تھی اس
 سے زیادہ تو اس تحکم پر جس کو
 انگریزوں نے ان ہزاروں قوموں پر
 جو اس بڑی اور متفرق سلطنت
 میں داخل ہیں ظاہر کیا ہے مغرور

in which we did not depend largely on native troops. The very names borne by the different corps which fought for us in the mutiny seem to represent the width and the strength of our dominion. When the small brigade which could be formed at Meerut moved on to advance on Delhi, the first important accession of strength which it acquired was the 'Sirmooree Battalion of Goorkhas.' To this body was intrusted the very key of our position, and it lost half its numbers in killed and wounded. The ponderous siege trains wended their laborious way to the same point under the escort of the 'Nabha Contingent' and of 'Farquhar's Beloochees.' There was the 'Jheend Horse.' There was the 'Cashmere Contingent.' There was the 'Mooltanee Horse.' There was the 'Kumaon Battalion.' There were 'Cokes' Puthan Borderers.' On the burning Ridge, from which our little army maintained the siege, no louder cheers were given than when the 'Punjab Guides' came

ہو سکتی ہیں، ان لڑائیوں میں جن میں انگریزوں کی فتح ہوئی بمشکل کوئی ایسی لڑائی ہوگی جسمیں انہوں نے ہندوستانی افواج پر بہت سا حصر نہ رکھا ہوگا۔ ان مختلف پلٹنوں کے ناموں ہی سے جو غدر میں انگریزوں کی طرف سے لڑیں انگریزوں کی سلطنت کی وسعت اور قوت ظاہر ہوتی ہے، جب چھوٹی تم نے جس قدر میرٹھہ میں جمع ہو سکتا تھا دہلی کی طرف کوچ کیا تو وہ پہلی تقریب کی بڑی مدد جو آسانی حاصل کے گورکھ کی سرموری پلٹن تھے، اس پلٹن کو انگریزوں کی جاسے قیام کا عین ناکا سپرد کیا گیا تھا اور نصف پلٹن مارینگڈی اور زخمی ہوئی، راجہ نہپا کی پلٹنوں اور فارکوہر صاحب کی بلوچی پلٹن کی حفاظت میں محاصرہ کا بھاری توپخانہ دہلی کی طرف بڑی مصیبت سے آیا تھا، کہیں جھیند کا رسالہ کہیں کشمیری گنتی جنت اور کہیں ملتان رسالہ اور کمارن کی پلٹن اور کہیں کوک صاحب کی سرحد

bounding into camp on the morning of the 9th of June. For whence had they come and how? From the far frontier of Peshaur—a distance of more than 600 miles—marching at the rate of twenty-seven miles a-day,—every day for three weeks — at a season when the thermometer was standing at 110 deg. in the shade! Nor did they fight less bravely than they marched. Within a few hours of their arrival they were in fierce and triumphant action with the enemy. The three storming columns which assaulted Delhi numbered together 2,850 men. Of these 1,425—a clear majority—were native soldiers. Of the reserve column numbering 1,200 men, 950 were native, and only 250 British. At Lucknow, the defence of the Alumbagh would have been impossible but for the incomparable fidelity of the Sikhs and Hindoostances, —who formed a principal part of the slender garrison. When the contest must have seemed to them hopeless, they sacrificed

والی ہتھانوں کی پلٹن موجود تھی، اس آتشیں بلندی پر جس جگہ انگریزوں کی قابل فوج محاصرہ کو تھام رہے تھے ویسی خروشی کی بلند آوازیں جو نوٹیں جرن کی صبح کو جب پنجاب گیتس کی پلٹن لشکر میں آپہونچی ہوئی تھیں کبھی نہیں دی گئیں، کیونکہ وہ کہانسی اور کیسی آئی تھی، پیشور کے دور و دراز سرحد سے جو چہ سو میل کے فاصلہ سے زیادہ تھی تین ہفتہ تک ہر روز سنائیس میل راہ طی کر کے ایسی موسم گرما میں جسمیں سایہ میں مقیم اس موسم کا پارہ ایک سو دس نمبر تک پہونچا تھا، اور جس جوانمردی سے کونچ کیا اس سے کم جرات جنگ میں بھی نہیں کی، پہونچنے سے بھڑکی دیر کے بعد دشمن کے ساتھ سخت اور فتنہ مند لڑائی میں مصروف ہوئے، تینوں حملہ کرنے والے تمناؤں کی تعداد جنہوں نے دہلی پر حملہ کیا حملہ دو ہزار آٹھ سو پچاس تھی، حملہ اسکی یکہزار چار سو پچیس ہندوستانی سپاہی تھے، باقیماندہ

every remaining chance of their own safety — resisting every inducement of corruption, defying every thought of fear. Thank God, whatever lessons the mutiny has left behind it, this at least is not among them—that native troops may not be trusted. At no period of our rule did we trust them more—at none did they better justify our trust. It may confidently be said that our mastery over the native races has received in the war of 1857 a new and splendid illustration.

تمس میکیں سے جسکی تعداد
 یک ہزار دو سو تھی
 ۹۵۰ ہندوستانی اور صرف
 دوسو پچاس گورے تھے ، لکھنؤ
 میں عالم باغ کی حفاظت
 بغیر سکھوں اور ہندوستانیوں کی
 بے نظیر نمک حلائی کی جو
 مقدم حصہ اُس تھوڑی قاعدہ کی
 فوج کی تھی غیر ممکن ہوئی
 ہوئی ، جب انکی فہم میں
 اُس جنگ سے ضرور مایوسی
 معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنی
 سلامتی کے تمام طریقوں کو چھوڑ
 کر بگڑ جانے کی ہر ایک ترغیب
 سے باز رہے اور نسیطرح کا خوف
 نہ کیا ، خدا کا شکر ہے کہ جو جو
 تجربہ کے امور غدر نے ہمکو تعلیم
 کیئے اُن میں سے بہہ نہیں ہے کہ
 ہندوستانی افواج پر بھروسہ نہیں
 رکھا جاسکتا ہے ، انگریزی عملداری
 کی کسی زمانہ میں انگریزوں نے اُن
 پر اس سے زیادہ اعتماد نہیں کیا
 ہے اور نہ انہوں نے کسی زمانہ
 میں انگریزوں کے اطمینان کو اس
 سے زیادہ واجبی سے ثابت کیا ،
 یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان
 کی قوموں کے اوپر انگریزوں کی آقا

ہونے نے غدر سنہ ۱۸۵۷ ع میں
ایک فیما اور عالیشان ثبوت
حاصل کیا ہے *

Such having been the mutiny in its character, what was it in its effects? On what points connected with the Government of India did it throw any light really new? This is a large question, for there is hardly any matter connected with that Government on which it did not rouse, or revive debate. Immense, therefore, as the subject is, we must trace at least in outline what the results of the great mutiny have been—in India and at home—on the form and on the work of government—on the instruments of our administration, and on its principles.

Of all the changes which resulted from it, probably the least important in itself was that on which all eyes for a time were fixed. 'The Government of the Company had broken

سرکشی اپنی اصلیت میں
تو ایسی تھی اُسکی نتیجہ
کیسی تھی، کون سی حالتوں پر
جو ہندوستانی گورنمنٹ سے
متعلق تھیں اُسکی اصل روشنی
دلائی ہے، یہ بڑا سوال ہے
اسلٹی کہ بمشکل کوئی ایسا
معاملہ اُس حکومت سے متعلق
ہوگا جسکی اوپر اُسکی مباحثہ
کو پیدا یا تازہ نکلیا ہو، یہ
مضمون جو بڑا ہے اسلٹی ہمکو
کمی کم اُسکی خلاصہ میں
جستجو کرنی چاہیگی کہ
ہندوستان اور انگلستان میں
حکومت کی صورت اور کارروائی
اور انگریزوںکی انتظام کے وسیلوں
اور اُسکی اصولوں پر اُس بڑی
سرکشی کے نتیجہ کیسی کیسی
ہوئی ہیں *

اُن تمام تبدیلیوں میں سے جو
اُس غدر سے پیدا ہوئیں غالباً
سب سے کم اہم کی تبدیلی
وہ تھی جسپر ایک مدت تک
سبکی نظر رہی، لوگ کہتی

down ! There never was purer nonsense. The Government of India was not the Government of the Company, and it had not broken down. But the delusion under which a mere legal fiction was spoken of as if it were a reality showed that it was high time that the fiction should be done away. Whatever errors had been committed in the Government of India had been the errors of the Crown—of its responsible ministers in England or in India. The Company, as a governing body, had been dead for more than seventy years. It had been dead, but not buried. Its skin had been preserved, and set up as if it were still alive. In its name all acts were still done in India ; in its voice all orders were still sent out from home. Its real condition was notorious, yet habitually forgotten ;—published in repeated Acts of Parliament ;—confessed and explained by Ministers of State, yet constantly spoken of as if all these enactments were unknown, —as if all these confessions were

نہ کمپنی کی حکومت جاتی رہی، اس سے زیادہ صاف یاوہ گوئی نہیں ہوئی، ہندوستان کی حکومت کمپنی کی حکومت نہ تھی اور نہ وہ جانتے رہی تھی، لیکن اُس دھوکے سے جسکی ذریعہ سے ایک شرعی حیلہ کا اصل کے موافق ذکر ہوتا تھا ظاہر ہوا کہ ضرورہ وقت آپہونچا کہ یہ اقتدار دور کیا جاوے، جو کچھ غلطئیں ہندوستان کی حکومت میں کی گئیں تھیں وہ تخت کے غلطیاں یعنی اُسکی ہندوستان یا انگلستان کے جوابدہ وزیروں کی ہوئی تھیں، کمپنی بہادر باعتبار ایک حاکم گروہ ہونیکی ستر برس پہلی سے مرچکی تھی، وہ مرتوجہ کی تھی مگر دفن نہیں ہوئی تھی، اُسکی کھال محفوظ رکھ کر اسطرح پر قایم کی گئی تھی کہ گویا اب تک اُس میں جان ہے، ابھی تک اُس کے نامی سب کام ہندوستان میں ہوتے تھے، اسیکی آواز سے اب تک سب احکام انگلستان سے بھیجی جاتی تھے، اُس کی اصل حالت روشن تھی لیکن

disbelieved. There never was such an instance of the power of mere names. Some ninety years before, when the agents of the real 'Company' had ruled and plundered Bengal under the pretended Government of a Nawab, the scandals of this system had been denounced under the name of a 'Double Government.' The indignant oratory of Burke had kept fresh its hated memory in the noblest passages of English eloquence. All trace of that system, and of its evils, had passed away. The very elements out of which it had been born had ceased to exist long before the birth of the present generation. But the sound of this opprobrious epithet had been carried on by tradition through all changes of time and circumstance, and its virtue as a term of reproach survived when all knowledge of its original meaning had been lost. Every man who had a grievance, just or unjust, real or supposed, against the Government of India, still babbled against it as a 'Double Govern-

آسکو عادتاً فراموش کر رکھا تھا، جو پارلیمنٹ کے ایکٹوں میں مشہور ہو چکی تھی اور سلطنت کے وزیروں نے آسکا اقرار اور تشریح کی تھی، لیکن ہمیشہ اس طرح پر آسکا ذکر ہوتا تھا کہ گویا تمام ان قانونوں سے ناواقفیت تھی اور ان تمام اقراروں کو غیر معتبر سمجھا گیا تھا، صرف نام کی قوت کی ایسی مثال کبھی نہیں ہوئی، کوئی ۹۰ برس پہلی جبکہ اصل کمپنی کے نائبوں نے ایک نواب کے نام سے ہنگال پر حکومت کی اور لوٹ لیا تھا تو اس بندوبست کی برائیوں پر درگزی حکومت کے نام سے مذمت کی گئی تھی برگ صاحب کی غضب ناک زبان آوری نے انگریزی فصاحت کے سب سے عمدہ کلاموں میں اس حکومت کی نفرت انگیز یادگاری کو تازہ رکھا تھا، اس بندوبست اور آسکی برائیوں کا بھی پتا نہ تھا، اس زمانہ سے بہت پہلے یہ مادہ بھی جلسے وہ پیدا ہوا تھا معدوم ہو گئے تھے، لیکن اس معیوب لقب کی آواز روایتاً ہر وقت اور ہر حالت کی

ment.' 'There is a sense, indeed, and an important sense, in which it was true that the 'Government of India' was, and must always be, a 'double Government.' There was the Government in India and there was the Government in England. But this 'double-ness' is a necessity of the case, and remains now precisely as it was before. The only other shadow of a meaning which had been left to this expression, was the 'doubleness,' which consisted in the Indian Minister sitting in Cannon Row, and his Council sitting in Leadenhall Street.

تبدیلیوں میں چلی آئی تھی اور اُسکی خاصیت بطور ایک سطحوں لقب کے اُسوقت تک زندہ رہی جب تک کہ اُسکی اصل معنی کا علم جاتا رہا تھا ' ہر ایک شخص جسکو استغاثہ ہندوستان کے گورنمنٹ پر تھا خواہ وہ واجب ہو یا نا واجب یا اصلی ہو یا قیاسی ہو وہ اُسکو بطور دوگنی حکومت کے اب تک بیہودہ خطاب کرتا تھا، فی الواقع ایک معنی ضروری ہے جسکے روسی بہہ سچ تھا کہ ہندوستان کی حکومت ایک دوہری حکومت تھی اور روسی ہی ہمیشہ ہونا چاہیئے کیونکہ ہندوستان میں حکومت تھی اور انگلستان میں بھی حکومت تھی، لیکن بہہ دوہری حکومت ہونی ضروری ہے اور ٹھیک جیسی وہ پہلے تھی اب تک قائم ہے، صرف دوسرے معنی جو اس اصطلاح کے باقی رکھے گئے تھے وہ وہ تو ہوا ہے کہ جو ہندوستان کے وزیروں کے کینڈرو کے اجلاس میں اور اُسکی کونسل کے لیڈن ہال اسٹریٹ کے اجلاس میں مخلوط تھا *

But the truth is, that this fiction of 'the Company' had become a nuisance from the inveterate misconceptions to which it had given rise. Its mischief was far greater in England than in India. It was a serious obstacle to the right understanding of all Indian questions. As Sir George Lewis accurately said, it 'threw obscurity on the seat of power.' But it did more than this—it weakened the authority of the Government of India. It made the Crown and the Parliament and the people forget their own responsibility, and induced them to cast wrongfully upon others blame which, if it attached to any one, attached to themselves, either directly or through those who represented their authority and wielded their power. On the other hand, the Court of Directors claimed on behalf of themselves merit which really belonged to the Minister who controlled them,—or to the Governor-General who was practically independent of them,—or to that public opinion

لیکن سچ یہ ہے کہ یہ افترا کمپنی کی آن سخت غلط فہمیوں سے جو اُس سے پیدا ہوئی تھیں ایک دکھ دینی والی ہو گئی تھی ہندوستان سے زیادہ انگلستان میں ارسا نقصان تھا، ہندوستان کے تمام معاملوں کے صحیح سمجھنی میں وہ ایک حائل رکاوٹ تھی، سرچارچ لیونڈس صاحب نے صحیح کہا کہ آسنی حکومت کی جگہ پر تاریکی ڈالی ہے، لیکن آسنے اس سے بھی زیادہ نقصان پہونچا رہا ہے، یعنی ہندوستان کی گورنمنٹ کے اختیار کو کم زور کر دیا ہے، آسنے تخت اور پارلیمنٹ اور عام رعایا کو خود اپنی جوابدہی بھولنے اور اوروں پر بے انصافی سے الزام دینے کو مائل کیا جو اگر کسی پر لگایا جاتا تو خواہ سیدھا یا آن لوگوں کی معرفت سے جو اُن کی حکومت کے نایب اور اُن کے مختار تھے خود اُنہیں پر آتا، برخلاف اسکے کورٹ آف ڈائریکٹر صاحب اپنے حق میں اُنخوبیوں کا دعویٰ کرتے تھے جو فی الواقع اُس وزیر کی تھیں جس کی وہ

which did operate through Parliament, slowly but surely, upon the administration of Indian affairs. It would be difficult to say which was the greatest delusion of the two—the delusion which claimed all that was good for ‘the Company,’ or the delusion which condemned the Company for calamities which had not the remotest connexion with the structure of the Government.

But the Cabinet of Lord Palmerston were justified to take advantage of the feeling which arose from the events of the mutiny to get rid of forms which had long been emptied of all their meaning. It was time that the Government of India should assume an aspect and address corresponding to its real nature. This is all that can be said in favour of the change. But it is quite enough. On the other hand, there was nothing of any

مطیع تھے یا جناب گورنر جنرل صاحب بہادر کی تہیں جو اپنے کام میں ان کے تابع نہ تھے یا اس عام رای کی تہیں جو اگرچہ آہستہ آہستہ لیکن پائداري کے ساتھ پارلیمنٹ کی معرفت ہندوستانی معاملوں کے انصوام پر اثر کرتے تھے وہ دھوکا جس سے کمپنی کی طرف سب خربیاں منسوب کی جاتی تھیں یا وہ دھوکا جس سے ان آفتوں کی بابت جنکو گورنمنٹ سے کچھ بھی تعلق نہ تھا کمپنی کو الزام دیا جاتا تھا یہ کہنا کہ ان میں سے کون سا بڑا تھا مشکل ہے * لیکن لارڈ پالمرسٹن صاحب کے دیوان خاص کو اس خیال کا قابو چڑنا جو غدر کے واقعات سے پیدا ہوا ایسی صورتوں کی موقوف کرنے کو جو مدت سے سب مطالب سے خالی تھیں واجب تھا، اب ضرور ہوا کہ ہندوستان کے گورنمنٹ ایک ایسی صورت اور خطاب کو جو اس کی اصل خاصیت کے لائق ہو اختیار کرے اس سے زیادہ تبدیلی کے حق میں نہیں کہا جاسکتا ہے مگر یہ

force to be said against the abandonment of a fiction so mischievous in its effects. It was not requisite to abolish anything which had ever been of the slightest value. There was no virtue in the fact that the Indian Council and the Indian Minister were never brought into personal communication. There was no virtue in the fact that part of that Council was still elected by the holders of India Stock. There was no virtue in the fact that despatches dictated by a Minister of the Crown should profess to come from 'the Honourable Court.' These features of the existing system it was necessary to remove. But almost everything else might remain precisely as it had been since 1784. In respect to the distribution of power between the Minister and his Council, no change whatever was required. The Court had been, and the Council was still to be, advisers merely. Much discussion arose, as is usual in such cases, on points of very small importance—the exact

خوب کاٹنی ہے، اور خلاف اسکی ایسے اقتدار سے کٹاؤ کشی کرنے پر جسکے اثر ایسی مضر تھی کوئی قوی بات نہیں کہی جاسکتی، جو چیزیں کہہ ہی کہہ ہی کچھ بھی کام کی ہوئیں نہیں آنکھوں پر کر کے کی کچھ ضرورت نہ تھی، اس بات میں کچھ خوبی نہ تھی کہ ہندوستان کی کونسل اور ہندوستان کی وزیر میں کہہ کوئی خاص علائقہ نہ ہوا، یہہ حقیقت نہ ایک حصہ اس کونسل کا ہندوستان کی پونجی کے وثیقہ دار اسوقت تک منتخب کیا کرتے تھے کچھ خوبی نہ تھی، اس مراسلون کی نسبت جنکو تخت کا وزیر لکھتا تھا یہہ ظاہر ہونا کہ وہ کورٹ آف ڈریگٹر صاحب پیدار کے حضور سے جاری کئی گئی کوئی خوبی نہ تھی، بندر بست موجودہ کی ان صورتوں کا موقف کرنا ضرور تھا، لیکن قریباً باقی ہر شی جیسی وہ سنہ ۱۷۸۴ ع سے ہوتے آتے تھے اسی طرح پر بحال رہ سکتی تھی، وزیر اور اسکی کونسل کے اختیاروں میں کچھ کسی طرح کی

numbers of the Council, and the preservation of an elective element. The echo of old cries still lingered in the ears of men; and they talked of numbers being necessary to 'independence;' as if the size of a Council could give the semblance of an authority which was excluded by direct provisions of the law. The only consideration of the slightest importance in determining the number of the Council was that it should be large enough to facilitate a convenient subdivision of the business. Lord Palmerston's Government proposed that the number should be eight, all to be nominated by the Crown, but under restriction as to the qualification of those who were to be eligible. After the change of Government, and the failure of Lord Ellenborough's famous proposal, that certain English towns should elect a portion of the Council, the discussion ended in the number being fixed at fifteen—eight to be nominated by the Crown, and seven to be elected by the Council itself.

تبدیلی کی حاجت نہ تھی، کورٹ صرف صلاح کار ہوئی تھی اور کونسل بھی صلاح کار ہونیکی تھی، جیسا ایسی معاملوں میں دستور بہت سے مباحثی بہت قلیل امراہم کے مضمونوں پر یعنی کونسل کے ٹھیک ٹھیک تعداد اور ایک انتخاب کرنیوالی جزو کے محافظت پر پیدا ہوئے، پرانی آوازوں کی بھنک اب تک لوگوں کے کان میں باقی تھی، اور وہ آزادی کے لیئے جمعیت کی ضرورت پر گفتگو کرتے تھے گویا کہ کونسل کی تعداد ایک ایسی حکومت کے مشابہ ہو جاوے جو قانون کی خاص منشاؤں سے خارج تھی؛ کونسل کی تعداد قرار دینے میں کسی قدر عمدہ یہہ رائے تھی کہ وہ اس قدر وسیع ہووے جس سے کام آسانی اور آرام سے ہو جاوے، جناب لارڈ پامرسٹن صاحب بہادر کی حکومت نے یہہ تجویز کی کہ تقرری اور لیاقت کے باب میں آنلوگوں کی جو انتخاب کے لائق ہوں ایسی حصر کے ساتھ تخت سے آنکی تعداد مقرر کی جاوے کہ شمار میں آئہ

The weight of this body, as the adviser of the Minister on question of Indian administration, depends not on its numbers, but on the knowledge and experience of the men who compose it. The old 'servants of the Company,' who formed so large a part of the Court of Directors, were the only class in which this knowledge and experience could be found: and it is a just tribute to the noble qualities for government which have flourished in our civil and military services of the East, that Parliament has indicated those services as the principal source from which the Indian councillors of the Crown shall continue to be drawn.

ہوں ' حکومت کی تبدیلی اور جذبات لارڈ الی ہر صاحب بھانڈ کی اس نامی تجویز کے قاصر ہونیکے بعد کہ انگلستان کے فلاں فلاں مشیر کونسل کے ایک حصہ کو منتخب کیا کریں مباحثہ تعداد کے پندرہ قائم ہونے پر ختم ہوا جن میں سے انہ کو تخت اور سات خون کونسل منتخب کیا کرے ' اس گروہ کا وقار بطور وزیر کے علاج کار ہونیکے ہندوستانی عمل دار کے معاملوں پر اپنی تعداد سے نہیں بلکہ ان اشخاص کے علم اور تجربہ سے متعلق ہے جو اس میں شریک ہیں ' کمپنی کے قدیم ملازم جو کورٹ آف ڈائریکٹر صاحبوں کے بڑا حصہ تھے صرف وہ لوگ تھے جن میں یہ تجربہ اور علم پایا جاسکتا تھا اور حکومت کے اُن اعلیٰ جوہروں کے لیٹی جو انگریزوں کی ملکی اور لشکری ہندوستانی نوکروں میں سے جلوہ گر ہوئی یہ ایک واجب پیشکش ہے کہ پارلیمنٹ نے اُن ملازمین کو بطور ایسی مقدم مطاع کے جس سے تخت کی انگریزی مدبر ہندوستان کے

As regards the administration of affairs in India, no change whatever of principle was required. We have, therefore, always doubted whether it was expedient to issue any Proclamation to the people of India,--such as that which the Cabinet of Lord Derby issued in the name of the Crown--as if any new authority were for the first time assuming their government. In respect to religious toleration there was nothing to promise, except an adherence to former practice. This is a far safer guide for the expectations of a people, than the words of a Proclamation, which are liable to endless misinterpretation. We agree with Lord Canning when he says (speaking, however, of another case), 'I believe that the issue of Proclamation is not the surest or safest mode of influencing the natives of India. The experience of the past year has furnished examples of the ingenuity with which the meaning

لئے جایا کرینگے بیان کیا ہے *
ہندوستان کے انتظام کے باب
میں کسی طرح کے تبدیلی اصول
کے ضرور نہ تھی، اسلئے ہمکو
ہمیشہ شک رہا ہی کہ آیا ایک
ایسا اشتہار ہندوستان کی رعایا
میں جاری کرنا مناسب تھا
جیسا کہ وہ اشتہار تھا جو تخت
کے نام سے جناب لارڈ ڈربی
صاحب بہادر کے خاص دیوان
نے جاری کیا گویا کہ پہلے ہی
مرتبہ کوئی نئی گورنمنٹ اپنی
حکومت اختیار کرتی تھی *
مذہبوں کے بدستور قائم رہنے کے
باب میں سابق دستور سے وابستہ
رہنے کے سوا اور کچھ اقرار کرنا
نہیں تھا، یہ بات بہ نسبت
ایک اشتہار کی الفاظ کے جو
بے حد کچ فہمی کے مطیع ہوتی
ہیں ایک قوم کی آسیدوں کے
لیئے ایک بہت مسلم رہنما ہی *
ہم جناب لارڈ کیننگ صاحب
بہادر سے اتفاق کرتے ہیں جب
کہ وہ ایک دوسرے معاملہ کے
باب میں یہ فرماتے ہیں کہ “
ہمکو یقین ہی کہ ہندوستان کے
لوگوں پر دبدبہ بیٹھانے کا نہایت

of such documents can be perverted, or their language misrepresented by the enemies of the State.' The Government was not a new one, neither were its principles of administration to be new. Already the words of the Proclamation are used as an armoury for debate, and are quoted as consistent or inconsistent with the tenor of particular measures. 'We do strictly charge and enjoin all those who may be in authority under us, that they abstain from all interference with the religious belief, or worship of any of our subjects.' Would this have prohibited the abolition of Suttee?—or the measure securing to converts their share of their family possessions?—or the act of legalising the marriage of Hindoo widows?—or the support by 'grants in aid' of missionary schools? There is no end of such questions. The progress of society, and the advance of civilisation in India has 'interfered with,' and must inevitably interfere more and more, with the habits and customs and

تحقیق یا نہایت سلامتی کا طریقہ اشتہار جاری کرنا نہیں ہی، سال گذشتہ کی تجربہ نے ایسی تیز فہمی نہی مثالیں دیں تھیں کہ جنسے سرکار کے دشمن ایسے کاغذات کی معذوں کو منقلب یا غلط بیان کر سکتے ہیں، نہ تو حکومت ایک نئی حکومت تھی نہ اس کے انتظام کی اصول نئی ہونے کو تھی، ابھی اشتہار کے الفاظ مباحثہ میں بطور سلاح کے استعمال کیئے جاتے ہیں اور انکو خاص بندوبستوں کی مضمون کے مطابق یا غیر مطابق کہا جاتا ہے، ہم ان سب کو جو ہمارے تحت میں اختیار رکھتے ہیں تاکید سے حکم کرتی ہیں کہ وہ ہر ایک ہماری رعیت کے دین یا پرستش کی مخالفت سے باز رہیں، کیا اس سے سٹی کے موقوفی یا نو دینوں کو خاندانی ستروکونکا ملنا یا وہ ایک جسمیں ہندوؤں کے راندوں کی شادی مباح کی گئی ہی یا مشنری اسکولوں کی تقویت کی منسوخی ہو گئی، اسے سوالوں کی کچھ انتہا نہیں

legal principles of a barbarous religion. But every step in that advance could heretofore be contested only on general principles, of justice or of policy. In future they will be contested with reference to words of a Royal Proclamation which are not capable of definite interpretation. This is a dangerous position for a written promise coming from the Crown. It is like bringing the personal authority of the Sovereign within the circle of political contention. It would have been better, we think, to stand on the character which the Government of India had never forfeited, and which it required no new Proclamation to define.

ہی ، لوگوں کی ارتباط کی ترقی اور ہندوستان میں انسانیت کی ترقی نے ایک وحشیانہ دین کے قاعدہ اور دستور اور شرعی اعتقادوں سے مخالفت کی ہے اور بیشک بالضرور زیادہ سے زیادہ مخالفت کرتی رہیگی ، لیکن اب تک اس ترقی کے ہر ایک قدم پر انصاف یا تدبیر کے صرف عام اصولوں کی وجہ سے تکرار ہو سکتی تھی ، آئندہ کو وہ ملکہ معظمہ کے اشتہار کے الفاظ کی نسبت جو محدود معنوں کے قابل نہیں ہیں مباحثہ ہوا کریگا ، تخت کے ایک تحریری وعدہ کے واسطے یہ ایک خطرناک مقام ہے ، اور یہ بات ایسی ہے جیسا کہ بادشاہ کے اختیار کو تدبیر مملکت کے مباحثہ کے دائرہ میں لانا ہے ، ہماری سمجھ میں اس خصلت پر قائم رہنا بہتر ہوا ہوتا جس سے ہندوستان کی حکومت نے کبھی خلاف نہیں کیا ہے اور جسکی شرح کرنے کے لئے کوئی نیا اشتہار ضرور نہ تھا *

On the very eve of its dis-

کورت آف ڈارکنر صاحبوں کے

solution as the traditional representative of an independent power in the administration of Indian affairs, the Court of Directors was called upon to deal with an event which seems to gather up within the shortest compass all the difficulties and anomalies connected with the form of government at home, together with perhaps the most formidable of all questions affecting our rule in India. In January 1858 the army of Sir Colin Campbell was being concentrated for the capture of Lucknow and the final subjugation of Oude. Lord Canning moved from Calcutta to Allahabad to be near the seat of war, and to determine on the course to be pursued for the pacification of the great province which the mutiny had temporarily wrested from us. He found it to be as clear in Oude as in the rest of India, that the defeat of our Government would have been the triumph of anarchy. There was the party of the Begum and her son claiming to represent the royal family of Oude ; there

جو برطانوی روسی ہندوستان کی معاملات کے انتظام پر ایک آزاد قوت کے ذمہ دار تھے برخاست ہونے کے دن کی شام کو اُن سے ایسے معاملہ کی انجام دہی چاہی گئی جس میں تھوڑے سے احاطہ میں تمام مشکلات اور خلاف قاعدہ گیان جو انگلستان کے گورنمنٹ کی صورت سے شاید معہ اُن نہایت مہیب معاملوں کے جو انگریزوں کی ہندوستان کی عملداری سے تعلق رکھتے ہیں مجتمع معلوم ہوتے ہیں ، جنوری سنہ ۱۸۵۸ء میں سرکاران کیڈیل صاحب کی فوج لکھنؤ کے فتح کرنے اور اودہ کی اخیر تسخیر کرنے کے واسطے جمع ہوتے تھے ، جناب لارڈ نیدنگ صاحب بہادر لڑائی کے موقع سے قریب ہونے اور اُس بندوبست کے قصد کرنے کے واسطے جو اُس کلاں صوبہ کی پراسن کرنیکے لیٹے کیا جارہے جو غدر میں چند روز تک انگریزوں سے چھن گیا تھا کلکتہ سے الہ آباد کو تشریف لائے ، اُنہوں نے اودہ میں بھی ایسا ہی اس بات کو صاف پایا جیسا

was the party of a Mahomed-an fanatic called the Moulvie ; the party of the Nazim, an adventurer without rights or property in the province ; the Sepoys who sold their services to the highest bidder, and the Talookdars and Zemindars, all jealous of each other, and ready to devastate and plunder as before. But all these factions had been equally hostile to the British Government. Yet there was one class, at last, for whom we had done much during the single year of our rule, and from which therefore it had been expected —perhaps unreasonably—that we might derive some support. This was the village proprietors —the actual occupiers of the soil. The condition of this class when we took possession of the country had been one of unparalleled depression. Their rights had ceased to exist, or were reduced to a mere shadow. They were completely in the power of the Talookdars, and were subject to every kind of oppression, tyranny, and exaction. We had restored their

باقی ہندوستان میں کہ انگریزوں کی سکشت سے بد عملی کی فتنہ ہوئی یہاں بیگم اور اس کے بیٹے کا جو اودہ کے شاہد شاہی خاندان کے جادشیں ہونے کا دعویٰ کرتا تھا فوریق تھا اور ایک مسلمان متعصب کا جو مولوی کہاتا تھا فوریق تھا اور ناظم کا جو صوبہ میں بلا حقوق اور بلا جائیداد داری دلیبری کرتا تھا ایک فوریق تھا اور سپاہی جو سب سے زیادہ دینے والی کے ہاتھ اپنی خدمتیں بچتے تھے اور تعلہ دار اور زمیندار تھے جو سب ایک دوسرے سے حسد رکھتے تھے اور بطور سابق ویرانی کرنے اور لوٹنے کو طیار تھے ، لیکن یہ سب فرقہ انگریزی حکومت کے برابر دشمن تھے ، تو یہی ایک قوم تھی جس کے حق میں انگریزوں نے اپنی علمداری کی اس ایک برس میں ان کی بہتری میں بہت سا کیا تھا اسلئے ان سے شاید بیوجہ توقع نہ تھی کہ انگریزوں کو ان سے کچھ مدد ملتی ، یہ قوم گانوں کے زمیندار لوگ تھے جو اصل میں زمین کے مالک تھے ، جب انگریزوں نے اودہ پر دخل

independence, and founded our Land Settlement mainly on a direct recognition of what we believed to be their old hereditary rights. But whether from their weakness or from other causes, this class had shown us no favour in our hour of need. In truth they had fallen again under the subjection from which we had redeemed them, and had joined the ranks of those who had risen in arms against us. Sir James Outram reported that the village communities had fallen too low to enable us to make them, with safety to ourselves, the basis of our Land Settlement in Oude. Lord Canning came to the conclusion that it would be absolutely necessary to start afresh. The universal character of the insurrection gave the right, and afforded the means, of doing so. It was impossible, indeed, to treat the people of Oude as we treated our own Sepoys, or the revolted subjects of our older provinces. Lord Canning therefore put aside altogether, in respect to Oude, the punishments

کیا تو اس قوم کی حالت بے نظیر
ڈلگیری کی ہوئی تھی ، انکی
حقوق فوت ہو گئی تھیں یا صرف
سایہ کے مثل رہ گئے تھے ، وہ بالکل
تعلقہ دار کے اختیار میں تھے اور
ہر ایک قسم کے ظلم و جبر و رسوم
دیندگی مطیع تھے ، انگریزوں نے
ان کی آزادی بحال کر دی اور
غالباً آسیکی ایک خاص شناخت
پر جسکو انہوں نے اس قوم کے
قدیم موروثی حقوق کو سمجھا
ہے اپنے خراج زمین کی بنیاد
ڈالی تھی ، لیکن خواہ اپنی
کمزوری سے خواہ اور سببوں سے
انگریزوں کی حاجت کے وقت
اس قوم نے کچھ مدد نہیں دی
فی الواقع وہ بہر اس مغلوبیت
میں پر گئے تھے جس سے انگریزوں
نے انکو رہائی دیتی اور ان لوگوں
کے رفیق ہو گئی تھے جنہوں نے
انگریزوں سے مسلح ہو کر سرکشی
کی تھی ، جناب سر جیم آٹرم
صاحب نے یہ بت دی کہ گانوں کے
رعایا نہایت بد ہو گئی اور
اس واسطی سلامتی سے انگریز
اپنی اودہ کی زمین کی خراج
کی بنیاد کو نہیں قائم کرسکتی ،

of death, imprisonment, and transportation. But he determined to declare that the Government of India held itself free to deal with the land of Oude—disencumbered from engagements which had been considered favourable to the people, but which had failed to secure their gratitude or contentment. Those engagements had been cancelled by rebellion; and he deemed it indispensable that the Government should resume that right over the soil, which every Government in India has asserted in its dealings with the people, and which is the basis of all Indian finance. The moment therefore Sir Colin Campbell's columns had cleared the city of Lucknow, and the reconquest of the province was virtually secured, Lord Canning issued the famous proclamation which rewarded a few faithful Talookdars by a perpetual confirmation of their estates, and declared that with those exceptions, and with the exception of such other persons as might establish similar claims upon

جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے ٹھہرایا کہ بالکل از سر نو شروع کرنا ضرور ہے ، بغاوت کی عام خصلت نے اس بات کی کرنیکا حق اور وسیلہ دیا ، البتہ جیسے انگریزوں نے اپنے سپاہیوں یا اپنے زیادہ قدیم صوبوں کی باغی رعایا سے سلوک کیا تھا اودہ کی رعایا کے ساتھ غیر ممکن تھا ، اسلئے جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے اودہ کے باب میں قتل اور قید اور جلاوطنی کی سزاؤں سے مطلقاً گذارہ کیا ، لیکن انہوں نے یہہ مشہور کرنے کا قصد کیا کہ ہندوستان کی گورنمنٹ ملک اودہ کی زمیں میں دست اندازی کرنے میں اپنے نکلین آزاد ٹھہراتی ہے بعضی ایسی عہد اور اقواروں پر وہ لحاظ نہ کریگی جو لوگوں کے حق میں مفید سمجھے گئی تھی اور انکی عوض لوگ احسان مندی یا رضا مندی ظاہر کرنے میں قاصر ہوئی ، وہ قول اور اقرار بغاوت سے منسوخ ہو گئی تھے ، اور گورنر جنرل صاحب بہادر نے فرض سمجھا کہ گورنمنٹ کو زمینداروں کا وہ حق جسکو

the favour of the Government, the 'proprietary right in the soil of the province was confiscated to the British Government, which would dispose of that right in such manner as to it might seem fitting.'

ہر ایک ہندوستان کی حکومت نے رعایا کے ساتھ معاملی کرنے میں اپنا قرار دیا ہے اور وہی کل ہندوستانی مالگداری کی بنیاد ہے پھر لینا چاہیئے، اسلئے جب سرکال کینڈیل صاحب کی افواج نے لکھنؤ کے شہر میں سے باغیوں کو نکال دیا اور اودہ کی پھر فتح حاصل ہوئی، جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے فوراً اس لائنی اشتہار کو جاری کیا جس میں زمینداری کی دائمی حق داری سے چند نمک حلال تعلقہ داروں کو انعام دیا اور ظاہر کیا کہ سوائے انکی اور سوائے ایسی اشخاصوں کے جو گورنمنٹ کی مہربانی پر ایسی ہی دعویٰ قائم کرسکتی ہیں اودہ کی زمین کی حق دارینا حق انگریزی حکومت نے ضبط کر لیا اور جیسا آسکو مناسب معلوم ہووے ایسا ہی اس حق کا تصفیہ کریگی *

Translated into the English language, and interpreted by European ideas in respect to property in the soil, this was undoubtedly a sweeping mea-

انگریزی زبان اور ولایتی خیال کے مطابق زمین کی ملکیت کے باب میں یہہ البتہ ایک سخت بندوبست تھا، لیکن آسوقستہ بورڈ

sure. There was, however, at this time at the head of the Board of Control a statesman who knew India, and who ought to have known how different are the principles which prevail there, and which have been familiar to the people through all their history. Proprietary right in the soil, or a right which—whether so called or not—is virtually the same, belongs and has always belonged to the Government of India. It is only parted with under leases or 'settlements' more or less favourable to the feudatories and occupiers of the soil—which leases are constantly revised and altered under a power which is practically a proprietary power. To put an end to the first Settlement made in Oude on the ground of subsequent rebellion was a punishment strictly measured to the offence. It was one which native rulers under similar circumstances had always been in the habit of enforcing. It was one which did not touch the honour of the most sensitive Rajpoot or Brah-

ف کنڈرول کے بالادست صاحب ایک مدبر تھے جو ہندوستان سے خوب واقف تھے اور جنکو جاننا چاہیئے تھا کہ اصول جو ہندوستان میں جاری ہیں اور جنکو تمام لوگ اپنی تاریخ میں جانتے رہے ہیں کیسے مختلف ہیں، زمین کی زمینداری کا حق یا ایک حق جسکا یہ نام ہو یا نہیں اصل میں ایک ہی حکومت ہندوستان سے متعلق ہی اور ہمیشہ سے متعلق ہوتا رہا ہی، وہ حکومت اس حقکو صرف پٹوں یا اقراروں سے جو زمینداروں اور کاشتکاروں کو زیادہ یا کم فائدہ کے ہیں دیتی ہی اور ان پٹوں کے تصحیح اور تغیر ایک اختیار سے جو از روئے عملکی مالکانہ اختیار ہی ہمیشہ ہوتا ہی، ہونڈیوالے غدر کے سبب سے اودہ کے پہلے اقرارناموں کو شکست کرنا ایک سزا تھی جو حقیقتاً جرم کی خوب مناسب تھی، وہ ایک سزا تھی جو ایسی حالت میں ہندوستانی سلاطین ہمیشہ عمل میں لانے کے عادی ہوئے تھے، وہ ایک سزا تھی

min: It was one, finally,—the only one—which would enable us to resettle the country under conditions better suited to the ascertained condition of the people. Nevertheless, the prudence of issuing such a proclamation was fairly open to discussion. Its terms were considered inexpedient by Sir James Outram on the spot, and the Indian Minister had an undoubted right to act upon his opinion in the matter. He was bound, however, to intimate that opinion in a manner consistent with Lord Canning's position, and with the maintenance of his authority in India. But there is one temptation which Lord Ellenborough cannot resist. Without being a great debater, he is the greatest orator in Parliament, and he will sacrifice much to the rhythm of a stately sentence. Seizing on the Secret Committee,—that strange instrument of Government devised by Mr. Pitt for bringing the will of the Minister to bear at once and secretly on the Government of India,—Lord

جس نے نہایت شکی راجپوت یا برہمن کی عزت کو ڈرا بھی نہیں چھو آخر کار وہ ایک سزا تھی اور ایک ہی سزا تھی جس نے ایسی شرطوں سے جو لوگوں کی معاملہ حاکمیت سے اچھی مناسب ہوں دوبارہ ملک پر تصرف کرنے کی انگریزوں کو قدرت دی ہوتی ، تو بھی ایسے اشتہار کے جاری کرنے کی تمیز صاف مباحثہ کے قابل تھی ، جناب سر جیم اوٹرم صاحب نے جو اُس وقت اودہ میں تھے اُسکے مضمونوں کو نا مناسب سمجھا اور اس معاملہ میں اپنے راسے کے مطابق عمل کرنا ہندوستانی وزیر کا بے شک حق تھا ، لیکن اُس راسے کو ایسی صورت سے ظاہر کرنا جو جناب لارڈ کیڈنگ صاحب بہادر کے عہدہ کے موافق اور اُنکے ہندوستان کے اختیار قائم رکھنے کے مناسب تھی اُس وزیر پر لازم تھا ، لیکن ایک توغیب ہی جس سے جناب لارڈ الی برہ صاحب بہادر (جو وزیر تھے) باز نہیں رہ سکتے ، بغیر ایک اعلیٰ پھرتی فائدہ

Ellenborough issued against Lord Canning the celebrated despatch which very nearly destroyed the Cabinet of which he was a member. We can quite conceive the pleasure with which ear and hand followed the march of these sounding periods :—

ہورنیکے وہ پارلیمنٹ میں کے
سب سے اعلیٰ خوش تقریر ہیں
اور ایک عمدہ فقرہ کے سمیع کے لیئے
وہ بہت کچھ نقصان کرتے ہیں
سیکریٹ کمیٹی (یعنی مخفی
مجلس) کے ذریعہ سے جو
گورنمنٹ کا وہ عجیب آلہ ہی
جسکو پتہ صاحب نے واپس کے
مدراء کو ہندوستان کی حکومت
پر دفعہ اور مخفی ڈالنے کے
واسطے ایجاد کیا تھا جناب لارڈ
الن بے صاحب نے جناب لارڈ
کیدنگ صاحب بہادر کے برعکس
وہ مشہور مراسلہ جاری کیا جس نے
آس دیوان خاص کو جسکے وہ
ایک منبر پر قریباً برباد کیا
ہم آس خوشی کو جس سے
کان اور ہاتھ نے ان لفاظی کے
فقروں کو لکھا اور سنا ہی خوب
معلوم کر سکتے ہیں *

‘ OTHER conquerors, when they have succeeded in disarming resistance, have excepted a few persons as still deserving of punishment, but have with a generous policy extended their clemency to the great body of the people.

اور فتح یابوں نے جبکہ وہ
سرکشیوں کے ہتھیار چھین لینے میں
کامیاب ہوئی ہیں چند اشخاصوں
کو سزا کے لائق مستعدی کیا ہے
مگر ایک فیاض تدبیر کے ساتھ
انہوں نے رعایا کے بڑے گروہ پر
اپنی رحمت کو پہنایا ہے *

'You have acted upon a different principle; you have reserved a few as deserving of special favour, and you have struck, with what they will feel as the severest of punishments, the mass of the inhabitants of the country.'

'We cannot but think the precedents from which you have departed will appear to have been conceived in a spirit of wisdom superior to that which appears in the precedent you have made.'

Not content with this rebuke to the Governor-General, Lord Ellenborough—the man who had struck down the unfortunate Ameers of Scinde, and had annexed their country—condemned in no indirect terms the annexation of Oude, misrepresented broadly the grounds on which it had proceeded *, and implied a doubt whether we had

آپے ایک دوسری اصول پر عمل کیا ہے آپے خاص مہربانی کی سزاوار چند لوگوں کو باقی رکھا ہے اور ملک کے عام لوگوں کو ایسے سزا دی ہے جسکو وہ نہایت سخت سمجھیں گی *

ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ قدیم نظریوں جنکو آپے چھوڑ دیا ہے ظاہر ہونگی کہ وہ ایک ایسی دانائی سے پیدا ہوئیں نہیں جو بہ نسبت اُسکی کہ آپ کی نظریوں سے ظاہر ہوتی ہے اعلیٰ ہے * جناب گورنر جنرل صاحب بہادر کو اس الزام کے دینے پر اکتفا نہ کر کے جناب لارڈ الن برہ صاحب نے جنہوں نے سندھ کے ملک کی بدبخت امیروں کو سخت صدمہ پہونچایا اور اُنکے ملک کو شامل کیا تھا صاف الفاظ سے اودہ کی ضبطی کی شکایت کی اور اُن بنیادوں کو جنہوہ کی گئی تھی †

* As this erroneous statement of

Lord Ellenborough is a very common one, we may as well specify it here. It is as follows:—'We dethroned the King of Oude and took possession of his kingdom

† کیونکہ لارڈ الن برہ صاحب کا یہہ غلط بیان بہت مشہور ہے ہم اسکو یہاں بیان کرینگے یعنی جناب لارڈ صاحب نے کہا ہے کہ انگریزوں نے سنہ ۱۸۰۱ء کے عہد نامہ کے مطابق جو ایندہ کو سنہ ۱۸۳۷ء کے دوسری عہد نامہ سے ترمیم

any good right to hold the province. This 'secret' despatch was instantly published in England. Whatever were the merits of Lord Canning's proclamation, by virtue of a treaty (1801), which had been subsequently modified by another treaty (1837), under which, had it been held in force, the course we adopted could not have been lawfully pursued; but we held that it (the treaty of 1837) was not in force; although the fact of its not having been ratified in England, as regarded the provision on which we rely for our justification, had not been previously made known to the King of Oude.' This sentence is not expressed with the clearness usual in Lord Ellenborough's writings. But the assertions it contains are as erroneous as they are confused and contradictory. First,—We did not profess to act under the treaty of 1801. On the contrary, Lord Dalhousie's first step was to declare that treaty, and all other treaties, abrogated, because the King of Oude had not fulfilled

بہت غلط ٹھہرایا اور ایک شک ظاہر کیا کہ اُس موہ کے لینے کا انگریزوں کو کچھ حق تھا یا نہیں، یہہ مخفی مراسلہ فوراً انگلستان کیا گیا تھا جسکی مطابق اگر وہ قائم سمجھا گیا ہوتا تو وہ طریق جو اُنہوں نے اختیار کیا شرعاً نہوسکتا، اودہ کے بادشاہ کو تخت سے اوتارا اور اُنکی سلطنت کو قبضہ میں لیا مگر انگریزوں نے دعوے کیا کہ عہدنامہ سنہ ۱۸۳۷ ع کا جائز نہوا اگر چند یہہ حقیقت کہ وہ انگلستان میں مستحکم نہکیا گیا اُس شرط کے باب میں جسپر انگریز اپنی حمایت کے واسطی بھروسا رکھتی ہیں پہلی سے اودہ کے بادشاہ پر ظاہر نہکی گئی تھی، یہہ کلام اُس صفائی سے جو لارڈ الن پڑہ صاحب کی تحریر میں معمول ہے ظاہر نہکیا گیا ہے، لیکن جو باتیں اسمیں ہیں وہ جسطور غلط ہیں، اوسی قدر وہ متفرق اور مشالغ ہیں اول انگریزوں نے عہد نامہ سنہ ۱۸۰۱ ع کے مطابق عمل کرنیکا اقرار نہیں کیا، برخلاف اسکے جناب لارڈ ڈلہوزی صاحب کا پہلا بندوبست یہہ بیان کرنا تھا کہ وہ عہد نامہ اور باقی سب عہدنامی منسوخ کیٹی گئی ہیں کیونکہ اودہ کے بادشاہ اسکو بجا نہیں لائی تھی، دوم سچ نہیں ہے کہ انگریزوں نے اپنی حمایت کے واسطی سنہ ۱۸۳۷ ع کے عہد نامہ کی کسی شرط پر جو باطل تھا بھروسا رکھا ہے، سوم سچ نہیں ہے کہ سنہ ۱۸۳۷ ع کے عہد نامہ کے غیر

this public denunciation of his conduct before all India, in the very crisis of a dangerous insurrection, was—and was felt to be—an outrage. Lord Ellenborough, with a manliness which is never wanting in his conduct, saved his colleagues by sacrificing himself. The Court of Directors, following in the wake of public opinion in England, passed a vote of confidence in Lord Caning. This may be said to have been the last important political act of 'the Company.' Once before, they did them. Secondly,—It is not true that we 'relied for our justification' on any provision of the treaty of 1837, which was null. Thirdly,—It is not true that we derived advantage from the non-ratification of the treaty of 1837. On the contrary, Lord Dalhousie would have been delighted to proceed under it, if it had been in force. It gave him all he wanted—a right to seize the government. The king, however, was offered a better position than that treaty would have secured to him.

میں جاری کیا گیا، جناب لارڈ کیننگ صاحب کا اشتہار خواہ واجب تھا یا نہیں لیکن یہ عام تہدید اُن کے چارن پر سب ہندو تان کے سامنے اور ایک خطرناک بغاوت کے ذراک وقت میں ایک ستم تھا اور ایسا ہی سمجھا گیا تھا، جناب لارڈ الی ہر صاحب نے ایک مردمی سے جسکی اُن کے چارن میں کہی کمی نہ تھی اپنے تئیں قربان کر کے اپنے جلیسوں کو بچایا، کورٹ آف ڈائرکٹر صاحب نے انگلستان کے عام لوگوں کی رائے کی بددلی مستحکم ہونے سے انگریزوں نے کچھ فائدہ پایا، برخلاف اسکی لارڈ ڈلہوزی صاحب اسکی مطابق عمل کرنے میں بہت خوش ہوتے اگر وہ جاری ہوتا، جو کچھ وہ چاہتی تھی یعنی حکومت ایلینی کا حق وہ اُس عہد نامہ سے اُنکو بخوبی حاصل ہوتا، لیکن بادشاہ سے اُس سے بہتر طریقہ برتا گیا جو اُس عہد نامہ سے اُن کو حاصل ہوتا *

had exerted against the same statesman the only formidable power which had been left them by Mr. Pitt ; and, in spite of the Ministers of the Crown, had recalled the Governor-General, who was by law their 'servant,' but who had determined too ostentatiously to become their master. We do not regret the change which deprives the Council of the Indian Minister of this last remnant of original authority. It was one which never was, and never could be, exerted except under the protection of such an amount of public feeling in England as would find adequate expression in the British Parliament.

Meanwhile Lord Canning pursued his course of policy in Oude with complete success.

ٹرکے جناب لارڈ کیننگ صاحب کی نسبت اپنے بھروسے کی راے ظاہر کی، اس بات کو کہا جاسکتا ہے کہ یہ کمپنی کے اضرانہ کی تدبیر کا آخر فعل تھا، اس سے پہلی ایک مرتبہ انہوں نے اسی مدبر کے مقابلہ میں اس اکیلی مہذب قدرت کو جو بہت صاحب نے ان میں چھوڑی تھی استعمال کیا تھا اور انہوں نے برخلاف تخت کے وزیروں کے گورنر جنرل صاحب کو جو قانوناً ان کی نوکری اور جنہوں نے بہت خون نمائی سے ان کے مالک ہو جانے کا قصد کیا برحسب کیا تھا، ہم اس تبدیلی پر جس سے ہندوستان کے وزیر کی کونسل اصل اختیار کے اخیر بقید سے محروم ہوتی ہے افسوس نہیں کرتے ہیں، وہ ایک ایسا اختیار تھا جس کا بیجز انگلستان کی عام راے کی اس قدر حمایت کی جو پارلیمنٹ میں کافی ظہور پاتی کہ یہی استعمال نہیں کیا گیا اور نہ کہ یہی استعمال ہوتا تھا *۔

اس درمیان میں لارڈ کیننگ صاحب بہادر اپنی تدبیر مملکت

The proclamation, we believe, had little or no effect ; because, practically, it never reached the people until acts had superseded words. They looked to what was done, not to what was said. Within little more than a month after the capture of Lucknow, almost all the large Talookdars of Oude had tendered their allegiance by letter, by ' vakeel,' or in person. Our officers had even in some cases to advise them to delay declaring themselves until the armed bodies of our own mutineers had been dispersed. Lord Canning impressed upon his agents that their ' dealings with the chief rebels should be as conciliatory as might be consistent with the dignity of the Government.' In proportion as the masterly arrangements of Sir Colin Campbell restored our military possession of the province, no difficulty was found in convincing the people that our ' confiscation of the proprietary right in the soil ' was perfectly consistent with a resettlement on

کو اودہ میں کامل کامیابی سے کرتے رہے، ہمکو یقین ہے کہ اشتہار نے کسی قدر اثر کیا یا بالکل نہیں کیا، کیونکہ از روئے استعمال کے وہ عام لوگوں تک نہیں پہنچا جیتک کہ اعمال نے لفظوں کو ہٹا دیا، لوگ اُسپر نظر کرتے تھے جو کیا جاتا تھا نہ اُس پر جو کہا جاتا تھا، ایک مہینے سے کچھ زیادہ لکھنؤ کی فتح کے بعد قریباً اودہ کے سب اعلیٰ تعلقہ داروں نے وکالتاً یا اصالۃً یا بذریعہ تحریر اپنی فرمان برداری ظاہر کی تھی، کسی کسی حالت میں انگریزوں کے افسروں پر بھی اُنکو صلاح دینا لازم تھا کہ جب تک انگریزوں کی باغیوں کی مسلم گروہ منتشر کیئے جاویں اپنی اطاعت ظاہر کرنے میں توقف کرو، جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے اپنی افسروں پر تاکید کی کہ تم ہر ایک معاملوں میں جو باغی کے سرداروں سے ہوں جس قدر گورنمنٹ کے رتبہ کے مطابق ہو اتنا تالیف قلوب کرو، جب سرکال کینیڈیل صاحب کے استاذانہ بندوبست سے انگریزوں کا اودہ پر جنگی قبضہ

liberal conditions, according as their conduct might deserve. The principle on which this resettlement proceeded was that indicated by Sir James Outram. The events of the rebellion were assumed as proving that the village communities were too feeble, and too broken by the oppressions to which they had been so long exposed, to enable them to hold that position in Oude which had been given to similar communities in the Punjab, and in our own North-western Provinces. The alternative was to lean more on the Talookdars as the responsible landholders, and to give a more general and more extended recognition to their position and authority. It must be remembered that the Land Settlement originally ordered by Lord Dalhousie, and carried into effect during the first year of Lord Canning's Government, was avowedly experimental—to last only for three years, and to give way afterwards to such permanent arrangements as might be found on detailed

بحال ہوا تو لوگوں کو فائل اور معقول کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی کہ انگریزوں کا زمین کے مالکانہ حق کا ضبط کرنا ان کے چلن کے مطابق فیاض شرطوں سے بہتر تصفیہ کرنے پر بالکل مناسب تھا، وہ اصل جسکی مطابق یہ دوبارہ تصفیہ ہوا سر جیم اوٹرم صاحب کی ظاہر کی ہوئی تھی، فرض کیا گیا کہ غدر کے واقعات نے ثابت دیا کہ اودھ کے گاؤں کی رعایا اگر طریقہ کے قائم رکھنے کی برداشتہ کے قابل نہ تھی جو اسی طرح رعایا کے لئے پنجاب و مشرق و مغرب میں جاری کیا گیا تھا کیونکہ وہ زیادہ کمزور اور ان ظلموں سے چند میں مدت سے بے ہوش تھے زیادہ شکستہ حال تھے، اسکی جگہ یہ تدبیر تھی یعنی تعلقہ داروں کو جوابدہ زمینداروں کا سمجھ کر ان پر زیادہ تکیہ کرنا اور انکی طریقہ اور اختیار سے ایک زیادہ عام اور زیادہ وسیع رعایت کرنا پڑا، یاں رکھنا چاہیئے کہ زمین کی وہ قرارداد جسکے لئے اولاً لارڈ آلہوزی صاحب نے حکم دیا تھا اور جو

examination to be most consistent with the real rights of the various parties having different interests in the soil. It was only pending this inquiry that the actual occupiers were to be assumed as having the primary rights which are involved in possession. This settlement was therefore perfectly consistent with the final recognition of the Talookdars in any capacity or position to which they might be found to have a just and reasonable claim. While this first temporary settlement was going on, Lord Canning did not take any alarm as to its effect upon the people; nor did he admit that the events of 1857, as affecting Oude, were connected with the measures of the Government or the acts of its local officers. On the contrary, he tells us that 'the assessment was moderate, and the settlement on the whole was completed in conformity with the views then generally entertained of sound policy.' But—whether rightly or wrongly may well be questioned

جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کی علمداری کے پہلے سال میں عمل میں آئی دیدہ و دانستہ تجربہ کے واسطے تھی اور صرف قیسی برس تک قائم رہنے کو تھی اور آخر میں ان مدامی ہندوستانوں سے جو خوب تحقیقات کے بعد ان اکثر لوگوں کے اصل حقوق کے مطابق پائی جاوینگے جنکی غرض متعلق زمین کے ہو موقوف ہونے کو تھی، صرف اسی تحقیقات پر یہ بات ملتوی تھی کہ اصل قابضوں کی نسبت یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کے وہ اصلی حقوق ہیں جو قبضہ میں ہوتے ہیں، اسلئے یہ قرار داد اس انجام کار کی رعایت کے مطابق تھی جس کی ہر حالت اور ہر حیثیت کے تعلقہ دار معقول اور واجبہ دعویدار پاسے جاویں، جبکہ یہ پہلے چند روزہ کی قرارداد ہو رہی تھی اسکے اثر کے باب میں جو لوگوں پر ہوا جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کو کچھ خوف نہ تھا، اور نہ انہوں نے یہ جائز رکھا کہ اودہ کے سنہ ۱۸۵۷ ع کے واقعات گورنمنٹ کے ہندوستانوں

—he assumed the rebellion as furnishing new evidence upon that policy — evidence which superseded the necessity of the more elaborate inquiry originally intended. He adopted the opinion that 'the maintenance of a territorial aristocracy is an object of so great importance that we may well afford to sacrifice something of a system which, whilst it has increased the independence and protected the rights of the cultivators of the soil, and augmented the revenues of the State, has led more or less directly to the extinction or decay of the old nobility of the country.' It was in pursuance of this policy that he determined to base the new Land Settlement on the claims of the Talookdars: but to limit their power, and guard it from abuse by such restrictions in their new grants as might protect the rights of the occupiers and cultivators of the soil.

سے یا اس کے مقامی افسروں کے عمل سے متعلق تھے، برخلاف اس کے انہوں نے بیان کیا ہے کہ جمع بندی مناسب تھی اور فی الجملہ قرارداد ان رایوں کے مطابق انجام دی گئی جو اس وقت عموماً پختہ تدبیر مملکت کی سمجھی جاتی تھیں، (مراسلہ مورخہ ۲۹ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع) لیکن خواہ مخواہ غلطیوں نے غدر کو ایسا سمجھا کہ اس نے اس تدبیر مملکت کو ایک نیا ثبوت پہونچایا جس سے زیادہ تحقیقات ہوں جسکا اول میں ارادہ کیا گیا تھا ضرورت پڑی انہوں نے یہاں سے اختیار کیا کہ "ایک ضابطہ کے امیروں کی حکومت کا قائم رکھنا ایک ایسا اہم مقصد ہے کہ ہم ایک ایسی بندوبست میں سے کسی قدر بخوبی کھوسکتے ہیں جس سے کاشتکاروں کی آزادی کو ترقی دی ہے اور حقوق کی حفاظت کی ہے اور سلطنت کے خراج کو زیادہ کیا ہے لیکن کم و بیش ملک کے پرانے امرا کی معدومیت یا تذلک کی طرف سیدھی توجہ کی ہے، اسی تدبیر مملکت کے

مطابق انہوں نے تعلقہ داروں کے استحقاق پر زمین کی نئی قرار داد کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن ان کی نئی جاگیروں میں ان کے اختیار ایسی بندشوں سے محدود کرنا اور بد استعمالی سے محفوظ رکھنا چاہا جس سے زمین کے قابضوں اور کاشتکاروں کے حقوق حفاظت میں رہیں *

We need hardly say that the virtue and even the justice of this system, will entirely depend on the force and efficiency given to these restrictions on the power of the Talookdars of Oude. Of Lord Canning's intentions to secure and protect equally all subordinate rights in the soil, we have no doubt whatever. But considering all that we know of the manner in which the Talookdars had acquired and had used their power, it is impossible not to have the strongest misgiving of any system which should assume the *status quo* before our annexation of the province—or any approach to it—as the basis of the 'proprietary rights' which we are to sanction and support.

ہم کو یہ کہنی کی حاجت نہیں کہ اس بندوبست کی خوبی اور منصفی ان بندشوں کے قوی اور کارگر ہونے پر بالکل منحصر رکھی گئی جو اودہ کے تعلقہ داروں کے اختیار پر کی گئیں، جغاب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کے ارادوں پر خفیف حقوق زمین کو برابر قائم رکھنی میں ہم کو ڈراشک نہیں ہے، لیکن اس سب پر لحاظ کرنے کے بعد جو ہم کو اس طور کی نسبت معلوم ہے جسکی مطابق تعلقہ داروں نے اپنے اختیار کو حاصل اور استعمال کیا تھا غیر ممکن ہے کہ ہم کسی ایسی بندوبست کی جسکی حالت اودہ کی ضبطی سے پہلے ان زمینداروں کے حقوق کی

Let us take one example :— there is a certain Rajah Maun Singh, of whom we are told by the Chief Commissioner that 'several hundred square miles of the Barnatch division had been depopulated by a Nazim of his family, who also practised revolting cruelties on the peasantry.' His uncle—the founder of the family fortunes—was a trooper in a Sepoy regiment, and Maun himself had obtained his wealth through every kind of villany and every degree of crime. Yet we understand that under the Talookdaree Settlement this representative of a 'native aristocracy' has been recognised as the owner of upwards of one thousand townlands, embracing some 500 square miles of territory. In our opinion far too great stress was laid on the complicity in rebellion of the village communities of Oude. It was not to be expected that they could resist the influences under which they were placed. In the first place, our mutinous Sepoys were their own brothers and

بذیاد کے بطور یا اُسکی قریب ہو جسکی انگریزوں کو منظوری اور پرورش کرنی لازم ہے نہایت غلط فہمی نکریں، ہم ایک مثال لکھتی ہیں، 'اودہ میں ایک راجہ مان سنگھ جو جسکا چیف کمشنر صاحب ذکر کرتی ہیں کہ،' اُسکی خاندان کے ایک ناظم نے جو دھقانوں پر بھی ظلم کیا کرتا تھا بہاریج کی قسمت کے کئی سو مربعہ میلوں کو ویران کیا تھا، اُسکا چچا بچو خاندان کی دولت مند کی کا بانی تھا کسی ہندوستانی رجسٹ میں سوار تھا اور مانسنگھ نے بھی خود ہر یک قسم کی بد ذاتی اور جرم کے ہر درجہ پر اپنی دولت کو حاصل کیا تھا، اس شخص کی ترقی کا ایک بیان اور اُسکی بے ایمانی اور ظلم کے عمل سلیمین صاحب کی سفر کی کتاب میں کے پہلی باب میں صفحہ ۶۶ اور ۶۷ سے ۱۴۳ اور ۱۴۵ تک اور کئی اور جگہ بھی مندرج ہے، لیکن ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تعلقہ دار کی قرار داد کے مطابق ایک ہندوستانی

cousins. In the next place, we had not disarmed the Talookdars, and their power remained, therefore, substantially unbroken. It was impossible that the villages could resist it, if they had been ever so disposed to do so. There does not seem therefore to be any good reason for sacrificing their proprietary rights in favour of those whose hostility to us was at least as certain, and far more active. It would indeed be most inexpedient in India to trace too far back the origin of existing powers. But in many cases in Oude the Talookdars were the recent and mushroom growth of anarchy and fraud. We are glad therefore to see that by directions of the Secretary of State in Council, the special attention of the Indian Government has been called to the danger of a 'violent reaction' of opinion in respect to the 'failure' of our first settlement, and to the absolute necessity of so watching and modifying the Settlement with the Talookdars in Oude as to

حکومت امرا کے اس جان نہیں
کو ایک ہزار گانوں سے زیادہ کے
رقبہ کا مالک جسمیں پانچ سو
مربعہ میل زمیں ہے کیا گیا ہے
ہماری راسے میں اودہ کے گانوں
کی رعایا کی غدر میں شریک
ہونے کا بہت زیادہ خیال کیا
گیا، یہ توقع نہیں تھی کہ وہ
اُن بددور کا جنسی وہ دب رہے
تھے مقابلہ کریں، اول باغی
سپاہی انہیں کے بھائی بند تھے
دوسری انگریزوں نے تعلقہ داروں
کے ہتیار نہیں لیٹی تھے اسلئے
انکی اختیار در حقیقت نہیں
تھوٹی تھے، غیر ممکن تھا کہ گانوں
انکا مقابلہ کر سکتا اگر وہ اسکی
کرنے کو بھی مائل ہوتا، اسلئے
انکی زمین کے حقوق اناوگوں
کی خاطر سے برباد کرنے میں
کوئی اچھی وجہ نہیں معلوم
ہوتی ہے جنکی دشمنی انگریزوں
کے ساتھ بہر حال یقینی تھی
اور بہت زیادہ تیز تھے، البتہ
ہندوستان میں موجود حکومتوں
کی بنیاد زیادہ زمانہ سلف تک
چستجو کرنا نہایت نامناسب
ہوتا، لیکن بہت سی حالتوں

protect, as far as possible, the rights and property of the villagers of Oude. This necessity is all the more urgent since Lord Canning took the farther step of intrusting some of the Talookdars with a revenue jurisdiction over their estates, and of conferring on them at the same time magisterial powers. This is indeed a bold experiment. If it succeeds it will be a great triumph. But to judge whether it succeeds or not, we must be vigilant; and, if we are not vigilant, we shall not be just. We have no right to give such power to such men, unless we not only are willing to believe, but take care to see, that they do not abuse it.

میں اودہ کے تعلقہ دار بدعمری اور فریب سے نئی پیدا ہوئی تھی، اسلئے ہم یہہ دیکھنی سے بہت خوش ہیں کہ کونسل میں ہندوستان کے نائب السلطنت کی ہدایتوں سے انگریزوں کی اول قرار داد کے قاصر ہونے کے باب میں اسے کی تیزی سے بدلنی کے خطرہ پر اور اس قرار داد کی جو اودہ کے تعلقہ داروں کے ساتھ عمل میں آئی تھی ایسی نگہبانی اور تبدیلی کرنیکی کلیہ ضرورت پر جس سے جہاننگ ممکن ہو اودہ کی رعایا کے حقوق اور خیال کی حفاظت ہووے۔ ہندوستان کے گورنمنٹ کی خاص توجہ چاہی گئی ہے، (کاغذات اودہ جولائی سنہ ۱۸۶۱ع اور سرچالس ون صاحب کی مراسلات مورخہ ۲۴ اپریل سنہ ۱۸۶۰ع و ۱۷ اگست سنہ ۱۸۶۱ع کو ملاحظہ کرو) اور یہہ ضرورت زیادہ ضروری ہے کیونکہ جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے اسمیں زیادہ سبقت کی ہے کہ انہوں نے بعض تعلقہ داروں کو آنکی جاگیروں کے محاصل کا انصرام سپرد کیا اور

آسکی ساتھ ہی مسجسٹریٹ
کا اختیار آنکو دیا، یہ البتہ ایک
بیدار آزمائش ہی، اگر یہ
کارگر ہو تو بڑی کامیابی ہوگی،
لیکن یہ دریافت کرنے کے لئے
کہ وہ کارگر ہوئی یا نہیں انگریزوں
کو ہوشیار رہنا چاہیئے اور اگر انگریز
ہوشیار نہیں تو عادل نہ ٹھہریں گے،
ایسے شخصوں کو ایسے اختیار
دینے کا انگریزوں کو کچھ حق
نہیں ہی جب تک کہ وہ صرف
یقین ہی نہ رکھیں بلکہ یہ دیکھنے
کی بھی خبرداری کریں کہ وہ
لوگ آسکی بد استعمالی تو نہیں
کرتے *

Closely connected with this
'reaction of opinion' in favour
of a native aristocracy, stands
the measure which Lord Can-
ning took at a somewhat later
period on the transmission of
inheritance by adoption. The
conduct of the native princes
during the contest of 1857-8
was indeed remarkable, and
proves, if additional proof were
needed, that the insurrection
was essentially a mutiny, and
nothing else. With few excep-

ہندوستان کی اسرائیلی حکومت
کے حق میں اس طرح ہر اس
کے بدل جانے سے وہ بددوست
بہت تعلق رکھتا ہی جو
جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر
نے متبذی کے ذریعہ سے میراث
بحال رکھنے کی نسبت اس سے
کچھ دن کے بعد اختیار کیا،
سنہ ۱۸۵۷ع و سنہ ۱۸۵۸ع کے
غدر میں ہندوستانی راجہ
اور نوابوں کے چلن البتہ عجیب
تھے اور اگر زیادہ ثبوت ضرور ہو

tions, they saw clearly that the success of the Sepoys would have been merely the success of a lawless soldiery, and that a power before which the British Government should succumb would be a power beside which they themselves could not stand an hour. Their weakness, indeed, made their fidelity in some cases of comparatively little value. The only one within the limits of British India who had any considerable military force, the Maharajah of Gwalior, was unable to restrain his army from joining the mutineers. This, however, it may be fairly said, was more our fault than his, because his troops were a contingent under the old subsidiary system, and virtually formed part of the army of Bengal. The friendly attitude assumed by the Government of the Nizam in the South of India, was the most important aid which we derived from any native State. But it is to be recollected that the infection of the mutiny never reached the Presidencies of Madras or of

تو اُسی سے ثابت ہی کہ غدر اصل میں سرکشی تھی اُسکے سوا اور کچھ نہ تھا، چند باتوں سے قطع نظر کر کے اُن کو صاف معلوم ہوا کہ سپاہیوں کی کامیابی صرف ایک بے سری فوج کی کامیابی ہوگی اور ایک وہ قوت جس سے انگریزی حکومت شکست کھارے ایک قدرت ہوگی جسکے مقابلہ میں ہم ایک گھنٹہ نہ ٹھہر سکیں گے، فی الواقع اُنکی کمزوری کے سبب سے بعض حالتوں میں اُنکی وفاداری کہہ قدر تھری، انگریزی ہندوستان کی حدود میں جبکہ پاس کسی قدر زیادہ جنگی فوج تھی صرف مہاراجہ گوالیار تھے پر وہ اپنی فوج کو باغیوں کے شریک ہونے سے روک نہ سکے، لیکن انصاف سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اُنکا قصور ہونے کے بہ نسبت انگریزوں کا زیادہ تر قصور تھا کیونکہ اُنکی فوج از روئے امداد کے دیرینہ بددوست کے کتنی جفت کی فوج تھی اور اصل میں وہ بنگال کی فوج کا ایک ٹکڑہ تھا، وہ

Bombay ; and, on the whole, it may be said that the tendency of native States really powerful and really independent, is a point on which the events of the mutiny casts no additional light. It was well for us that there was no native State, either within or beyond our borders, which was sufficiently powerful and sufficiently independent to be tempted by the immense opportunity which our difficulties presented. It was fortunate for us that, before the Great Mutiny broke out, the ' Policy of Annexation ' had made the Panjaub our own, and that along no British frontier could we any longer see such an army watching us as the army of old Runjeet Singh. It was fortunate, too, that within our own external boundary we had no native prince to deal with in the position which had once been occupied by Holkar, or Scindia, or Tippoo. We had to deal with many native States, but with not one native ' Power.' This makes all the difference. Those who talk of

دروستانہ طریقہ جو دکن میں نظام صاحب کے حکومت نے اختیار کیا تھا نہایت بڑی مدد تھی جو انگریزوں نے کسی ہندوستانی سلطنت سے پائی تھی، لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ غدر کی وبا مدراس و بدیع میں ہرگز نہیں پہنچتی اور فی الجملہ کہا جاسکتا ہے کہ فی الحقیقت زور آزاد ہندوستانی سلطنتوں کا میلان ایک ایسا نکتہ ہے جس پر غدر کے واقعات نے کچھ زیادہ روشنی نہیں ڈالی ہے، انگریزوں کے واسطے یہ بڑی خیریت تھی کہ آس بڑے موقع سے جو انگریزوں کی مشکلوں سے ظاہر ہوا کسی ہندوستانی سلطنت خواہ اندرونی یا بیرونی کو جو پورے زور اور پوری ازاد تھی ترغیب نہ ہوئی، انگریزوں کی بختاوری تھی کہ بڑی سرکشی کے بیشتر توسیع مملکت کی تدبیر نے پنجاب کو انگریزوں کے اختیار میں کیا تھا اور جیسے رنجیت سنگھ کی فوج گہات میں رہتی تھی ویسی کوئی فوج کسی انگریزی سرحد پر اب نہ رہتی تھی

the 'positive advantage of maintaining ' native States ' should define what they mean. States that are little more than dependent Principalities—sovereigns that are little more than great nobles,—these may have, under some conditions, an important influence in the peaceful government of so vast a country. But the irresistible logic of events has proved that the safety of our empire in the East, and of the great interests which that empire represents, is incompatible with the existence, within the limits of India, of any formidable native Power.

اور یہہ نصیبہ وری تھی کہ
انگریزوں کی بیرونی حدوں میں
کوئی ہندوستانی بادشاہ ایسی
مرتبہ کا نہ رہا تھا جیسے کسی زمانہ
میں ہولکریا سندھیا یا تیپو تی
انگریزوں کو اکثر ہندوستانی صوبوں
سے معاملہ پڑا مگر کسی
ہندوستانی سلطنت سے نہیں
پڑا * اسی سے اختلاف ہوتا ہے
وہ لوگ جو ہندوستانی صوبوں
کے قائم رکھنی کا بڑا فائدہ بتاتے
ہیں انکو اُسکے معنوں کی شرح
کرنی چاہیئے ، سلطنتیں جو
مطیع صوبوں سے کچھ زیادہ ہیں
اور سلاطین جو بڑے امرا سے کچھ
اعلیٰ ہیں وہ شاید بعض حالتوں
میں ایسے بڑی ملک کی برائے
حکومت میں ایک بڑا دباؤ ہوتے
لیکن واقعات کی بلا تعرض تقریر
سے ثابت ہوا ہے کہ انگریزوں کی
ہندوستان کی سلطنت کی اور
اُن بڑی غرضوں کی سلامتی جو
اُس سلطنت میں داخل ہیں
ہندوستانی حد میں کسی مہیب
ہندوستانی حکومت کے وجود
سے مخالف ہے *

But the direct assistance

لیکن علانیہ مدد سے جو بعض

which had been given to us by some native chiefs, such as the Maharajah of Patteala, and the indirect aid which had been rendered by the passive but friendly attitude of others, determined Lord Canning not only to offer personal rewards to these princes individually, but to take the opportunity of announcing a more definite and a more favourable policy to the whole class than as a rule had prevailed before. It is not true indeed, as has been often alleged, that the policy of the Indian Government had been uniformly or even generally hostile to the old native States. On the contrary, Lord Canning admits that 'its orders in dealing with doubtful or lapsed successions have in many instances been liberal and even generous.' Lord Dalhousie, who is supposed to represent the view least favourable to native States, had declared that whenever there was a shadow of doubt in respect to the right of succession, that doubt should be ruled in favour of the native

ہندوستانی سرداروں سے جیسے راجہ پٹیالہ سے ملی اور درپردہ مدد سے جو اور سرداروں کے فطرتی لیکن دوستانہ طریقہ سے انگریزوں کو ملی جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کو ان سرداروں کو علیحدہ علیحدہ نہ صرف انعام بخشنے کی بلکہ جیسا اول دستور تھا اس سے زیادہ مکمل اور زیادہ مفید تدبیر تمام گروہ کے حق ظاہر کرنے کا موقع اختیار کرنا کی تحریک ہوئی، الحق سچ نہیں ہے جیسا اکثر کہا گیا ہے کہ سرکار کے حکومت کی تدبیر سلطنت پرانی ہندوستانی صوبوں کے ساتھ ہمیشہ سے یا عموماً مخالف رہی ہے، برخلاف اسکی جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر اقوار کرتے ہیں کہ سرکار کے احکام مشکوک یا گذرے ہوئے خاندان کے معاملہ میں اکثر مثالوں میں فیاض اور بھی با مروت ہوئی ہیں، جناب لارڈ دلہوزی صاحب بہادر جنکو لوک خیال کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے صوبوں کے حق میں سب سے کم مہربانی کی نظر رکھتی تھیں انہوں نے بھی ظاہر

prince. But no general principle had ever been laid down, defining the circumstances under which such doubt would be admitted to exist. Each case as it arose had been dealt with on its separate merits, and the highest authorities were constantly divided as to the abstract principles of Hindoo law, and of paramount rights, which should be brought to bear upon each decision. The truth is that the practice in India had varied with the power of the paramount authority. Where it was weak the feudatories had encroached upon it,—where it was strong it had acted on its strength. Runjeet Singh, holding in his hand the reins of a powerful Government, had never recognised the right of adoption among the chiefs of the Punjab. Our own policy had varied, because the circumstances of different cases had been various. There is no analogy, for example, between such a 'sovereign' as the Rajah of Sattarah, whom we had ourselves set up, and the ancient

کیا تھا کہ جہاں شبہہ کی پرچھائیں بھی جانشینی کے حق کے باب میں ہو وہ شک و ہندوستانی شاہزادی کی نسبت بہتر قیاس کیا جارہے، لیکن کوئی عام اصل جس سے ان حالتوں کی شرح ہو جنسی ایسی شبہہ کا موجود ہونا جایز رکھا جارہے کبھی مقرر نہیں ہوئی تھی، ہر ایک معاملہ جس طرح پیدا ہوا ویسی ہی اُس کے علاحدہ حیثیتوں پر فیصلہ کیا گیا تھا اور ہندو قانون کی مجمل اعلیٰ اور مقدم حقوق کی نسبت جنکا ہر ایک فیصلہ میں استعمال ہونا چاہیئے سب سے اعلیٰ حاکم ہمیشہ مختلف تھے، سچ یہ ہے کہ ہندوستان کے دستور اعلیٰ حکومت کی قدرت کے تبدیل کے ساتھ بدل گئی تھے، جہاں وہ اعلیٰ حکومت کمزور تھی وہاں اُن کی ماتحتوں نے دست دراز کی تھی اور جہاں وہ قوی تھی وہاں اُن کی اپنی قوت سے عمل کیا تھا، رنجیت سنگھ نے جس کی ہاتھ میں ایک قوی حکومت کے لگام تھے پنجاب کے سرداروں کے

States which had maintained a relative independence for centuries under the successive conquerors of India. Accordingly, by practice and by precedent, the privilege of transmitting to adopted heir their own rights of sovereignty or of chiefship, had, in respect to some of the great Indian Principalities, been established by our uniform acquiescence. This was the case with the whole group of native States which constitute what is called Rajpootana. Special intimations to the same effect, as a personal reward, had already been given to the great Houses of Scindia, Holkar, Rewah, Puttealla, and others of smaller name. What remained therefore to be done affected only a multitude of those minor principalities which are without political power, but which do certainly fulfil far better than the Talookdars of Oude the conditions belonging to a 'native aristocracy.'

متبذنی کے حق کو کبھی شناخت نہیں کیا تھا۔ انگریزوں کی تدبیر سلطنت تبدیل ہو جانے لگی تھی کیونکہ مختلف معاملوں کے حالتیں متفرق ہوتی تھیں، مثلاً ایک ایسی بادشاہ سے جیسا ستارہ کے راجہ تھے جدکو انگریزوں نے خود قائم کیا تھا اور ان قدیم صوبوں سے جنہوں نے ہندوستان کے متواتر فتح مندوں کے عہد میں سیکڑوں برس سے ایک مسلسل آزادی قائم رکھی تھی کچھ مشابہت نہیں ہے، اسلیئے دستور اور مثال سے بلحاظ چند بڑے ہندوستانی سرداروں کے متبذنی وارثوں کو سرداری یا بادشاہی کے آئیک حقوق بھونچانے کا عام حق ہمیشہ انگریزوں کی مرضی سے قائم کیا جاتا تھا، یہی حال ان تمام ہندوستانی صوبوں کے مجموعہ کا تھا جو راجپوتانہ میں داخل ہیں، اسی مطلب کے خاص اشارہ بطور ایک خاص اجر کے اس سے بدستور بڑے خاندانوں سندھیا و ہولکر و دیواہ اور پٹیالہ اور آدرچھوٹی صوبوں کو بھی دیئے گئے تھے، اسلیئے جو

کچھ کرنا رہا تھا وہ صرف اکثر
 اُن چھوٹی صوبوں کے مجمع سے
 متعلق تھا جو ملکی اختیار میں
 نئے قدرت ہیں مگر وہ بہ نسبت
 اودہ کے تعلقہ داروں کے اُن شرطوں
 کو جو ایک ہندوستانی امراء
 حکومت سے متعلق ہی یقیناً
 بخوبی پورا کرتے ہیں *

Lord Canning, accordingly, suggested that the time had come when we might adopt and announce some rule in regard to succession to native States, more distinct than could be found either in our own previous practice or in that of former paramount powers of India:—

اسلیٹی جناب لارڈ کیننگ
 صاحب بہادر نے فرمایا کہ اب
 وقت آ پہنچا ہے جس میں
 انگریز ہندوستانی صوبوں کے
 جانشینی کے باب میں ایک
 ایسی قاعدہ کو جو خود انگریزوں
 کے پہلی قاعدہ یا ہندوستان کے
 سلطنت یا حکومتوں کے دستور
 سے زیادہ صاف ہو اختیار کریں
 اور مشتمل کریں *

‘ A time so opportune for the step can never occur again. The last vestiges of the Royal House of Delhi, from which for our own convenience we had long been content to accept a vicarious authority, have been swept away. The last Pretender to the representation of the Peishwa has disappeared. The Crown of Eng-

ایک ایسا موقع کا وقت اس
 بندوبست کے واسطی کبھی بہر
 نہیں ہوسکتا ہے، سب سے اخیر
 نشانات دہلی کے شاہی خاندان
 کے جس خاندان سے خود
 اپنے فراغت کے لیٹی انگریز
 ایک نیابت کے اختیار کو قبول
 کرنے میں ایک مدت تک راغبی
 رہی تھی صاف مٹ گئے ہیں،

land stands forth the unquestioned ruler and paramount Power in all India, and is, for the first time, brought face to face with its feudatories. There is a reality in the suzerainty of the Sovereign of England which has never existed before, and which is not only felt but eagerly acknowledged by the chiefs. A great convulsion has been followed by such a manifestation of our strength as India had never seen; and if this, in its turn, be followed by an act of general substantial grace to the native chiefs, over and above the special rewards which have already been given to those whose services deserve them, the measure will be reasonable and appreciated.

‘ Such an act of grace,—and, in my humble opinion, of sound policy,—would be an assurance

پیشوا کے جانشینی کا سب سے آخر دعویٰ دار جانا رہا ہے ، انگلستان کا تخت تمام ہندوستان کے بے شک حاکم اور اعلیٰ حکومت کے موافق ہے اور پہلے پہل اپنے زیر دستوں کے روبرو ہوا ہے * ملکہ انگلستان کی حکومت میں ایک اصلیت ہے جو اس سے پہلی کبھی نہیں ہوئی ہے اور جسکا سرداروں نے نہ صرف دلمیں خیال رکھا ہے بلکہ شوق سے اسکو تسلیم کیا ہے ، ایک بڑی حادثہ (یعنی شہر) کے بعد انگریزوں کی قدرت کا ایک ایسا اظہار ہوا ہے جیسا ہندوستان میں کبھی نہیں دیکھا تھا “ اور اگر اس کے بعد ہندوستانی سرداروں سے ایک عام اصل پر نوازش کی جارہے علاوہ ان خاص اجروہ کے جو ابھی آنکو دیئے گئی ہیں جن کے وہ سزاوار ہیں تو بھی ہندوستان (یعنی مقرر قاعدہ جانشین متنبی کے باب میں) واجب ہوگا اور لوگ اسکو عزیز جانیں گے *

ایک ایسی نوازش اور میری مسکین راسے میں مضبوط تدبیر ہر ایک سردار کو جو جاگیردار سے

to every chief above the rank of Jagheedar, who now governs his own territory, no matter how small it may be, or where it may be situated, or whence his authority over it may in the first instance have been derived, that the paramount Power desires to see his Government perpetuated, and that on failure of natural heirs, his adoption of a successor, according to Hindoo law (if he be a Hindoo), and to the customs of his race, will be recognised, and that nothing shall disturb the engagement thus made to him, so long as his house is loyal to the Crown and faithful to the conditions of the treaties or grants which record its obligation to the British Government.'

One question immediately rises to our lips on reading this proposal :—What room is left for the discharge of our obligations to the people, as distinguished from the Rulers of Native States ? What is to be done in such a case as Oude ?

اعلیٰ ہے اور جو اب اپنے ملک کی خود حکومت کرنا ہے کچھ مضائقہ نہیں ہے وہ چھوٹا ہو یا نہیں واقع ہو یا کہیں سے اول میں اس کی حکومت اس کو حاصل ہوئی ہو یہہ یقین کرائیگی نہ اعلیٰ گورنمنٹ خواہش کرتی ہے کہ اس کی حکومت قائم رکھی جاویں اور اگر اصل وارث نہ ہوئی تو اس کے متبعی جانشین سے ہندو قانون کے مطابق اگر وہ ہندو ہو اور اس کی قوم کے دستور کے مطابق پرورش کی جائے اور جب تک کہ اس کا خاندان تخت کا خیر خواہ ہے اور ان عہد ناموں یا معاہدوں کی شرائطوں کو جس سے وہ انگریزی حکومت کے فرض کا پابند ہے وفادار رہے تب تک اس عہد نامہ کو جو اس سے اس طرح پر کیا گیا کچھ خلل نہ آلا جائے

اس تحریر کے پڑھنے پر فوراً ایک سوال ہماری زبان پر آیا ہے یعنی باسنداء ہندوستانی صوبوں کے حاکموں کی رعایا کے ساتھ انگریزوں کی فرض پورا کرنے کے لئے کیا جگہ باقی رہی ؟ ایک ایسے ہی معاملہ میں

Is disloyalty to ourselves to be the only crime recognised in our dealings with native governments? Is incompetence or cruelty or corruption—the ruin of a country, and the misery of its people—are these to be tolerated, and if tolerated, then virtually protected by the paramount Power in India? Happily Lord Canning did not leave in doubt the answer he would return to questions such as these. He says, 'The proposed measure will not debar the Government of India from stepping in to set right such serious abuses in a native Government as may threaten any part of the country with anarchy or disturbance, nor from assuming temporary charge of a native State when there shall be sufficient reason to do so. This has long been our practice.' Lord Canning reminds us that even Sir George Clerk, who represents the school most favourable to the preservation of native States, had said, in speaking of a particular case in the Hill Country, 'The proper punishment for the

جیسا اودھ کا ہی کیا گیا جاوے ، یہہ ہندوستانی حکومتوں کے ساتھ انگریزوں کے معاملوں میں کیا نرے انگریزوں کی بدخواہی صرف وہ جرم ہی جسپر نظر کی جاوے ، کیا یہہ ہوگا کہ نا قابلیت یا ظلم یا بد ذاتی یا ملک کی ویرانی اور آنکی رعایا کی ذلت کو جائز رکھینگے اور اگر جائز رکھا جاوے تو ہندوستان کی اعلیٰ حکومت فی الحقیقت اُسکے محافظ ہووے ، خوش نصیبی سے جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے اُس جواب کو جو وہ ایسے سوالوں کا دیتے مشتبہ نہیں چھوڑا ہی ” وہ فرماتے ہیں کہ یہہ مجوزہ بندوبست ہندوستان کی گورنمنٹ کو ایک ہندوستانی حکومت کے ایسی بڑی بد استعمالیوں کے درست کرنے میں جن سے ملک کے کسی حصہ میں بد عملی یا غدر کے پیدا ہونے کا خوف ہو دست اندازی کرنے سے اور کسی ہندوستانی سلطنت کے چند روزہ تخت میں لینے سے

paramount State to inflict for gross mismanagement and oppression such as prevails to a considerable extent in those hills, would be the sequestration of the chieftaincies.' But Lord Canning goes on to say that in his own opinion 'the penalty of sequestration or confiscation should be used only when the misconduct or oppression is such as to be not only heinous in itself, but of a nature to constitute indisputably a breach of loyalty or of recorded engagement to the paramount Power.' We are bound to say that we do not concur in this opinion. There was no breach of loyalty towards the British Government on the part of the rulers of Oude. Except, therefore, upon a higher principle than this, we could not have permanently rescued the people of that distracted country. But the duty of protecting the people of India from rulers who are hopelessly bad, we hold to be a duty at least as binding on us, as the duty of maintaining our own dominion. Subject

جب کہ ایسا کرنے کی کافی وجہ ہو محروم نہ کریگا، بہت دنوں سے انگریزوں کا بھی دستور ہی، جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر یاد دلاتے ہیں کہ سرجارج کلارک صاحب نے بھی جو ان لوگوں میں سے ہیں جو ہندوستانی صوبوں کے محافظت کے لیئے بہت خواہش مند ہیں جب کہ انہوں نے ایک پہاڑ کے ملک کے خاص معاملہ کے اوپر گفتگو کی کہا تھا " کہ اس سخت بد انتظامی اور ظلم کے لیئے جو ان پہاڑوں میں بہت مروج ہے اعلیٰ گورنمنٹ سے سرکاروں کا قرق کرنا مناسب سا ہوتی، لیکن جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر بیان کرتے ہیں کہ میری رائے میں قرقی یا ضبطی کی سزا صرف ان معاملوں میں دینی چاہیئے جن میں وہ بد چلنے یا ظلم ایسا ہو کہ نہ صرف اپنی ذات ہی میں خوفناک بلکہ ایک ایسی خاصیت رکھتا ہو کہ جس سے اعلیٰ حکومت کی خیر خواہی یا لکھے ہوئے عہدنامہ میں فطری خرابی

to these important reservations, there is much to be said in favour of Lord Canning's policy on the question of adoption. Liberal as this policy was, towards native princes, any evil likely to arise from it was greatly modified by two important qualifications—first, that it was specially confined to princes at that time in the actual exercise of ruling power over their own States; and secondly, that no general intimation was to be made upon the subject, but that a separate notice of the intention of the British Government was to be given to each chief to whom it was individually meant that it should apply. The first of these limitations excluded the case of all native States in which we had already assumed the powers of Government, even though the nominal sovereignty of the native prince might still be maintained. The second limitation secured the power of excluding each particular case in which the expediency of continuing a native 'Raj' might be considered doubtful.

آئی ہو، ہم ہر کہنا لازم ہی کہ ہم اس راستے کو قبول نہیں کرتے ہیں اودہ کے بادشاہوں کی طرف سے نسبت انگریزی حکومت کی کچھ خیرخواہی میں خرابی نہ تھی، اسلئے اس سے ایک اعلیٰ اصل کے بغیر انگریز اس ویران ملک کی رعایا کو ہمیشہ کے واسطے نہ بچاسکی ہوتے، لیکن کم سے کم جیسا کہ انگریز خود اپنی حکومت قائم رکھنی کو ایک فرض سمجھتی ہیں ویسی ہی وہ ہندوستان کی رعایا کو ایسی عاملوں سے جو نہایت بدھوں پسانے کو فرض سمجھتی ہیں، اسی قسم کے امراہم کے باتوں سے دیگر متبذی کرنیکی معاملہ میں جناب لارڈ کیننگ، صاحب بہادر کی تدبیر کی نسبت بہت سا کہا جاسکتا ہے، ہندوستانی بادشاہوں کے حق میں جیسی کہ یہہ تدبیر فیض تھے ویسی ہی اگر کوئی برائی اس سے غالباً پیدا ہوتی تو وہ ان دور سے جنوروں سے بہت حسرتی ہر آئی اور یہہ کہ وہ

خاص اُن سلطانوں پر محدود تھے جو اسوقت فی الحقیقت خود اپنے صوبوں کی حکومت کرنے تھے، دوسری یہ کہ اس معاملہ پر کوئی عام اشارہ کیا جانے والا نہ تھا بلکہ ہر ایک سردار کو جس کی نسبت اسکی عمل میں لانے کا ارادہ کیا گیا تھا انگریزی گورنمنٹ کے اس ارادہ کی ایک علیحدہ اطلاع دی جانے والی تھی ان قیدوں میں کی پہلی قید سے اُن تمام ہندوستانی سلطنتوں کا معاملہ خارج تھا جنہیں انگریزوں نے پہلی سے حکومت کی قدرت کو لی لیا تھا اگرچہ ہندوستانی سردار کی نامی سلطنت اب بھی قائم تھی، دوسری قید سے ہر ایک ایسی خاص معاملہ کے خارج کوئی کی قدرت حاصل ہوئی جس میں ایک ہندوستانی راج کے بحال رکھنے کی صلاحیت مشتبہ سمجھی جاوے *

The links which bind together all the greater questions of our administration in the East at once drew into discus-

جو سلسلے انگریزی ہندوستانی عملداری کے سبب ہرے معاملوں کو جمع کرتے ہیں انہوں نے دفعہ ہندوستانی فوج کی دوبارہ

sion, as inseparably connected, the reconstruction of the Indian army and the reestablishment of Indian finance. Both had for the time been shattered. Of the great army of Bengal, numbering in regular infantry alone upwards of 74,000 men, only eleven battalions remained with arms in their hands when the mutiny was quelled. In finance, the condition of the Empire, which before the mutiny had been good, exhibited at the close of the war an alarming deficit, and a certainty of the debt being more than doubled. But this was not all. Opinions prevailed in respect to the new military system which seemed to render economy impossible, whilst the difficulty of devising new sources of revenue was one among the standard traditions of Indian statesmen. These difficulties, again, tested, in the course of their discussion, the working of the Local Government of India, and led to a material change in its form and structure. On all these matters the solution arrived at belongs, not indeed exclusively to Lord

قرتیب اور مالگذاڑی کی مکرر قرارداد کو فوراً ایسے مباحثہ میں ڈالا جس سے وہ دونوں ایک دوسرے سے علاحدہ نہیں ہوسکتیں، چند روز تک دونوں شکستہ رہیں، بنگال کی بڑی فوج میں جسکی صرف جنگی فوج کی تعداد ۷۴ ہزار سے زیادہ تھی جبکہ غدر دب گیا فقط گیارہ ہتھیار بند پلٹنیں رہیں تھیں، سلطنت کی حالت سے جو غدر کے پیشتر اچھی تھی لڑائی کے ختم کے وقت مالگذاڑی میں ایک ہولناک کمی اور ملک کا قرض دو چند سے زیادہ ہو جانے کی حقیقت ظاہر ہوئی، مگر صرف اسقدر نہ تھا، نئے جنگی بندوبست کے باب میں ایسی رائیں پہلیں جنسی کفایت شعاری غیر ممکن معلوم ہوئی اور ابھی مالگذاڑی کے باب میں نئی صورتیں ایجاد کرنیکی مشکل ہندوستانی مدبروں کے مقدم چرچوں میں سے ایک چرچا تھا، اور انہیں مشکلوں نے اپنے مباحثہ کی رفتار میں خاص ہندوستان کی حکومت کی کردار کا امتحان کیا ہے اور آسکی صورت رہنمائی

Canning, but wholly to Lord Canning's time; and on each, therefore, it falls within the scope of this article to present an outline of the results.

میں ایک بڑی تبدیلی پیدا کی ہے، اس سب معاملوں کا جو انکشاف کیا گیا وہ جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر سے تعلق نہیں رکھتا لیکن ان کی عملداری سے بالکل متعلق ہے، اور اسلئے اس گفتگو کے مطالب میں ہر ایک معاملہ کے نتیجوں کا خلاصہ کیا جاسکتا ہے *

We shall take the last of these questions first. The history of the Councils in India is curious, but may be shortly told. The original intention of the Company in establishing councils was to check their governors; and when Parliament first interfered by the Act of 1773, the same idea prevailed. The four councillors of Bengal, as well as the Governor-General, were named by the Act, and the decision of all questions rested with the majority,—the Governor-General having only a vote, and a casting vote. It was under this system that the famous contest arose between Warren Hastings and Sir Philip Francis, who commanded for a

معاملات مذکورہ میں سے اخیر معاملہ پر ہم اول گفتگو کریں گے، ہندوستان کی کونسلوں کی تاریخ عجیب ہے لیکن انکا مختصر بیان ہو سکتا ہے کونسلوں کے مقرر کرنے میں کمپنی کا اصلی ارادہ اپنے گورنروں کے قابو میں رکھنے کا تھا، اور جب کہ پارلیمنٹ نے ایکٹ سنہ ۱۷۷۳ ع سے اولاً مداخلت کی تب بھی وہی رائے غالب رہی، اس ایکٹ میں بنگال کی کونسل کے چاروں ممبروں اور جناب گورنر جنرل صاحب بہادر کا ذکر ہوا اور اس کی روسی تمام معاملوں کا فیصلہ کثرت رائے پر رکھا گیا گورنر جنرل صاحب بہادر کو ایک منظوری دینے اور دوسری منظوری ترجیح کی

time a majority in the Council. Mr. Pitt's Act of 1781 did not directly put an end to this state of things, but indirectly it did. It had been the death of one member of the Council which had made Hastings suddenly supreme in his own Council; because having one supporter, and his own casting-vote, he could always command a majority. It must have been with some reference to this obvious result, that Pitt's Act of 1781 reduced the number of councillors from four to three. The consequence, of course, was that if the Governor-General had even one supporter, he could always command a majority of votes. But beyond this the Act of 1781 did not go. One clause, indeed, was intended to prevent the Governor-General from exercising the power of his majority to such an extent as to muzzle his Council altogether. He could not defeat by adjournment beyond the second time, the discussion of 'any matter or question' brought forward by a councillor. Under this system free discussion was

دینے کا اختیار ملا وارن ہسٹینگز صاحب بہادر اور سرفلیپ فرینس صاحب کے ہلچل میں جن میں سے سرفلیپ فرینس صاحب کی طرف چند روز تک کونسل میں کثرت رائے رہی مشہور تنازع پیدا ہوا، حالات کی ایسی صورت کو مستر پٹ صاحب کے ایکٹ سنہ ۱۷۸۱ ع ے صریحاً انجام نہیں پہنچایا لیکن در ہندوہ تمام کیا، کونسل کے ایک ممبر کے مرنے سے جناب وارن ہسٹینگز صاحب کو ناگہاں اپنی کونسل میں سب سے اعلیٰ اختیار ہو گیا کیونکہ بذریعہ ایک اپنا معاون حاصل کرنے اور اپنے دوم ترجیح کی منظوری کے وہ ہمیشہ کثرت رائے حاصل کرسکتی تھے، ضرور اس ظاہر نتیجہ سے اس بات کو کچھ تعلق ہوا ہوگا کہ پٹ صاحب کے ایکٹ سنہ ۱۷۸۴ ع نے کونسل کے ممبروں کی تعداد چار سے صرف تین کر دی ہے، بالضرور اسکا نتیجہ یہی تھا کہ اگر جناب گورنر جنرل صاحب بہادر کا ایک بھی معاون ہو جایا کرتا تو وہ ہمیشہ کثرت رائے

at least secured, and in the extreme case of the Governor-General standing absolutely alone, he might be overruled. But two years later Mr. Pitt made important changes, and established the relations between the Governor-General and his Council very much on the footing on which they have ever since remained. In all executive matters the Governor General was made supreme, although in respect to making 'general rules and regulations,' he was still left dependent on having at least one supporter. This distinction was not important, because all the real power of the Indian Government lay in executive rather than in legislative action. Practically the Governor-General was supreme, and his authority extended over the minor Presidencies, although in all matters in which this supreme authority was not actually interposed, the local governments had full executive and legislative powers. The Act of 1833 first established a 'legislative' as distinct from

حاصل کرسکتی تھی، لیکن اس سے زیادہ سنہ ۱۷۸۴ع کے ایکٹ نے کچھ نہیں کیا، البتہ ایک فقرہ کا منشاء یہہ تھا کہ جناب گورنر جنرل صاحب بہادر اپنی کثرت رائے کے اختیار کو اس قدر استعمال کرنے سے روکی جائیں کہ انکی مقابلہ میں کونسل کا بالکل موئہ بند ہو جائے، دو دفعہ التوا سے زیادہ وہ کسی امر یا مقدمہ کے مباحثہ کو جسکو کوئی ممبر پیش کرے روک نہیں سکتی تھے، کم سے کم اس بندوبست کے مطابق ازاد مباحثہ حاصل تھا اور جناب گورنر جنرل صاحب بہادر کے بالکل تنہا رہنے کی شان حالت میں آن پر غلبہ حاصل ہوسکتا تھا، لیکن اس سے دو برس بعد جناب مسٹر پٹ صاحب نے اہم تبدیلیاں کیں اور ان تعلقات کو جو جناب گورنر جنرل صاحب بہادر اور انکی کونسل کے درمیان میں ہیں غالباً اسی بنیاد پر قائم کیا جس پر وہ اسی روز سے چلی آتے ہیں، سب حکمرانی کے معاملوں میں جناب گورنر جنرل صاحب

the Executive Council, by adding a single member to the ordinary Council when sitting for legislative purposes. But the same Act still farther concentrated power in the hands of the Governor-General over his own Council, and extinguished any legislative authority in the local governments. Even their executive functions were restricted within narrow limits, by their being deprived of all power of independent expenditure. It was as some remedy for this, that the Act of 1853 enlarged the Legislative Council, and added representative members from the minor Presidencies. The Act of 1853 made no change in the powers of the Council, but only in its numbers and composition. But practically this enlargement of size,—the habit of holding its sittings or debates in public,—new ‘standing orders,’ which simulated the forms of Parliament, and last, not least, an increase of legal members, led to consequences which threatened, at on etime, to be a serious embar-

بہادر سب سے اعلیٰ کئی کئی تھی اگرچہ عام قانون اور عام قاعدوں کے بنائیکی باب میں کم سے کم ایک معاون آڈکو ضرور تھا، یہ امتیاز کچھ فخر کا نہ تھا کیونکہ ہندوستان کے گورنمنٹ کی پوری اصل قدرت بذمیت مقننہ کے زیادہ تر حکمرانی میں تھی، ازروے عمل کی جاذب گورنر جنرل صاحب بہادر سب سے اعلیٰ تھی اور انکا اختیار چھوٹی حاطوں پر بھی تھا اگرچہ ان تمام معاملوں میں جن میں یہ اعلیٰ اختیار اصل میں ہاتھ نہ آتا تھا مفصل کی گورنمنٹوں کو حکمرانی اور مقننہ کے کامل اختیارات تھے، سنہ ۱۸۳۳ ع کے ایکٹ نے معمولی کونسل میں ایک ممبر زیادہ کرے سے کونسل قانونی کو کونسل کارکن سے اول علیحدہ قائم کیا، لیکن اُس ایکٹ نے اور زیادہ جاذب گورنر جنرل صاحب بہادر کو اپنی کونسل پر اختیار دیا اور مفصل کی گورنمنٹوں کے مقننہ کے اختیار کو موقوف کیا، انکی آزادانہ اخراجات کے تمام اختیار کے

assment to Lord Canning's Government. On the whole, however, it is fair to say that the Council, as constituted under the Act of 1853, had not worked ill in matters of legislation. It passed many useful Acts, and the Governor-General had been supported in all the measures he proposed. But the entire incapacity of such a body to assume the functions of a representative assembly for the whole of India, must be apparent at a glance. The change recommended by Lord Canning was adopted by the Home Government, and received the sanction of Parliament in the session of 1861. It was a change of the highest importance in respect to the local Government of India. Its object was twofold; first, to break up the relative importance of the Supreme Legislative Council by subdividing its work among a number of separate bodies; and secondly, to restore to the minor Presidencies a large share in the executive and legislative powers which had been taken from

لی ایٹے جانے سے آنکی حکمرانی کے اختیار بھی نہایت محدود کیئے گئی تھے، اسکی کسیدر علاج کے واسطی سنہ ۱۸۵۳ ع کے ایکٹ نے کونسل قانونی کو بڑھا یا اور چھوٹی احاطوں کے نایب ممبروں کو زیادہ کیا، اس ایکٹ نے کونسل کے اختیارات کو نہیں بدلا مگر صرف اسکی تعداد اور ترتیب میں تبدیلی کی، لیکن از روے عملی استعداد کے بڑھاؤ اور اسکی اجلاسوں یا مباحثوں کے علائقہ کرنے کا دستور اور ذمہ موجودہ انتظام جو پارلیمنٹ کی صورت سے مشابہہ تھی اور سب سے آخر مگر نہ اُنسی کم ایک قانونی ممبروں کی کثرت نے ایسے نتیجوں کی طرف رجوع کی جنسے لارڈ کیننگ صاحب کی حکومت کو ایک زمانہ میں بڑی پریشانی کا خوف ہوا، لیکن فی الجملہ یہ کہنا واجب ہی کہ کونسل نے جیسا وہ سنہ ۱۸۶۳ ع کی ایکٹ سے مقرر کی گئی مقننی کے معاملوں میں خوب کام کیئے تھے اُسے اکثر مفید ایکٹوں کو جاری کیا اور

them by the Act of 1883. The European community of Calcutta has an opportunity of working off its steam in a local Council for Bengal. The Act specifies a list of imperial subjects with which these local Councils cannot interfere. There still remains a Supreme Executive and a Supreme Legislative Council. The members of the Executive Council are each charged with the responsibility of a separate department, and are in fact the cabinet of the Governor-General. In the Legislative Council the nominated members sit for two years only, so as to afford opportunities for change. Room is left for the admission of distinguished natives, who may be selected as really capable of representing the opinions of the native princes and the native people. But the preponderance of official members is secured ; and undue interference with the Executive is prevented by a strict reservation on behalf of the Government of the Initiative in all legislative proceedings. The supremacy,

سب ہندوستانوں میں جنکو جناب گورنر جنرل صاحب بہادر نے تجویز کیا آسنے تقویت دی، لیکن تمام ہندوستان کی طرف سے نیابت کی مجلس کے کاموں کی اختیار کرنے کے واسطے ایسی گروہ کی بالکل ناقابلیت ایک نظر میں ظاہر ہوتی ہے، جس تبدیلی کی جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے سفارش کی انگلستان کی حکومت سے منظور ہوئی اور پارلیمنٹ کی منظوری سنہ ۱۸۶۱ ع کے اجلاس میں ہوئی، ہندوستان کی خاص گورنمنٹ کے باب میں یہ تبدیلی نہایت ضروری تھی، آسکے دو مقصد تھے اول یہ کہ سب سے اعلیٰ مقنن مجلس کے کام کو کئی گروہ میں علیحدہ علیحدہ تقسیم کرنے سے آسکی باہمی تعلق کی قدرت کو توڑنا دوم یہ کہ کمتر درجہ کے احاطوں کو ایک بڑا حصہ حکم رانی اور مقننی کے اختیارات کا جو سنہ ۱۸۳۳ ع کے ایکٹ کے ذریعہ سے ان سے لیلیا گیا تھا پھر دیدینا، کلکتہ کے ولایتی گروہ نے بنگال کے لیٹی

too, of the Governor-General is maintained.

ایک خاص کونسل میں اپنے
بخارنگالنے کا ایک موقع پایا ہے،
اس ایکٹ میں ایسے شاہنشاہی
معاملات کی فہرست جن میں
یہہ خاص خاص مقامی کونسلیں
مزاحمت نہیں کرسکتی ہیں
مندرجہ ہے، اب بھی ایک
اعلیٰ کارکن کونسل اور ایک اعلیٰ
مقنن کونسل باقی رہیں،
کونسل کارکن کے ہر ایک ممبر
کے ذمہ ایک علیحدہ محکمہ کی
جوابدہی ہے اور حقیقت میں
وہ جناب گورنر جنرل صاحب
بہادر کے دیوان خاص ہیں،
مقنن مجلس میں مقرری ممبر
صرف دو برس کے واسطے اجلاس
کرتے ہیں تاکہ ان کی تبدیلی کا
موقع رہے، اور نامی ہندوستانی
لوگوں کو بھی جو ممبر ہونے کے
لیٹی منتخب کیئے جاویں اور وہ
ہندوستانی نواب اور راجاؤں اور
عام لوگوں کی راہوں کے ظاہر کرنے
میں بخوبی لائق ہوں جبکہ دی
گئی ہے، لیکن سرکاری ممبروں
کی تعداد کی پیشی لحاظ کی
گئی ہے اور گورنمنٹ کے حق
میں سب مقننی کے معامی

کے شروع کرنے کے ایک خاص
اختیار سے قانون رانی کی کونسل
کے ساتھ ناراجب مزاحمت
روکی جاتی ہے، جناب گورنر جنرل
صاحب بہادر کے علو مرتبت
بھی اسمیں قائم کی گئی ہے *
جہاں کہیں اصلی فیابطاً
حکومت غیر ممکن ہو اور ایک
قوی کارکن گورنمنٹ کی ضرورت
ہو یہ سب سے اچھی اصل
معلوم ہوئی ہے جس پر
ہندوستانی عملداری کی
بندوبست کے قواعد بنائی
جاویں، ہندوستان میں کسی
مقنن مجلس کے واسطے جو
جناب گورنر جنرل صاحب بہادر
کے اور زیادہ تر انگلستان کی
حکومت کے بالکل زیر حکم
نرکھی جاوے کوئی سامان نہیں
ہے، ایک کلکتہ کی مقننہ کا
انتظام ایک قوم کی نہایت
بدتر اور مبالغہ ہی ہوئی
صورت کا مقننہ انتظام ہوتا،
ہندوستان کی عام رائے اصل
میں اس قلیل مگر قوی و لایائی
رعایا کی رائے ہے، اس کے غرضیں
غالباً سوداگری کی ہیں اور اس کی

Where a really representative government is impossible, and a strong executive is a necessity, this seems the best principle on which to construct the machinery of the Indian administration. There are no materials in India for any legislative body which is not kept in complete subordination to the Governor-General, and above all to the Government at home. A Calcutta legislature would be the legislature of a class in its worst and most aggravated form. The 'public opinion' of India is virtually the opinion of the small but powerful European community. Its interests are mainly commercial, and its ideas of policy and of law are liable to the bias and insuperable temptations which commercial interests involve. Traditional jealousy made the old servants

of the Company a powerful resisting force, and hence the outcry which has been raised against the official class in India. But the years succeeding the mutiny were years of reaction, and not even Lord Canning's sagacity and firmness were proof against the current which set in so strongly in favour of British settlers in India. In the special penal legislation, which was unfortunately adopted by the Government of India, for the enforcement of indigo contracts, we have a conclusive proof of the necessity for having a controlling authority at home which shall be competent, vigilant, and strong. We cannot here enter on that question in detail. But we must record our hearty approval of the veto which has been put by the Secretary of State in Council on all legislation tending to entangle the Ryots of Bengal in a virtual serfdom to the European planter. We rejoice also in the proof which the same transaction has afforded that the public opinion of the English

تدبیر مملکت اور قانون کے خیالات ایسی خواہش اور ایسی بڑی ترغیبوں کے تابع ہیں جو سوداگری کے معاملوں میں ہوتی ہیں، بہلی سے چلی آنے والی بد ظنی نے کمپنی کے پرانے نوکروں کو ایک قوی روکش گروہ بنایا تھا اور اس سے وہ شور ہوا جو ہندوستان کی سرکاری جماعت کی خلاف میں برپا کیا گیا ہی، لیکن غدر کے بعد آنے والے سال قوت کی باز گشتی کی سال تھی اور جذبات لارڈ کینڈنگ صاحب بہادر کی تیز فہمی و استقلال بی بی اس نافذ رائے کا جو ایسے زور سے ہندوستان کے انگریزی خوش باشوں کے باب میں قائم ہوئی مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، ہم اس خاص تعزیرات کی آئین قانون سازی میں جس کو ہندوستان کی گورنمنٹ نے نیل کے معاملوں کی ایفائے شرط کے باب میں بد بختی سے اختیار کیا انگلستان میں ایک ایسے سرزنش کرنی والی حاکم کے ہونے کی ضرورت کی جو لائق و ہوشیار

people and of the English Parliament, may on such questions be safely trusted. There never was a more idle fear than the fear so often expressed, of the danger of bringing Indian questions into discussion in Parliament at home. The action and the principle of Parliament have always been generous towards the people of India. The support which Sir Charles Wood and his Council has received from the public voice, in resisting Class Legislation in the planting interest, is a happy indication that the Government of India under the Crown will not be suffered to degenerate into a Government more commercial in its spirit than the old Company ever was, or less careful of native rights.

اور قوی ہو قاطع دلیل پاتے ہیں،
ہمکو بہ تفصیل اس معاملہ پر
گفتگو کرنے کی فرصت نہیں
ہی، لیکن ہم اس ممانعت
کو خوب پسند کرتے ہیں جسکو
سیکریٹری آف اسٹیٹ نے کونسل
میں سب آئین قانون سازی پر
کیا جس میں بنگال کی رعایا
کو نیل کے ولایتی کاشتکار کی
اصلی تابعداری میں پہنسانے
کا میلان تھا، ہم اس ثبوت
سے بھی بہت خوش ہیں جو
اسی معاملہ سے ظاہر ہوا ہے
کہ انگریزی رعایا اور انگریزی
پارلیمنٹ کی عام رائے پر اس
قسم کی معاملوں میں خوب
بھروسہ رکھا جا سکتا ہے، جیسا
خوف ہندوستان کے معاملوں کو
انگلستان کی پارلیمنٹ کے
مباحثوں میں لانے میں اکثر
ظاہر ہوا تھا اس سے بڑھکر
بیہودہ خوف کبھی نہیں ہوا،
پارلیمنٹ کے عمل اور اصول
ہندوستانی رعایا کی حق میں
ہمیشہ فیاض ہوئے ہیں،
سر چارلس وڈ صاحب اور ان کی
کونسل نے جو اس گروہ کے

•

آئین قانون سازی کے روکنے میں
جو نیل والوں کے فائدہ میں تھے
انگلستان کے سب لوگوں کی
طرف سے مدد پائی ہی اس
دلت کی خوشی کا نشان ہی
کہ ہندوستان کی حکومت کو
جو اب تخت کی تخت میں
آگئی ایک ایسی حکومت
میں جو اپنی مزاج میں
بہ نسبت پرانی کمپنی کے
زیادہ تجارت کی ہو رکھتی ہو یا
جسمیں ہندوستانیوں کے حقوق کی
کم احتیاط ہو مبتدل کر دینا
منظور نہ ہوگا *

The necessity of maintaining for the future a much larger proportion of European troops, was the first conclusion which every man drew instinctively from the events of the Great Mutiny. Under the impulse of feelings natural after so great and so narrow an escape, the tendency was to overestimate the change which was really needed. Eighty thousand men was the number to which opinion pointed as the minimum required for safety, and at the

آئندہ کو ایک زیادہ تر گورنکے
رکھنے کی ضرورت وہ اول نتیجہ تھا
جو ہر ایک شخص نے بڑے غدر
کے واقعات سے عقلاً نکالا، ایسے
خیالوں کے دباؤ سے جو ایسے کلاں
اور تنگ بچاؤ کے بعد دل میں
آتے ہیں لوگوں کا میلان اُس
تبدیلی کے زیادہ تخمینہ کرنے پر
تھا جس کی اصل میں ضرورت تھی،
خیال کیا گیا کہ سلامتی کے لیے
کم سے کم اسی ہزار چاہیئیں اور
اس وقت قریب بہتر ہزار کے ہیں
بیان کیا گیا ہے کہ جب جذبات

present moment we have nearly 72,000. We have seen that when Lord Dalhousie left India the British force had been reduced to 45,300 men. What over doubt there might be as to the exact figure at which it should stand in future, there could be no doubt that it had been dangerously reduced and must be largely reinforced. But how should this reinforcement be contrived? Should it be contrived simply by increasing the number of regiments of the line stationed in India; or should it be by a large increase in the small local European force whose service was confined to India,—which had been lately increased by 3,000 men,—but which had not yet been raised to the maximum allowed by law? On this question an irreconcilable difference of opinion arose between a large proportion of Indian statesmen and the Government at home. This was natural enough. The truth is that they looked at the question from two different points of view—the one having

لارڈ ڈالھؤزی صاحب بہادر ہندوستان سے تشریف لیگئے تو انگریزی فوج کی تعداد گھٹا کر ۴۵ ہزار تین سو رکھی گئی تھی ' کچھ ہی شک اس ٹھیک تعداد کی نسبت ہو جو آئندہ قائم رہنی چاہیئے لیکن کچھ شک نہیں تھا کہ اسکا گھٹانا خطرناک ہوا تھا اور اسکو بہت سی تقویت ہونی چاہیئے ' لیکن اس تقویت کی ایجاد کس طرح ہونی چاہیئے تھی ' کیا ملکہ معظمہ کی جنگی پلندوں کی تعداد کو جو ہندوستان میں تعینات تھیں صرف زیادہ کرنے سے ہونی چاہیئے تھی ' یا کمپنی کی اس قلیل گورہ کی فوج میں جنکی نوکری ہندوستان میں منحصر تھی اور جس میں تھوڑے دن ہوئے کہ تین ہزار زیادہ کی گئی تھی لیکن وہ اب تک اس غایت تعداد پر نہیں پہونچائی گئی جسکی قانون سے منظوری ہو چکی تھی بہت سی زیادتی کرنے سے ہونی چاہیئے تھی ' اس معاملہ پر حکومت انگلستان اور ایک بڑی حصہ مدبر ہندوستان کے درمیان میں ایک اختلاف

exclusive reference to Indian interests and Indian traditions, the other having reference to the interests of India only as part of the general interests of the Empire. Lord Dalhousie had felt the risk and the inconvenience of depending so entirely on the Home authorities for the number of European regiments left at his disposal. The circumstances under which Lord Canning had been placed impressed the same feeling still more deeply on his mind. Considerations different, but not less powerful, in the same direction, told upon the views of the old Indian services both civil and military. The special and almost exclusive right of those services to all the great employments connected with the administration of India was the very essence of all that had separated the nominal Government of 'The Company' from the Government of the Crown. Already for some years there had been some tendency to encroach upon their privileges, by importing 'Queen's officers'

ناقل اتفاق پیدا ہوا، یہہ اصلیتھا، سچ یہہ ہے کہ انہوں نے اس معاملہ پر دو مختلف راہوں سے تکیہ کیا جنہیں سے ایک ہندوستانی معاملات اور ہندوستانی برتاؤں سے بالکل متعلق تھی اور دوسری ہندوستان کے فائدوں سے اس طرح متعلق تھی کہ گویا انگریزی شاہنشاہی کے صرف عام فائدوں کا ایک جز ہے، جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب بہادر نے ان گوروں کی باتوں کی تعداد کے باب میں جو آنکے اختیار میں رکھی گئیں تھیں انگلستان کے حاکموں پر بالکل حصر رکھنے کے خطرہ اور تکلیف پر لحاظ کیا تھا، ان حالات نے جو جناب لارڈ کیڈنگ صاحب بہادر پر گذرے تھے اسی خیال کو اس سے بھی زیادہ ان کے دل پر منقش کیا تھا، اسی طریقہ کے مختلف خیالوں نے جو کم زور نہ تھے ہندوستان کے ملکی اور لشکر کی قدیم ملازموں کی راہوں پر 'ٹرکیا' ان ملازموں کا خاص اور قریباً بالکل ان بری عہدوں کا حق جو ہندوستان کی عملداری سے متعلق تھیں

people and of the English Parliament, may on such questions be safely trusted. There never was a more idle fear than the fear so often expressed, of the danger of bringing Indian questions into discussion in Parliament at home. The action and the principle of Parliament have always been generous towards the people of India. The support which Sir Charles Wood and his Council has received from the public voice, in resisting Class Legislation in the planting interest, is a happy indication that the Government of India under the Crown will not be suffered to degenerate into a Government more commercial in its spirit than the old Company ever was, or less careful of native rights.

اور قوی ہو قاطع دلیل پاتے ہیں ،
ہم کو بہ تفصیل اس معاملہ پر
گفتگو کرنے کی فرصت نہیں
ہی ، لیکن ہم اس ممانعت
کو خوب پسند کرتے ہیں جسکو
سیکرٹری آف اسٹیٹ نے کونسل
میں سب آئین قانون سازی پر
کیا جس میں ہنگال کی رعایا
کو نل کے ولایتی کاشتکار کی
اصلی تابعداری میں پھنسانے
کا میلان تھا ، ہم اس ثبوت
سے بھی بہت خوش ہیں جو
اسی معاملہ سے ظاہر ہوا ہی
کہ انگریزی رعایا اور انگریزی
پارلیمنٹ کی عام رائے پر اس
قسم کی معاملوں میں خوب
بھروسہ رکھا جا سکتا ہی ، جیسا
خوف ہندوستان کے معاملوں کو
انگلستان کی پارلیمنٹ کے
مباحثوں میں لانے میں اکثر
ظاہر ہوا تھا اس سے بڑھکر
بے ہودہ خوف کبھی نہیں ہوا ،
پارلیمنٹ کے عمل اور اصول
ہندوستانی رعایا کی حق میں
ہمیشہ فیاض ہوئے ہیں ،
سرچارلس وڈ صاحب اور آئی
کونسل نے جو اس گروہ کے

آئین قانون سازی کے روکنے میں
 چونیل والوں کے فائدہ میں تھے
 انگلستان کے سب لوگوں کی
 طرف سے مدد پائی ہی اس
 بات کی خوشی کا نشان ہی
 کہ ہندوستان کی حکومت کو
 جواب تخت کی تخت میں
 آگئی ایک ایسی حکومت
 میں جو اپنی مزاج میں
 بہ نسبت پرانی کمپنی کے
 زیادہ تجارت کی ہو رکھتی ہو یا
 جسمیں ہندوستانیوں کے حقوق کی
 کم احتیاط ہو مبتدل کر دینا
 منظور نہ ہوگا *

The necessity of maintaining for the future a much larger proportion of European troops, was the first conclusion which every man drew instinctively from the events of the Great Mutiny. Under the impulse of feelings natural after so great and so narrow an escape, the tendency was to overestimate the change which was really needed. Eighty thousand men was the number to which opinion pointed as the minimum required for safety, and at the

آئندہ کو ایک زیادہ تر گورنکے
 رکھنے کی ضرورت وہ اول نتیجہ تھا
 جو ہر ایک شخص نے بڑے غدر
 کے واقعات سے عقلاً نکالا، ایسے
 خیالوں کے دباؤ سے جو ایسے کلاں
 اور تنگ بچاؤ کے بعد دل میں
 آئے ہیں لوگوں کا میلان اُس
 تبدیلی کے زیادہ تخمینہ کرنے پر
 تھا جس کی اصل میں ضرورت تھی
 خیال کیا گیا کہ سلامتی کے لئے
 کم سے کم ایسی ہزار چاہئیں اور
 اسوقت قریب بہتر ہزار کے ہیں
 بیان کیا گیا ہے کہ جب جذاب

present moment we have nearly 72,000. We have seen that when Lord Dalhousie left India the British force had been reduced to 45,300 men. Whatever doubt there might be as to the exact figure at which it should stand in future, there could be no doubt that it had been dangerously reduced and must be largely reinforced. But how should this reinforcement be contrived? Should it be contrived simply by increasing the number of regiments of the line stationed in India; or should it be by a large increase in the small local European force whose service was confined to India,—which had been lately increased by 3,000 men,—but which had not yet been raised to the maximum allowed by law? On this question an irreconcilable difference of opinion arose between a large proportion of Indian statesmen and the Government at home. This was natural enough. The truth is that they looked at the question from two different points of view—the one having

لارڈ ڈالہؤزی صاحب بہادر ہندوستان سے تشریف لیگئے تو انگریزی فوج کی تعداد گھٹا کر ۴۵ ہزار تین سو رکھی گئی تھی، کچھ ہی شک اس ٹھیک تعداد کی نسبت ہو جو آئندہ قائم رہنی چاہیئے لیکن کچھ شک نہیں تھا کہ اسکا گھٹانا خطرناک ہوا تھا اور اسکو بہت سی تقویت ہونی چاہیئے، لیکن اس تقویت کی ایجاد کس طرح ہونی چاہیئے تھی، کیا ملکہ معظمہ کی جنگی پلانڈونکی تعداد کو جو ہندوستان میں تعینات تھیں صرف زیادہ کرنے سے ہونی چاہیئے تھی، یا کمپنی کی اس قلیل گورہ کی فوج میں جنگی نوکری ہندوستان میں منحصر تھی اور جس میں تھوڑے دن ہوئے کہ تین ہزار زیادہ کی گئی تھی لیکن وہ اب تک اس غایت تعداد پر نہیں پہنچائی گئی جسکی قانون سے منظوری ہو چکی تھی بہت سی زیادتی کرنے سے ہونی چاہیئے تھی، اس معاملہ پر حکومت انگلستان اور ایک بڑی حصہ مدبر ہندوستان کے درمیان میں ایک اختلاف

exclusive reference to Indian interests and Indian traditions, the other having reference to the interests of India only as part of the general interests of the Empire. Lord Dalhousie had felt the risk and the inconvenience of depending so entirely on the Home authorities for the number of European regiments left at his disposal. The circumstances under which Lord Canning had been placed impressed the same feeling still more deeply on his mind. Considerations different, but not less powerful, in the same direction, told upon the views of the old Indian services both civil and military. The special and almost exclusive right of those services to all the great employments connected with the administration of India was the very essence of all that had separated the nominal Government of 'The Company' from the Government of the Crown. Already for some years there had been some tendency to encroach upon their privileges, by importing 'Queen's officers'

ناقل اتفاق پیدا ہوا، یہہ اعلیٰ تھا، سچ یہہ ہے کہ انہوں نے اس معاملہ پر دو مختلف راہوں سے تخطی کیا جنہیں سے ایک ہندوستانی معاملات اور ہندوستانی برتاؤں سے بالکل متعلق تھی اور دوسری ہندوستان کے فائدوں سے اس طرح متعلق تھی کہ گویا انگریزی شاہشاہی کے صرف عام فائدوں کا ایک جز ہے، جناب لارڈ ڈالہوزی صاحب بہادر نے ان گوروں کی بلندیوں کی تعداد کے باب میں جو آنکھ اختیار میں رکھی گئیں تھیں انگلستان کے حاکموں پر بالکل حصر رکھنے کے خطرہ اور تکلیف پر لحاظ کیا تھا، ان حالات نے جو جناب لارڈ کیڈنگ صاحب بہادر پر گذرے تھے اسی خیال کو اس سے بھی زیادہ ان کے دل پر منقش کیا تھا، اسی طریقہ کے مختلف خیالوں نے جو کم زور نہ تھے ہندوستان کے ملکی اور لسنکری قدیم ملازموں کی راہوں پر اثر کیا، ان ملازموں کا خاص اور قریباً بالکل ان ہی عہد و نکاح جو ہندوستان کی عملداری سے متعلق ہیں

into Indian employments ; and the lion's share, which these officers had always enjoyed of the highest military commands, had been a standing subject of jealousy and of natural complaint. It was instinctively felt that a measure which should largely increase the preponderance in India of the army of the line, would place the old local services at a relative disadvantage. It is not surprising, therefore, that both the Indian services, and the Governor-General, backed by the Council both in India and in England, strenuously urged, though on somewhat different grounds, that the reinforcement of the European army should consist, in large proportion, of an addition to the local force.

اُس سبب باتکی اصل جز تھی جس نے کمپنی کے نام کی حکومت کو تخت کی حکومت سے علحدہ کیا تھا، اب چند برس سے ہندوستانی عہدوں پر ملکہ معظمہ کے افسروں کے مقرر کرنے سے ان ملازموں کے حق تلف کرنے کی طرف کچھ مایاں ہوا تھا، اور وہ بہت بڑا حصہ جو سب سے اعلیٰ جنگی حکمرانیوں کا جو اُن کمپنی کے افسروں کو ہمیشہ حاصل تھا رشک اور اصلی فالش کا ایک مستقل مضمون ہوا تھا، عقلاً خیال کیا گیا کہ ایک ہندوستان جو ہندوستان میں ملکہ معظمہ کی جنگی فوج کی قدرت بہت زیادہ کرتا برائے خاص ملازموں کی بہ نسبت اُنکو ایک نقصان پہونچائیگا، اسلئے عجب نہیں ہے کہ دونوں قسم کے ہندوستانی ملازموں اور جناب گورنر جنرل صاحب بہادر نے ہندوستان اور انگلستان کی کونسلوں سمیت اگرچہ کچھ مختلف بنیادوں پر لیکن دلسوزی سے استدعا کی کہ گوری کی فوج کی تقویت سے ایک مقامی

فوج کی بہت سی زیادتی ہونی
چاہیئے *

On the other hand it was equally natural that the Imperial Government should regard this proposal with suspicion. In the first place, that Government was not likely to recognise the doctrine that the free exercise of its discretion on Imperial interests, was a danger against which India, as a separate Government, was required to guard. In the second place, unless the whole minimum force of European troops required for the safety of India were to be of local troops, the Indian Government must still be dependent on the Government at home. Yet no man went so far as to make this proposal. In the third place, even the half measure of making only a moiety of the European force local in its terms of service, involved a novelty of the most formidable kind. And in the fourth place, this new measure, —broadening and deepening the separation between the

برخلاف اسکے ایسا ہی اصلی
تھا کہ انگلستان کے شاہنشاہی
حکومت نے اس تجویز پر شبہہ
سے نظر رکھی، اول غالب نہ تھا
کہ وہ حکومت اس تعلیم کی
رعایت کری کہ شاہنشاہی
معاملوں پر آسکی امتیاز کا آزاد
استعمال ایک ایسا خطرہ تھا
جس سے خبردار رہنا ہندوستان
پر بطور ایک علیحدہ حکومت
کے لازم تھا، دوم سوائے اسکی
جب تک کہ کسی کم تمام فوج
گورونکی جو ہندوستان کی سلامتی
کو ضرور تھی مقامی فوج نہ ہو
جاری ہندوستان کی حکومت
انگلستان کی حکومت سے اب تک
متعلق ہونی چاہیئے، لیکن
یہہ در خواست کردیکی کسی
شخص نے ہمت نہ باندھی،
تیسری یہہ کہ نصف گورونکی
فوج کو آسکی نوکری کی شرطوں
میں مقامی کردی ناکارل تدبیر
میں ایک سب سے مہیب نو
طرزی تھی، چوتھی یہہ نیا
ہندوستان جس سے ہندوستان

army of India and the army of the line,—was to be taken at the very time when the two Governments had been brought into nearer and closer union, and when a free interchange of employment between the two services had been warmly recommended as just in itself, and an indispensable step in military reform.

In this, as well as in our previous article, 'India under Lord Dalhousie,' we have had abundant occasion to observe how old debates had been renewed, and old questions of principle revived during the years we have passed under our review. This question, in respect to the local European force, is another instance. Precisely the same proposal had been made—precisely the same tendencies of opinion had been brought to issue—in 1788. The great Minister who had rescued the commerce of the Company and the patronage of India from the

اور ملکہ معظمہ کی فوج میں جدائی وسیع اور عمیق ہوئی تھی تھیک اسی وقت عمل میں آنیکو تھا جبکہ دونوں حکومتیں بہت متصل اور زیادہ قریب اتفاق پذیر ہوئیں تھیں اور جب کہ دونوں قسم کے ملازموں میں باہم ایک آزاد مبادلہ خدمت کا ایسی گرمجوشی سے سفارش کیا گیا تھا کہ گویا وہ بذاتہ ایک منصفی اور جنگی تہذیب کے لیئے بڑی ضرورت کی بات تھی * اس گفتگو میں جیسیکہ اور اسطرح سی ہماری پہلی گفتگو میں جو جناب لارڈ ڈالہؤس صاحب بہادر کی عملداری پر ہوئی ہے ہم کو اس بات کی دریافت کرنیکی اکثر موقع ہوئی ہیں کہ پرانی مباحثوں کو کس کس طرح تازہ کیا گیا تھا اور اصول کی پرانے معاملات کو ان برسوں میں جنگی نظر ثانی ہم کچھ کی ہیں کس کس طرح پرشگفتہ کیا گیا تھا ، یہ سوال بلحاظ گورنری مقامی فوج کی ایک دوسری مثال ہے ، سده ۱۷۸۸ع میں تھیک ویسی ہی تجویز استدعا کی گئی تھی

political advisers of the Crown, resisted firmly an attempt of the Company to establish in India a powerful European force distinct from the army of the line. Very early in the history of the East India Company the jealousy of Parliament had placed a limit on their power of raising recruits in Europe. One of the first acts of the New Board of Control erected by Mr. Pitt in 1784, was to insist on a great reduction of the Company's forces. Four years later there was an alarm of a renewed contest with the French both in India and in Europe; and it became necessary to strengthen our European garrison in the East. Four more regiments were to be sent. The Company made a vigorous attempt that the whole of these corps should belong to their own local Europeans. Mr. Pitt as vehemently resisted their desire. There seems to have been nothing that has ever been debated since, which escaped his eagle eye. He resisted the Company avowedly on the ground that

اور ٹھیک اسی رائے میں ظاہر کئی گئی تھی، اس بڑی وزیر نے جسٹنی تخت کے صلاح کاروں سے کمپنی کی تجارت اور ہندوستان کی مرہبی گری کو بچایا تھا کمپنی کی ہندوستان میں ایک قوی گوریلی فوج ملکہ معظمہ کے جنگی فوجسی علیحدہ قائم کرنے کے قصد کو مضبوطی سے روکا تھا، ایسٹ انڈیا کمپنی کی توازن کی ابتداء ہی میں پارلیمنٹ کے حسد نے کمپنی کی یورپ میں رننگروٹ بھرتی کرنے کی اختیار پر ایک حد مقرر کی تھی، نئی بورڈ آف کنٹرول کے کاموں میں سے جسکو پتہ صاحب ہے سنہ ۱۷۸۴ع میں مقرر کیا پہلا کام یہ تھا یعنی کمپنی کی فوج میں سے ایک بڑی کمی کے لیٹی اصرار کرنا، اسکی چار برس کے بعد ایک نئی لڑائی کا فرنچ لوگوں کی ساتھ ہندوستان اور یورپ دونوں میں غوغا ہوا، اور انگریزی گوریلی فوج کو ہندوستان میں تقویت دینا ضرور ہوا، چار ہلکے اور روانہ کیجاے کو تھیں، کمپنی نے ایک قوی

the change which was really expedient was a change in precisely the opposite direction,—namely, a change towards a consolidation of the two armies, and not towards a more effectual separation. He declared that such a consolidation was undoubtedly to be wished for, and that ‘*sooner or later it must be attempted.*’ Mr. Pitt carried his point, though by a smaller majority of the House of Commons than was usual in his first triumphant Ministry. In the same year the maximum of the local European force was fixed at 12,000 men. This limit was never actually reached; and in 1796 they were reduced to two regiments of five companies,—or, virtually, to one regiment of infantry in each Presidency. And so matters had remained till, as we have seen, the necessity of withdrawing line regiments from India to serve in the Russian War had led in 1856 to an Act being passed raising the maximum of the local European force from twelve to twenty thousand men. When

قصد کیا کہ وہ سب پلٹنیں اپنے مقامی گوریلی افواج میں داخل کر لیں، پت صاحب لے ویسیپی . قوتسی آنکی خواہش کو روکا، جن جن معاملوں پر اسوقت سے مباحثہ ہوا۔ انہیں سے کوئی ایسا نہیں معلوم ہوتا جو آنکی تیز آنکھ سے بچا ہو، انہوں نے کمپنی کا علانیہ اس بنیاد پر مقابلہ کیا کہ وہ تبدیلی جو اصل میں ضرور تھی ایک ایسی تبدیلی تھی جو مطلب کے ٹھیک مخالف تھی یعنی ایک تبدیلی جو دونوں فوجوں کی متحد ہونے پر نہ آنکے بڑی نفاق کی طرف رجوع کریں انہوں نے ظاہر کیا کہ ایک ایسا اتحاد بیشک خواہش کے لائق ہے اور خواہ جلد خواہ دیر میں اس کا قصد کیا جاوے، پتصاحت نے اپنی مراد حاصل کی اگرچہ اس کے نسبت جیسا کہ آنکے اول ہی اول کی فتح مند وزارت کے زمانہ میں معمول تھا ہوس آنکے کامنڈس کے ایک تھوڑے حصہ کا اتفاق رہا ہوا، اسی سال میں غایت تعداد مقامی گوریلی

the mutiny broke out, it still only stood, at three regiments in each Presidency, or about 9000 men in all. This was exclusive of the Indian artillery, which had always been entirely local and was a force of admirable efficiency. But now the demand made was one of a much more formidable kind. The Military Committee of the Indian Council were of opinion that, of the total European force to be maintained in India, the whole of the artillery, three-fourths of the cavalry, and two-thirds of the infantry, should belong exclusively to the local service. Lord Canning himself urged that on no consideration should the proportion be less than one-half.

فوج کی بارہ ہزار قائم کی گئی ،
فی الحقیقت یہہ تعداد اس
حد تک کہی نہیں بہونچی
اور سنہ ۱۷۹۶ع میں آنکو گھٹا کر
ہانچ ہانچ کمپنیوں کی دو پلٹنیں
کر دیا گیا یا اصل میں ہر احاطہ
میں بقدر ایک ہیکڈون کی پلٹن
کے آنکو کم کر دیا گیا ، اور معاملات
جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اس
وقت تک ویسی ہی رہا جبکہ
روسینو کی لڑائی کے کام میں آئیے
لیڈے ہندوستان میں سے ملکہ کی
گوری کی پلٹنوں کے بلا لینے کی
ضرورت سے سنہ ۱۸۵۶ع میں
ایک ایکٹ جاری ہوا جسکی
بموجب مقامی گوری کی فوج کی
غایت تعداد بارہ ہزار سے بیس
ہزار تک قرار پائی ، جبکہ غدر
واہ ہوا تو اسی تعداد صرف
اسی قدر تھی کہ ہر ایک احاطہ میں
تین پلٹنیں یا کل دو ہزار کے قریب
تھی ، یہہ کمپنی بہادر کی
توپخانہ سے علحدہ تھی جو
ہمیشہ سے بالکل مقامی تھی
اور نہایت لائق فوج تھی ، لیکن
اب جو استدعا کی گئی ایک
بہت زیادہ مہیب قسم کی

استدعا تھی ، انگریزی کونسل کی
جنگی کمیٹی کی رائے یہ—
تھی کہ تمام گوریلی فوجیں
سے جو ہندوستان میں قائم رکھے
جائیکو تھی تمام توپخانے اور تین
چوتھائی رسالی اور ۱۰ ٹلٹ
پیدائی بالکل مقامی فوج ہونی
چاہیئیں ، جناب لارڈ کیننگ
صاحب بہادر نے خود اصرار کیا
کہ کسی وجہ سے مناسبت نصف
سے کم نہ ہونی چاہیئے *

Whatever might be said for this proposal, one thing at least was clear,—that such a measure would have been a far more ‘organic change in the military system by which India had been won and kept,’ than the opposite measure which had been contemplated by Mr. Pitt, —viz., that of dispensing with local Europeans altogether, and officering the native army on some system which would consolidate the two services instead of keeping them apart. Lord Canning did not affirm, as some others did, that the comparatively small force of local Europeans which had been

جو کچھ اس تجویز کے حق
میں کہا جاسکتا تھا بہ—رحال
ایک بات صاف تھی یعنی ایسا
بندوبست بہ نسبت اُس
مخالف بندوبست کے جو پت
صاحب نے تجویز کیا تھا کہ
مقامی گوریلی فوجسی بالکل
دست برداری کیجئے اور کسی
ایسے بندوبست کی بنیاد پر
ہندوستانی فوجیں افسر بہرتی
کیئے جاویں جس سے دونوں فوجیں
بجائے علیحدہ ہو جائی کے ایک
ہو جائیں اُس لشکری انتظام
میں جس سے ہندوستان فتح
ہوئی اور قائم رکھی گئی تھی
ایک بہت زیادہ ترتیب کنندہ

hitherto maintained, had formed any principal element in our Indian military system. On the contrary, he admitted that 'forming as they did a very small portion of the Indian Army, they had been until lately almost overlooked by their successive commanders-in-chief.' Lord Cornwallis had declared, in 1786, that with the exception of the corps of artillery, he had nothing but the king's regiments of the line 'that deserved the name of an European force.' In more recent times the Company's regiments had indeed borne a high character in the field, and had taken a brilliant part in all our Indian wars, but still the Duke of Wellington had borne emphatic testimony to the relative inferiority of their military discipline. This, indeed, was admitted by Lord Canning, and to some extent by the most distinguished Indian officers themselves. The risk of mutiny among European troops in India, is not, perhaps, a formidable danger. It was,

تبدل ہوا ہوتا، جنسب لارڈ کینڈگ صاحب بہادر نے اور لوگوں کی طرح اقرار نہیں کیا کہ متناسبیت میں چھوٹی فوج مقامی گورون کی جو اہلک فایم رکھی گئی تھی انگریزی ہندوستانی لشکر بندوق بست کا کوئی بڑا عنصر تھی، برخلاف اسکے انہوں نے یہہ فرمایا کہ وہ جو بہت چھوٹا گزہ ہندوستانی فوج کا ہے اسلئے مستواتر کمانڈر چیف صاحبوں نے زمانہ حال تک اُنسے قریباً چشم پوشی کی ہے، جناب لارڈ کارن والس صاحب بہادر نے سنہ ۱۷۸۶ ع میں کہا تھا کہ بجز نوپختہ کی پلٹن اور بادشاہی جنگی پلٹنوں کے ہماری پاس اور کوئی نہ تھی جو ولایتی فوج کی نام کی مستحق ہو، ان دنوں کے بعد کمپنی بہادر کی پلٹنوں کی خصلت ابدہ لڑائی میں خوب اعلیٰ ہوئی تھی اور انہوں نے شان دار حصہ انگریزوں کی ہندوستان کی سب لڑائیوں میں لیا تھا مگر تو بھی دیوک آف ولیدگٹس صاحب نے بہ نسبت

however, constantly urged as a plea for a divided army. But in so far as this danger could be contemplated at all, it undoubtedly told against a large force separated from the army of the line. Without anticipating positive mutiny, it is certain that a powerful army, having special relations with India and the native troops—watching with envious eyes every command given to officers of the line, and turned in a spirit of jealousy towards the 'Horse-Guards,' or, in other words, towards the authority of the Crown—would have been a serious embarrassment to the Government.

اُن کی جنگی ترتیب کی کمتر مناسبیت رکھنے پر زبردست گواہی دی تھی، البتہ اسکا جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر اور کچھ کچھ کمپنی کے بعض بعض سب سے نامور انگریزی افسروں نے بھی اقرار کیا، گورنر فوج کی بغاوت کا خطرہ ہندوستان میں شاید ایک مہینہ خطرہ نہیں ہے، لیکن اسکو فوجی منقسم رکھنے کا عذر ہمیشہ باصرار کہا گیا، مگر جہاں تک کہ اس خطرہ پر بالکل لحاظ ہو سکتا تھا اس کا بیشک یہ نتیجہ تھا کہ ایک بڑی فوج جو بادشاہ کی جنگی فوج سے علیحدہ ہو ہوئی نہیں چاہی گئی، مضبوط بغاوت کی عاقبت اندیشی کرنیکے بغیر یقین ہے کہ ایک ایسی قوی فوج جسکو ہندوستان اور ہندوستانی افواجی خاص علاقہ ہو اور حسن دی آنہ سے ہر ایک عہدہ کو جو بادشاہی جنگی افسروں کو دیا گیا نظر کرتی ہو اور فسادت تحت کے اختیار کے یک بدظن طبیعت رکھتی ہو گورنمنٹ کو ضرور ایک بڑی

The Cabinet of Lord Palmerston therefore rejected this proposal of the Indian services. Only one alternative remained—the 'consolidation' which Mr. Pitt had foreseen to be inevitable. There was all the more reason to adopt this course, since several of the measures involved in it had been already urgently recommended as in themselves most desirable, if not absolutely required. Such, for example, was the formation of a 'staff corps,' from which, instead of from the regiments, might be drawn the officers employed throughout India in the infinite variety of duties belonging to the administration of the country. We have seen that this measure had been pointed to by Lord Dalhousie as the only remedy for an evil which involved serious danger to the discipline and fidelity of the army. Sir Henry Lawrence had urged its adoption as the most important conclusion to which he had come on military reform. Not less general was the concurrence of

پیشانی ہوئی ہوتی *
 اسلامیہ جناب لارڈ پالمرسٹن
 صاحب ہاؤس کے دیوان خاص
 نے ہندوستان کے انگریزی ملازموں
 کی اس تجویز کو نا منظور
 کیا، صرف ایک بات باقی رہی
 یعنی وہ توحید جسکو پتہ صاحب
 نے پہلے سے ناقابل باز رہنی کے
 دیکھا تھا، اس بندوبست کے
 اختیار کرنیکی زیادہ تر وجہ تھی
 کیونکہ اکثر ان ہندوستانیوں جو
 اُس سے متعلق تھے اول ہی سے
 نہایت دلہنوزی سے اس طرح پر
 سفارش کی گئی تھی کہ اگرچہ
 انکی مطلقاً ضرورت نہ ہو وہ اپنی
 ذات ہی میں نہایت مرغوب
 ہیں، مثلاً یہ کہ ایک استناف
 کاربس کا قائم کرنا تھا جس سے
 بعبوض پلٹنوں کی وی انسرجو
 تمام ہندوستان میں ان اکثر قسم
 کے کاموں میں جو ملک کے
 انتظام سے متعلق ہیں مصروف تھے
 لیلیٹے جاسکتی، ہمکو دریافت
 ہوا کہ اس بندوبست پر اس
 نقصان کی صرف مچرہ علاج کے
 بطور جس سے فوج کے بندوبست
 اور نمک حلائی کی حق میں

opinion that eligibility for the staff corps, or for a staff employment, ought not to be confined to officers of the local service, but should be open also to qualified officers of the line ; and Lord Canning recommended that there should be a free exchange between both services. But this is ' consolidation ' or ' amalgamation.' It was surely more consistent with this system that native troops should be the only local force, and that the whole European army should belong to the army of the line, and be available for the general service of the Empire. The only real danger of the amalgamation has reference to the officering of the Native Army. This must always continue to be a matter of the very first importance. It would be a serious evil indeed if, under the new system, the old school of officers who organised and commanded corps belonging to the native races, should be broken up. But the intention of the Staff corps is to constitute a body from which such men may

ایک براخطیہ شامل تھا جناب لارڈ دلہوزی صاحب بہادر نے اشارہ کیا ، سرہندی لارنس صاحب نے آسکے اختیار کرنے پر بطور نہایت ضروری خیدلگی جسکو انہوں نے لشکری تہذیب کے باب میں سوچا تھا نہایت اصرار کیا تھا بالاتفاق سب نے اسکو بھی پسند کیا کہ سڈف کانس یا عہدہ خدمتگی لینے لیاقت انتخاب کی مقامی نوکری کی انیسویں پر منحصر نہیں کرنی چاہیئے بلکہ وہ ملکہ معظمہ کی فوجی افسروں پر بھی جو لایق برائیں وسیع ہونی چاہیئے ، اور جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے سفارش کی کہ دونوں قسم کے ملازموں کے انسر باہم مبدل ہونے کو آزاد ہونے چاہیئیں لیکن یہی توحید یا مخلوط ہونا ہے ، یقیناً یہ اس بندوبست سے زیادہ مطابق تھا کہ ہندوستانی فوج صرف مقامی فوج ہونی چاہئے اور تمام گوریلی فوج ملکہ کی جنگی فوج ہونے چاہیئے اور سلطنت کے عام خدمت کرنے کے قابل ہونی چاہیئے ، متحد کرنے کا

continue to be drawn—men devoting themselves to the Indian local service, and casting in their lot with it. We do not see why the same encouragements and the same prospects of distinction should not tell as strongly in favour of that service as it has ever done. This, however, must be watched with care.

صرف اہل خطرہ ہندوستانی فوج کو افسر دیندی سے متعلق ہے یہی بات اول امر اہم کا مقدمہ ہمیشہ رہیگی، البتہ بڑا نقصان ہوتا اگر نئی بندوبست کے مطابق وہ ہرانا گروا افسروں کا جنہوں نے ہندوستانی پلٹنوں کو بہتر کیا اور ان پر حکومت کی توڑ دیا جانا، لیکن اسٹاف کارپس سے ایک ایسی گروہ کے بنانے کا ارادہ ہے جس سے ایسے افسر جو اپنے تئیں ہندوستانی مقامی نوکری پر نثار کرتے ہیں اور اس سے اپنی قسمت آزماتے ہیں آئندہ کو لیلیڈے جاوینگے، ہم نہیں جانتے کہ وہی دلائے اور وہی عزتی امیدیں کیوں اس نوکری کے حق میں ویسی ہی ظاہر نہ ہوں جیسی کہ کبھی پہلی آسمیں ہوئی ہیں، لیکن بہت خبرداری سے اسکی نگہبانی کرنی چاہئی *

It marks how small was the amount of legal change required, and how little it altered the statutory system of Indian Government, that the 'Amalgamation Act' passed in 1860,

متحد کرنیکے ایکٹ سے جو سنہ ۱۸۶۰ء میں جاری ہوا اور وہ ایک ہی فقرہ کا ایکٹ تھا جس میں صرف یہی شرط کی گئی کہ آئندہ ہندوستانی مقامی

was an Act of a single clause, simply providing that Europeans should no longer be recruited for local service in India. All other changes have been effected by the ordinary action of the Executive Government. They have had no necessary connexion either with the extinction of the Company's nominal position, nor with the 'Amalgamation Act.' They would have been equally competent to the Court of Directors and the old Board of Control, and most of them have been determined by considerations of efficiency and economy, as well as by the light thrown on the defects of our military system by the Great Mutiny of 1857-8.

Concurrently with these questions as to how the army of India should be reorganised, arose the questions not less difficult, how the finance of India should be reestablished?

نوکر کی لینے گوری نہیں بھرتی ہو رہی تھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی چھوٹی قانونی تبدیلی کی ضرورت تھی اور کیسا آسانی ہندوستانی حکومت کے قانونی بندوبست کو تھوڑا سا بدل دیا ، باقی سب تبدیلیاں گورنمنٹ کی حکمرانی کے معمولی عمل سے کی گئیں ہیں ، انکو کمپنی کی صرف ذمہی حالت کے معدوم ہونے سے اور نہ متحد کرنیکی قانون سے کوئی ضروری تعلق ہوا ہے ، وی کورٹ آف ڈائریکٹر صاحبوں کے اور پرانے بورڈ آف کنٹرول کے حتمی بھی برابر مجاز ہوئی ہوئیں اور لیاقت اور کفایت شعاری کے لحاظوں سے اور بھی اس روشنی سے جو کلن غدر سنہ ۱۸۵۷ع ، سنہ ۱۸۵۸ع نے انگریزوں کے جنگی بندوبست کے نقصانوں پر ڈالی آنہیں سے اکثر قائم نئی گئی ہیں ۔

ان باتوں کے ساتھ کہ ہندوستانی فوج کس طرح پر مرتب کی جاویں یہ باتیں جو آنسی کم مشکل نہ تھیں پیدا ہوئیں کہ ہندوستان کی مالگداری پھر کیونکر

The effects of the mutiny may be told in a few words. In the year before the outbreak the revenue and the expenditure had been almost exactly equal. During the three years 1858-9-60 the aggregate deficiencies exceeded 30 millions. In 1857 the capital of the Indian public debt had stood at (about) 59½ millions. In February, 1860, it exceeded 90 millions. Even at that date the mutiny had added above 30 millions to the Indian debt. We have reason to believe that at the moment at which we write the annual deficit is not yet extinguished; and the Indian debt has risen to about 100 millions. But if the effect was alarming, at least the cause was simple, and the remedy obvious. The cause was enormous military expenditure, and the remedy must be mainly, if not exclusively, military reduction. In 1856-7 the total military charges had been below 11½ millions. In 1858-9 they were upwards of 21 millions. One half of the whole British army was quartered on the

قائم کیجاوے، غدر کی تاثیریں مختصر بیان کیجا سکتی ہیں، غدر کے ایک سال پہلے آمدنی و... خرچ قریباً ٹیہک برابر تھی سنہ ۱۸۵۸ء و ۵۹ء و ۶۰ء میں جملہ کمی تین کروڑ سے زیادہ تھی، سنہ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کا اصل زر قرضہ سرکار پر ساری آئستہہ کرور تھا، فروری سنہ ۱۸۶۰ء میں وہ نوے کروڑ سے زیادہ تھا، اس تاریخ تک غدر نے ہندوستان کے قرض کو کوئی تیس کروڑ سے زیادہ بڑھایا تھا، ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک جب ہم لکھتی ہیں سالانہ کمی ایک تک بند نہیں ہوئی ہے، اور ہندوستان کا قرض کوئی دس کروڑ تک بڑھ گیا ہے، اگرچہ نتیجہ پریشانی انگیز تھا بہر حال سبب صاف تھا اور علاج ظاہر تھا، یعنی سبب لشکری خرچ کا بہت بڑھ جانا تھا اور علاج اسکا مقدم شاید بالکل لشکر کے گھٹانے سے ہونا چاہیئے، سنہ ۱۸۵۴ء و سنہ ۱۸۵۷ء میں کل لشکری خرچ ساڑھے گیارہ کروڑ کے اندر اندر تھا، سنہ ۱۸۵۸ء اور سنہ ۱۸۵۹ء میں وہ اکیس کروڑ

revenues of India, and the native force, instead of being smaller, was vastly larger than it had been before the mutiny arose. The European troops of all arms amounted to 112,000 men, whilst the native troops, including the irregular levies, and the military police, had risen to the enormous figure of 810,000 men—an excess of about 50,000 over the native force as it had stood in 1856. But the Government of India found itself not only in the face of an enormous deficit, but in the face of opinions on its future military system which would have rendered escape from that deficit impossible. The military commission appointed in this country to inquire into the subject, were unanimous that the number of European troops to be kept in India should not be less than 80,000 men; and farther, that the proportion this force should bear to the native troops should never be less than one to three, and in many districts should be one to two. The native army must therefore

سے کچھ زیادہ ہو گیا تھا، تمام جنگی انگریزی فوج کی نصفہ ہندوستانی امدادی سے تنخواہ پاتی تھی اور ہندوستانی فوج جس قدر غدر سے پہلی تھے اُس سے بجائے کم ہونے کے بہت زیادہ ہو گئی تھی، کل گوریلی فوج ایک لاکھ بارہ ہزار تھی اور ہندوستانی فوج کی جسمیں اربوں اواج اور جنگی پولس شامل تھے بڑی تعداد تین لاکھ دس ہزار تک پہنچی تھی جو سنہ ۱۸۵۶ء کی ہندوستانی فوج سے پچاس ہزار زیادہ تھے، لیکن ہندوستان کی گورنمنٹ نے صرف ایک بڑی کمی کو نہیں بلکہ ایسی راہوں کو نسبت اپنے آئندہ لشکری بندوبست کے اپنے روکش پایا کہ اگر اُس پر عمل کرتی تو اُس کمی سے بچنا غیر ممکن ہوا ہوتا، جنگی مجلس جو انگلستان میں اس معاملہ کی تحقیقات کرنے کو مقرر کی گئی اسباب پر متفق ہوئی کہ گوریلی تعداد ہندوستان کے لیٹی اسی ہزار سے کم نہ ہونا چاہیئی اور علاوہ اسکے وہ مناسبت جو اس فوج کو

be from 180,000 to 200,000 men. Although this purely professional opinion was at once perceived to be impracticable by the Government at home, yet it was hard to see how retrenchment should be carried so far as to restore an equal balance to the Indian Exchequer. Two millions annually—on which there could be no reduction—had been then already added to the expenditure on the interest of the debt alone; so that unless the military establishment could be reduced even below the amount at which it had stood before the mutiny, it was impossible that, with the existing revenue, the Government could escape from a position of permanent embarrassment.

It was under the pressure of this difficulty and alarm that

ہندوستانی فوج سے ہو اس سے
کبھی کم نہ ہونی چاہیئی ہو
ایک کو تین سے ہے اور بہت
معاونتیں ایسی ہونی چاہیئی
جو ایک کو دوسری ہے، اسلیئی
ہندوستانی فوج ایک لاکھ آسی
ہزار سے دو لاکھ تک ہونی
چاہیئی، اگرچہ انگلستان کی
حکومت نے فوراً معلوم کیا کہ
یہ صاف پیشہوری کی رائے غیر
ممکن تھی لیکن یہ بھی دریافت
کرنا مشکل تھا کہ کہاں تک
اختصار کیا جاوی جس سے پھر
ہندوستان کے خزانہ میں اعتدال
ہو جائے، ہر سال دو کروڑ جس
میں کچھ کمی نہ ہو سکتی صرف
قرض کے سون کی بابت ملک
کے خرچ میں اس سے پہلے ہی
آسوقت اضافہ ہو چکی تھی، اس
واسطی اگر جنگی سرشتہ آس
تعداد سے بھی جو وہ غدیر کے پہلی
تھی کم نہ کیا جاسکتا تو غیر ممکن
تھا کہ موجود آمدنی سے ایک
مدامی پریشانی کی حالت سے
گورنمنٹ بچ سکتی *

ایسی مشکل اور پریشانی کے
دباؤ سے گورنمنٹ کو ہندوستان

the Government of India was compelled to consider the question of new taxes. But it could not consider this question without bringing under review the whole of its existing system of revenue. Accordingly every part of that system has been eagerly discussed—tested by every kind of theory, criticised by every kind of interest—not without large results on its actual condition, and still larger promise of reforms to come.

In estimating the ability of a people to bear new taxes, it is a common mode of stating the case, to divide the total revenue by the number of the population, and to represent the burden they bear as so much per head. The result obtained is then compared with the result of a similar calculation in respect to England, or some other country. The process looks very neat; but like many other processes of the same kind,

پرندگی ٹیکس کے بندوبست کا تجویز کرنا لازم ہوا لیکن بغیر اپنے تمام مالگذاڑکی موجودہ بندوبست پر نظر ثانی کرنے کی وہ اس امر کو تجویز نہ کر سکتی، اسلئے اس بندوبست کے ہر ایک حصہ پر گرمجوشی سے مباحثہ کیا گیا ہے اور ہر ایک قسم کے علم سے اسکا امتحان ہوا ہے اور ہر ایک قسم کی غرض سے اس پر نکتہ چینی کی گئی ہے جس سے اسکی اصل حال پر بڑی نتیجہ حاصل ہوئی اور ابیدہ کی تہذیب کی اور بڑی آمید ہوئی *

نی ٹیکس کے برداشت کرنے کو ایک قوم کی لیاقت کا اندازہ کرنے میں کل مالگذاڑی کو مردم شماری کی تعداد سے تقسیم کرنا اور اس بوجہ کو جو آن پڑھے اس طرح سے ظاہر کرنا کہ وہ ایک شخص پر اس استقدر ہے ایک عام دستور ہے، تب اسکی ماحصل کا اس ماحصل سے مقابلہ کیا جاتا ہے جو انگلستان یا اور کسی ملک کے باب میں اندازہ کیا جائے، یہ ترکدب

it is entirely worthless. The oppressiveness of a burden does not depend on its absolute weight, but on its relation to the strength of the back which is required to bear it. The rate per head of taxation which is light to the prosperous farmers of England, would ruin the cottier peasantry of Connaught. It is idle to compare the taxes of two nations unless we have first compared their wealth. Yet this sort of comparison was common in discussing the possibility of new Indian taxes. And there was another fallacy not less deceiving. One half—in round numbers—of the whole revenues of India was the revenue derived from land. This, it was argued, was no 'tax'—it was only rent. But as regards the ability of those who pay this revenue, to bear new taxes, it matters nothing whether their payment be called a 'rent' or whether it be called a 'tax.' That ability must be determined not by the name given to the portion of his substance which a man pays to the State, but by the amount

بہت نفیس معلوم ہوتی ہے لیکن اُس قسم کی کٹائی اور ترکیبوں کے موافق وہ مطلق خراب ہے، ایک بوجھ کی گرازی اپنے کلیہ وزن سے نہیں بلکہ اُس کے تعلق سے جو بہ نسبت اُس پیٹھ کی قوت کے جسکو اُسکی برداشت کرنی ضرور ہے متعلق ہے، شرح فی دس محصول لگانے کی جو انگلستان کے دولت مند کاشتکاروں کے واسطے ہلکی ہے قنات کی چھوٹے والی (قنات ایک ضلع ایرلینڈ کے ملک میں ہے جو انگلستان کی سلطنت سے متعلق ہے) رعیت کو پامال کرتی، دو ملکوں کا ٹنکس مقابلہ کرنا بغیر پہلے اُنکی دولت کا مقابلہ کرنے کی بیہوشی ہے لیکن نئے ہندوستان کے ٹنکسوں کے امکان پر مباحثہ کرنے میں مقابلہ کی یہی قسم مستعمل تھی، اور ایک اور غلطی تھی جو اس غلطی سے کم فربہ دینے والی نہیں تھی، تمام ہندوستان کے خرچہ آدھا وہ تھا جو زمین سے حاصل ہوتا تھا، سنہ ۱۸۵۸ ع و سنہ ۱۸۵۹ ع میں کل آمدنی ۳۶

which is left to him when that payment has been made. As regards the power of a people to bear new burdens it is quite the same whether they be over-rented, or overtaxed. Now, what was the condition generally of the Indian Ryot—of the actual cultivator of the soil? Was it a condition of comfort and comparative wealth, or of poverty and comparative depression? There could be but one answer to these questions. Our Government in India had derived from its predecessors the dangerous inheritance of a landlord's power, and a landlord's right over a gigantic territory cultivated by millions of men. The best and wisest of our statesmen had been staggered by the enormous difficulties which attended the administration of such powers in the hands of Government. But amidst every variety of theory and of plan in respect to 'settlements' of land, one idea, one principle of policy, had been making steady way, and every hope of comfort and of progress was identified

کورور ۶ لاکھ ۷ ہزار ۸ سو ۸۰ روپیہ
 تھے اسمیں سے زمین کی مالگنداری
 ۱۸ کورور ۱۲ لاکھ ۳۶ ہزار ۵ سو
 ۹۰ روپیہ نئے کہا گیا کہ بہہ کوئی
 ٹیکس نہ تھا صرف خرچ تھا
 لیکن ان لوگوں کی لیاقت کے
 باب میں جو یہہ مالگنداری ادا
 کرتے ہیں نئے ٹیکس کی برداشت
 کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے
 کہ وہ دادنی خواہ خرچ کھارے
 خواہ ٹیکس، اس لیاقت کو نہ
 اس نام سے جو اسکی مالیت
 کے اس حصہ کو دینا جاتا ہے
 جو ایک شخص سلطنت کو ادا
 کرتا ہے قائم کرنا چاہیئے بلکہ اس
 تعداد سے جو بعد اس ادائی کے
 اسکو باقی رہتا ہے، نئے بوجہ
 برداشت کرنے کے لیئے ایک
 قوم کی قدرت کے باب میں یہہ
 بات یکساں ہی کہ ان پر محصول
 زیادہ کیا جاوے یا ٹیکس زیادہ
 لیا جاوے، اب عموماً ہندوستانی
 رعیت کی جو اصل کاشتکار
 زمین کے ہیں کیا حالت تھی،
 کیا وہ حالت ایک آرام اور آسکی
 مناسب دولت کی یا افلاس
 اور آسکے مناسب اور آسکی کی

with its extended application ; —and that was to make our assessments generally lower—and for longer periods. In other words, experience had taught us that, generally speaking, our rent-taxes, or our tax-rents, were too high, and our people were too poor. It was therefore universally conceded that whatever new taxes should be levied, they should be taxes affecting as little as possible the cultivators of the soil. But whilst our revenue system bore heavily on the Ryot, it bore very lightly on other classes of the community, and there were some—and these the richest—who contributed little or nothing to the necessities of the State. The only tax of any importance which bore on the general consumption of the people was the salt tax. This, it was thought, could bear an increase. The customs contributed, less than one-fifteenth of the revenues of India. They also could bear an increase. But above all, there was no tax on the incomes of great proprietors or of capi-

تھی ، ان سوالوں کا صرف ایک جواب ہو سکتا تھا ، اپنی پیشینہ منسی انگریزی ہندوستان کی حکومت نے ایک مالکانہ قدرت کی خطرناک میراث کو اور ایک مالکانہ حق کو ایک ایسی عظیم ولایت کی اوپر جو لاکھوں آدمیوں سے کاشت کی گئی پایا تھا ، ان سخت مشکلوں سے جو حکومت کی ان قدرتوں کی انصرام سے متعلق تھیں نہایت عمدہ اور نہایت دانا انگریزی مدبر حیران ہوئے تھے ، لیکن ہر ایک قسم کی خیال اور تدبیر متعلقہ ہندوستان زمین میں ایک رائی اور ایک تدبیر کے اصول مضبوطی سے پھیلنے جاتی تھی اور آسکی وسیع استعمال میں ہر ایک آرام اور ترقی کی آمید شامل تھی اور وہ یہہ تھا کہ جمہندی زیادہ مدت کی واسطی عموماً ہلکی ہو ، خواہ یہہ کہو کہ تجربہ نے انگریزوں کو سکھایا تھا کہ آنکی محصول عموماً بہت زیادہ اور لوگ بہت مفلس تھے ، اسلیئے عموماً تسلیم کیا گیا کہ جو کچھ

talists, or of merchants. There could be no reason for this exemption. Accordingly resort has been had to all these sources of revenue. Others were proposed, but were subsequently abandoned, and the energetic protest of Sir Charles Trevelyan against them all, must be fresh in the recollection of our readers. That protest was of great value, in so far as it insisted that reduction could be carried very much farther than was contemplated at the time. But the establishment of an income tax was in our opinion a just and a valuable addition to the revenues of India. It is now producing about 1½ millions. The total revenues of India have risen from about 37 millions, at which they stood before the mutiny, to about 44 millions for the present year. If the charges on account of the railway system be excluded, the expenditure is less than the revenue by above a million; and even taking those charges into account, the probable deficit for the current

نیا ٹیکس لیا جائے اور جسقدر ممکن ہو آسقدر رعیت پر ہلکا ہو، لیکن جب کہ انگریزوں کی مالگذاری کا بندوبست رعیت پر بہت بھاری تھا وہ رعایا کی اور فرقوں پر بہت ہلکا تھا اور بعض آدمیوں سے ازبس دولت مند ایسی تھے جنہوں سے سلطنت کی ضرورتوں کو بہت کم یا شاید کچھ نہیں مدد پہونچتی تھی، صرف وہ بڑا ٹیکس جو عام لوگوں کے خرچ سے علاقہ رکھتا تھا نامک کا ٹیکس تھا، خیال کیا گیا تھا کہ یہ ٹیکس ایک زیادتی کی برداشت کرسکتا ہے، برصغیر کے محصول ہندوستان کی آمدنی کے پندرہویں حصہ سے بھی کچھ کم تھے ان میں بھی ایک زیادتی کی گنجائش تھی، لیکن بہر حال بڑے تعلقہ داروں یا دولتمندوں یا مہاجنوں کی آمدنی پر کچھ ٹیکس نہ تھا، اس بچہ رہنی کا کوئی سبب نہیں تھا، اسلئے ان سب آمدنی کی بنیادوں پر توجہ کی گئی تھی، اور بنیادیں بھی ظاہر کی گئیں لیکن پینچھی چھوڑ دی

year is likely to be small. The new taxes, therefore have been doing well, and their value will be infinitely enhanced if they can be used, as Sir Robert Peel used new taxes here—not to support an extravagant expenditure, but to help the Government in reducing taxes which are more oppressive—more obstructive to the increase and accumulation of wealth.

گڈیں اور ان سبھوں پر سرچارلس ٹرولین صاحب کا قوی اعتراض ہمارے پڑھنے والوں کی یاد میں ضرور قرار ہوگا، اُس اعتراض کا اس قدر حصہ نہایت قیمتی تھا جس میں یہہ اصرار تھا کہ اُس تخفیف سے جو اسوقت لحاظ کی گئی بہت زیادہ تخفیف کی جاسکتی تھی، لیکن انکم ٹیکس کی مقرری ہماری راے میں ہندوستان کے خراج پر ایک عادل اور قیمتی نیا اضافہ ہوا، اُس سے اب ایک کروڑ پچاس لاکھ کا فائدہ ہوتا ہے، ہندوستان کی کل آمدنی کوئی سینتیس کروڑ سے جس تعداد پر وہ غدر کے پہلے تھی اس سال میں چوالیس کروڑ تک بڑھ گئی ہے اگر ریل کے بندوبست کا خرچ حساب سے خارج سمجھا جاوے تو خرچ آمدنی سے ایک کروڑ سے زیادہ کم ہے، اور اگر وہ خرچ بھی حساب میں داخل ہو تو اس سال کی کمی غالباً بہت تھوڑی ہوگی، اسلئے نئے ٹیکس اچھی طرح کامیابی دے رہے ہیں اور اگر انکا اس طرح ہر استعمال کیا

جارے جیسا کہ سر رابرٹ پیل صاحب نے انگلستان میں نئے ٹیکسوں کا نہ ایک بیہودہ خرچ کی تقویت دینے کو بلکہ ایک ایسے ٹیکسوں کے کم کرنے میں جو زیادہ سخت اور دولت کی ترقی و بہتایت کے زیادہ ہارج ہیں گورنمنٹ کی مدد کرنیکے لیئے استعمال کیا ہے تو اُنکی عہدگی بیحد ہو ویگی *

This brings us to the question, which perhaps more than any other affects the condition of the people of India, and which has been brought to an issue of immense importance by the action of Lord Canning's Government. When Lord Stanley was at the India Office in 1858-9, he had directed an inquiry into the expediency of making the land revenue of India redeemable by the occupiers or proprietors of the soil. The idea which lies at the root of this proposal is that the land revenue, as it has been hitherto established, is a barrier to improvement. We believe it has. But is there no remedy for this except its total

یہی بات ہم کو اس معاملہ پر لیجائی ہے جو شاید اور کسی معاملہ سے زیادہ ہندوستان کی رعایا کی حالت سے متعلق ہے اور جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کی حکومت کے عمل سے ایک بڑی ضروری نتیجہ پر پہونچا ہے، جب جناب لارڈ اسٹین لی صاحب سنہ ۱۸۵۸ع و سنہ ۱۸۵۹ع میں انڈیا آفس میں حاکم تھے تو انہوں نے اس تحقیقات کے واسطے حکم دیا کہ ہندوستان کی زمین کی مالگداری سے مالکوں یا کاشتکاروں کو نجات دینا مصلحت آمیز ہے یا نہیں، وہ خیال جو اس تجویز کی تہہ میں ہے وہ یہ ہے کہ زمین کا خرچ

alienation? Affecting as the land-tax does the great mass of a population which is mainly agricultural, the kind of modification which is required is that which will most directly reach that mass, and give new motives to their industry. Is the power of redeeming their land assessment—of buying it up altogether—is this an offer which it is likely the Indian Ryot can accept? Living too generally from hand to mouth, having no capital except what he borrows from others, he has no means of purchase at his command. There are others who might take advantage of the offer; these would be either the wealthy 'Zemindars,' the large native proprietors, or more generally the European planters. It has indeed been always avowedly in the interest of this class that the proposal has been made. Lord Stanley's suggestion is expressly made with special reference to 'the importance of affording all possible encouragement to the employment of British capital,

جیسا وہ اب تک مقرر ہے ترقی کا ہارج ہے، ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ ایسا ہی ہے، کیا سوائے بالکل کٹا کر کرنے کے اس کے واسطے کوئی اور علاج نہیں ہے، کیونکہ زمین کا محصول خلقت میں سے اکثروں سے جنکا مقدم ہمیشہ کشتکار ہے علاقہ رکھتا ہے تو جس قسم کی تبدیلی کی ضرورت ہے وہ وہ ہے جو نہایت سیدھی آدھیں اکثروں پر پہونچتی اور انکو محنت کرنیکی نئی ترغیبیں دے کیا وہ قوت جس سے انکو زمین کی جمع بندی سے آزادی ہو یعنی وہ آسکوا بالکل خرید کر لیں ایسی پیشکش ہے جسکو غالباً ہندوستانی رعیت قبول کر سکتی ہے، کیونکہ جتنا وہ کماتا ہے اوتنا ہی کھاتا ہے اور اس کے پاس سیواے اس کے جو وہ اور لوگوں سے قرض لیتا ہے کوئی اور ہونچتی نہیں ہوتی ہے اسلئے اس کی اختیار میں خریدنے کا کوئی وسیلہ نہیں ہے جو اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں اور لوگ ہیں، یعنی دولت مند زمیندار باری تعلقہ دار یا بیشتر عموماً ولایتی کاشتکار،

skill, and enterprise in the development of the material resources of India.' But important as this object undoubtedly is, it is not more important than the encouragement of native capital and native industry. Little would be gained by a measure which tends to favour the European planter, if it does not equally tend to favour the great bulk of that class from which the land revenue is derived. It is on them that the bad effects are operating most widely and most severely. It is in their interest and to their relief that any reform of the land revenue must be directed, if it is to tell upon the future of India, or add quickly to the wealth and comfort of the people. Even a right principle may be robbed of all its value if it is applied to the wrong people. Lord Cornwallis, with the assent of Mr. Pitt, had intended to reform the land revenue of Bengal when he gave the 'permanent settlement,' or, in other words, placed a final limit on the demand which the State

فی الواقع ہمیشہ صریحاً ایسی گروہ کے (یعنی نیل کے ولایتی کاشتکاروں کے) فائدہ کے واسطے یہہ تجویز کی گئی ہے، جناب لارڈ اسٹینلی صاحب کی تجویز ظاہراً خاص بلحاظ اس برے کام کے کی گئی ہے کہ جہانتک ممکن ہو ہندوستان کی زمین کی پیداواروں کے پورا ظاہر کرنے میں انگریزوں کے سرمایہ اور ہنر اور جاذبہ شائی کی مصروفیت کو دلیر کیا جاوے، گو یہہ مقصد البتہ ضروری ہے لیکن ہندوستانی پونجی اور ہندوستانی محنت کے دلیر کرنے سے زیادہ ضروری نہیں ہے، ایک ایسی بندوبست سے جو ولایتی کاشتکار کو فائدہ دیوے اگر اس قوم میں کے اکثروں کو جس سے زمین کا خراج ملتا ہے برابر مفید نہیں ہے تو بہت کم فائدہ ہوتا ہے، جو برا نتیجہ ہوتا ہے وہ نہایت وسعت اور ازس سرختی سے اس قوم پر اثر کرتا ہے، آپہیں کے فائدی اور تشفی کے لیے زمین کے خراج کی کوئی اصلاح ہونی چاہیئے اگر اُس سے آیدہ

could make on the produce of the soil. But unfortunately when he fixed the rent of the State, he did nothing to regulate the rent of the Ryot. The whole advantage was reaped by the Zemindars, and little or no advance was made in giving that security to the cultivator of the soil, without which his industry is checked, because that industry is never sure of its reward. In later years we had been moving in the right direction. We had been making our settlements more moderate in amount, and above all, longer in duration, the term generally given being thirty years. The Ryots were becoming, as it were, holders of long leases, instead of tenants from year to year. Every step in this direction had been attended with success—a rising revenue, and an improving people. Still, the power which the Government retained of raising its demand indefinitely at the end of the lease or period of settlement, operated to check im-

میں ہندوستان کو کچھ فائدہ یا رعایا کی دولت اور آرام کو جلدی ترقی دینا ہو، ایک آسان اصول کی بھی بالکل قدر جاسکتی ہی اگر غیر مناسب لوگوں پر استعمال کی جاتی ہی، جذبات لارڈ کارن والس صاحب نے بہت صاحب کی منظوری سے بنگال کی زمینوں کے محصول کی ترمیم کرنے کا قصد کیا تھا جب کہ انہوں نے مستقل ہندوستان کی یعنی انہوں نے اس مطالبہ پر جو سرکار زمین کی پیداواری پر گرسکتی اخراج مقرر کی، لیکن جب کہ انہوں نے سرکار کے خراج کو قائم کیا تو بدبختی سے رعیت کی خراج کو باقاعدہ کرنے میں انہوں نے کچھ نہیں کیا، پورا فائدہ زمینداروں نے پایا اور زمینوں کے کاشتکار کو اس سلامتی سے رکھنے میں جس کے بغیر اس کی محنت روک جاتی ہی کیونکہ اپنی محنت کی اجرا کو اس کو کبھی یقین نہیں ہوتا ہی کچھ تہوڑی ترقی ہوئی یا بالکل نہیں، چند روز سے انگریز راست

provement; and it is notorious that towards the close of the terms it has been the constant practice of the Ryot not only to relax this industry, but purposely to deteriorate the value and productiveness of his land. A system which leads to such results is self-condemned.

طریقہ پر چاہی آتے تھے ، وہ اپنا
 اتنا بندوبست تعداد میں زیادہ
 معتدل اور سب سے پہلے میعاد
 میں زیادہ مدت کے لیئے کیونکہ
 وقت جو ٹھہرایا گیا عموماً تیس
 برس کے لیئے تھا کیا کرتے تھے
 بمنزلہ سال بسال کی آسامی
 ہونیکے رعیت بطور زیادہ مدت
 کے لیئے پتہ دار کے ہوتے چلے آتے
 تھے یہ طریقہ ہر درجہ میں
 کامیاب ہوا تھا یعنی خراج بڑھا
 اور رعایا کی ترقی ہوئی ، تو
 بھی وہ اختیار جسکو سرکار نے
 پتہ یا بندوبست کے ختم ہونیکے
 وقت پر اپنے مطالبہ کو بشد
 بڑھانے کے لیئے لگا رکھا ترقی کے
 روکنے پر مایل ہوا ، اور مشہور
 ہے کہ پتہ کے ختم ہونیکے قریب
 مدامی دستور رعیت کا نہ صرف
 اپنی محنت کو کم کرنا بلکہ
 اپنی زمین کی قدر اور زرخیزی
 قصداً کم کرنا ہوا ہے ، ایک انتظام
 کی برائی جسکے ایسے نتیجے ہوں
 آسکے خود اوسی سے ثابت ہے *
 لیکن جتنا یہ نقصان بڑا ہے
 اتنا ہی بڑا اسکا علاج ہونا چاہیئے
 نہ ایک ایسا علاج جو صرف یہاں

But the remedy for this must
 be as wide as the evil ; not a
 remedy which would apply only

here and there to a few English planters or a few wealthy Zeminders. Accordingly, some mis-giving as to the partial operation of a power of redemption, had been present to the mind of the Secretary of State in 1859, for his despatch concluded with these words : ' I particularly request that in any suggestions or recommendations which you may submit to me, you will be especially careful not to confine them to such as may be calculated for the exclusive advantage of European settlers, and which cannot be equally participated in by the agricultural community generally.' It is fair, however, to Lord Can-ning's Government to remem-ber that the only measure actu-ally suggested by the Secretary of State was that the land-tax should be made redeemable. Lord Stanley had indeed ob-served, with truth, that ' the permission to redeem the land-tax can operate only, in so far as the people may avail them-selves of such permission, as a permanent settlement of the

یا وہاں تہوڑے انگریزی ذیل والے صاحبوں سے یا تہوڑے دولت مند زمینداروں سے علاقہ رکھی ، اسلئے سنہ ۱۸۵۹ء ع میں ہندوستانی وزیر اعلیٰ کے دلیں اسپر یہہ شک موجود تھا کہ زمین خراج سے آزاد ہونیکے قوت جزوی اثر کریگی کیونکہ مراسلہ ان لفظوں سے ختم ہوا ، ” ہم خاص حکم دیتی ہیں کہ کوئی تجویز یا سفارشیں جو آپ ہمارے پاس پہنچیں آئیں اسباتکی خاص احتیاط کریں کہ انکو ایسی طریقہ پر کہ انگریزی باشندوںکے صرف فائدہ کے لیڈی انداز کیا جاوے اور جنمیں عام کشنکار رعایا برابر شریک نہوسکیں منحصر نہکر دیں ، لیکن جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کے گورنمنٹ کے حق میں یاد رکھنا واجب ہے کہ صرف وہ بندوبست جنکو اصل میں ہندوستانی وزیر اعلیٰ نے پیش کیا یہہ تھا کہ زمین کا محصول معافی کے لایق ہونا چاہیئی ، جناب لارڈ اسٹین لی صاحب نے البتہ سچ لکھا ہے کہ زمین کے محصول کی معافی کی منظوری صرف اسقدر عمل

land-tax at its present amount. But no means were pointed out whereby the advantages of this permanent settlement could be secured by any except the few who could afford to buy it. A plan of selling the land-tax was accordingly announced by the Indian Government, somewhat hastily, as an adopted measure. Partial as it must have been in its operation, under any circumstance, it was rendered still more partial by its avowedly experimental character, and its limitation to a small proportion of the land (10 per cent.) in each collectorate. The Home Government has decided, we think well and wisely, to set aside this experiment, and to enter upon a much larger reform—one which goes to the very root of the whole matter, and inaugurates a new era in the finance of India. Our land settlements are now to be made—not from year to year, not for a term of years,—but once and for ever. The cultivator of the soil is to be sure that

کر سکتی ہے جس قدر کہ رعایا اس سے ایسا فائدہ اٹھائیں یعنی زمین کے محصول کی موجودہ تعداد پر استمراری بندوبست ہو جاوے ، لیکن نہ ان کسی وسیلوں پر اشارہ کیا گیا تھا جنسی اس استمراری بندوبست کا فائدہ سوائے ان چند لوگوں کے جو اس سے خرید کر سکتی تھے اور کوئی حاصل کر سکتا ، اسلئے گورنمنٹ نے کسی قدر عجلت سے بطور ایک مجوزہ بندوبست کے زمین کی مالگذاری فروخت کرنیکی تجویز ظاہر کی ، ہر حالت میں اسکا جزوی اثر ہوا ہوتا مگر اُسکی علانیہ امتحاناً ہونے سے اور اُسکے ہر ضاع میں تھوڑی سے حصہ زمین پر محدود ہونے سے (یعنی دسواں حصہ سوکا) اور بھی اُسکا جزوی اثر ہوا ، انگلستان کی حکومت نے ہماری سمجھ میں اچھی طرح اور دانائی سے اس تجربہ کے باز رکھنی کو اور ایک اس سے بہت بڑی تربیم اختیار کرنیکو جو کل معاملہ کے اصل جز تک پہنچتی ہے اور ہندوستان کی مالگذاری کے ایک نئے سنہ

he will reap all the fruits of his own industry, that the demands of the State can never absorb more than a fixed amount of the produce of the soil, and that amount will be his own. We rejoice to see that this great measure has been taken with the cordial assent of a large majority of the Indian Council. We hear a great deal sometimes of the intricacy of Indian tenures, and of the difference between the ideas of ownership which prevail there and those to which we are accustomed in Europe. But there are some principles which are of universal application, because they rest on the nature of man, and can never cease to operate on the Wealth of Nations. One of these is the close connexion which obtains between the progress of industry and the certainty of enjoying its results. This is one principle which tells in favour of a 'permanent settlement;' and there is another which tells not less decisively against the only objection which is ever raised. The

کی پیشین گوئی کرتی ہے فیصلہ کیا ہے ، اب زمین کے بندوبست انگریزوں کے نہ سال بسال نہ ایک مہینے کے واسطے بلکہ ایک ہی دفعہ اور ہمیشہ کے واسطے ہونے والے ہیں ، زمین کے کاشتکار کو یقین ہوگا کہ وہ خود اپنی محنت کے سب پھل کھاویں گے اور سرکار کا مطالبہ زمین کی پیداوار کے ایک معین تعداد سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور جتنا وہ اس تعداد سے زیادہ پیدا کر سکتا ہے خود اُسکا ہوگا اس کے دیکھنے سے ہم بہت خوش ہیں کہ یہ بندوبست عظیم انگلستان کی ہندوستانی مجلس کے بڑی کثرت رائے کی دلی منظوری کے ساتھ کیا گیا ہے ، ہم کہہ رہے ہیں ہندوستانی پتوں کے جنجال سے اور اس تفرقہ سے جو درمیان اُن مالکیت کے خیالات کے جو وہاں یعنی ہندوستان میں جاری ہیں اور اُن خیالات کے جن کے ہم ولایت میں عادی ہیں بہت گفتگو سنتے ہیں ، لیکن بعض اصول ہیں جن کا عام پرتاؤ ہے کیونکہ وہ اُن کی

State, it is sometimes said, sacrifices by a permanent settlement its interest in the natural increase of the value of the soil. But the wealth of a Government, if it is such as deserves the name, lies in the wealth of its people. The notion of its having a separate interest of its own is a barbarous and Oriental notion. Nothing is lost, but much is gained when a Government yields to its people that which will stimulate their industry, and tend to the accumulation of their wealth.

طبیعی ہوتی ہیں اور تمام قوموں کی دولت پر اثر کرنے سے کبھی یاز نہیں رہ سکتے ۔ انہیں سے ایک یہہ ایسا قریب رشتہ ہے جو مسحت کی ترقی اور اُسکی نلیچوں کے یقینی کام یاب ہونے میں ہے ۔ یہہ وہ اصول ہے جو استمراری بندوبست کی پرورش کرتا ہے ، اور ایک اور ہی جو ویسہی نہ کچھہ قطعی طور سے اُس اکیلے اعتراض کو جو ہمیشہ پیدا ہوتا ہے توڑتا ہے ، کبھی کبھی کہا جاتا ہے کہ سرکار ایک استمراری بندوبست سے زمین کی قسمت کی قدرتی ترقی کے اپنے فائدہ کو ضایع کرتی ہے ، لیکن ایک حکومت کے دولت اگر وہ حکومت کے نام کی سزاوار ہے اپنی رعایا کی دولت میں ہے ، یہہ خیال کہ اُسنا فائدہ علیحدہ ہے ایک وحشیانہ اور مشرقی خیال ہے ، جبکہ یہہ حکومت اپنی رعایا کو ایسی خبر دیتی ہے جس سے اُنکی مسحت کو تحریک ہو اور اُنکی دولت کی بہتایت ہو تو کچھہ نقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ بہت سا فائدہ ہوتا ہے ۔

But by the time this decision had been taken, Lord Canning's career was closed. Long before he left India the relation in which his character had stood to the memorable events of 1857 came to be universally recognised by a grateful country. How often, in the lives of remarkable men, are we tempted to wish that such recognitions had been yielded sooner ! But if the rarer virtues received always, and at once, the homage of the multitude, those virtues would themselves be less. The power of resisting passion is the power of resisting that which carries before it other men. They cannot see it as it is, till their own vision has been cleared, and the balance of their mind restored. Enough if they see it then, and are eager to thank the man whose character is greater than their own. When Lord Canning landed in England there is no honour which he might not have had at the public hands. The modesty of his disposition would, probably, have led him to avoid

لیکن جب تک کہ یہ فیصلہ کیا گیا جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کا دور ختم ہو چکا تھا ، ہندوستان سے انکی تشریف لیجانے کے بہت پہلی جو سڈہ ۱۸۵۷ ع کی یادگاری کے قابل واقعات کی نسبت انکی خصلت ہوئی تھی اُسکو ایک شکر گذار ملک نے عموماً پہچانا ، ہمارے دلمیں بارہا یہ بات آتی ہے کہ نامی اشخاصوں کے زندگی میں ایسی قدر دانیوں جلد تر ہوتیں ، لیکن اگر بہت نایاب نیکیاں ہمیشہ فوراً خاص و عام کی اطاعت پاتیں تو وہ نیکیاں بے قدر ہو جاتیں ، تحمل وہ قدرت ہے ورنہ اس شے کی برداشت کرتی ہے جو اپنے سامنی اور نگو نہیں آہرنے دیتی ہے ، لوگ اُسکو جیسا وہ اصل میں ہے نہیں دیکھتے ، سکتی جب تک کہ انکی نظر صرف بیوجاویہ اور انکی فہم کی توازن عدلیہ آجاوے ، انکا اُسوقت بھی دیکھنا اور اس شخص کی شکر کرنیکا شوق ظاہر کرنا غنیمت ہے جسکی خصلت خود اُن سے اعلیٰ ہے ، جبکہ

such honours at any time. But besides this, his health was broken by work, by climate, and by severe affliction, Within a few weeks of his arrival, the grave of an illustrious father was opened to receive the body of an illustrious son. His funeral was attended by a large number of the men most distinguished in public life, both of this generation and of that which is nearly gone. There were there colleagues of the elder Canning, who had seen with pleasure, and with curious surprise, the very different but not less valuable qualities which replaced in his son the brilliancy and genius of their own early friend. There were there some who had known Lord Canning chiefly as the close political follower of Lord Aberdeen, and who recognised in the temper of his mind the same spirit,—rebellious against all forms of popular injustice. There were there many of Lord Canning's companions in school and college life, to whom his now great reputation was no surprise,

جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر انگلستان میں پہونچتی تو کوئی عزت ایسی نہ تھی جسکی وہ خواہش کرتے اور لوگ نہ دیتے ، انکی مزاج کے حام نے غالباً ہر وقت انکو ایسی عزتوں سے بیچ نے کی طرف مائل کیا تھا ، لیکن علامہ اسکے انکی تندرستی کو محنت اور اب و ہوا اور سخت دلگیری سے ضرر پہونچا تھا ، انکی پہونچتی کے تھوڑی ہفتوں کے بعد ایک نامی باپ کا مدفن ایک ذی شان بیٹی کی لاش لیلینے کو کھل گیا ، ایک بڑا گروہ اُن اشخاصوں کا جو سرکاری کام میں سب سے نامور ہیں اس موجودہ نسل کے اور اُس نسلی جو عنقریب گذر گئی ہے انکی تجہیز و تدفین میں شریک تھے ، وہاں بڑے کیننگ صاحب کے رفیق تھے جنہوں نے خوشی سے اور بڑے تعجب سے اُن بہت مختلف لیکن نہ کم قیمتی اوصاف کو دیکھا تھا جنسے اُنہوں نے اپنے قدیم رفیق کی شان اور شوکت اور علم کو اُسکی بیٹی میں بحال پایا ، بعضی ایسی

because they had long known how safe it was to trust his sagacity and his manly judgment. There were there others who, with no mixture of personal feeling, represented only the universal sorrow of the Sovereign and the People. That sorrow came from the public heart, and was the deeper because it touched, also, the public conscience. All men felt that Westminster Abbey was receiving that day, under its venerable pavement, the remains of one who had done much to restore, and—better still—to justify, our dominion in the East: who, at a time when it was sadly needed, had exhibited to India and the world some of the finest virtues of the English character and in doing so had shed new lustre on the English name.

لوگ بھی تھے جو غالباً جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کو تدبیر مملکت میں جناب لارڈ ابرہین صاحب بہادر کا بڑا پیرو جانتی تھے اور انکی فہمید کے مزاج میں اسی طبیعت کو جو عام نا انصافی کی تمام صورتوں کے برخلاف سرکش ہو سمجھتی تھے، اکثر جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر کے اسکول و کالج کے بھی رفیق تھے، جنکو انکی موجودہ شہرت پر تعجب نہ تھا کیونکہ وہ مدت سے جانتی تھے کہ انکی تیز فہمی اور جوانمردانہ اسے پر بہرہ و سازگاری ہیں بہت سلامتی تھی، اور اور لوگ بھی جو بغیر امید و نش ذاتی گمان کے صرف ملکہ معظمہ اور عوام کے افسوس کو ظاہر کرتے تھے، وہ افسوس خاص و عام کے دل سے اٹھا اور زیادہ عمیق بھی تھا کیونکہ وہ عام سرکار کے دل پر بھی اثر کرتا تھا، سب لوگوں نے خیال کیا کہ اس روز و دست منسٹرا ایڈمی (و دست منسٹرا بڑا گرجا گھر جہاں لوگ مدفون ہوتے ہیں) اپنے مقررہ مسطحہ کے نیچے اسی شتخص کی نش

کولی رہا تھا جسنی انگریزوں
 کی، ہندوستانی حکومت بحال
 کرنے میں اور اس سے بھی بہتر
 واجب تھرانے میں بہت سا
 کچھ کھا تھا، اور جسنی ایک
 بڑی ضروری وقت میں ہندوستان
 اور دنیا کو انگریزی خصامت کے
 نہایت عمدہ خوبیوں میں بعض
 کو دیکھایا تھا اور اُسکی کرے
 میں انگریزی نام کو نئی رونق
 دی تھی *

۹۰۲۵۸۳

۹۰۲۵۸۳

۳۶

This book was taken from the Library
on the date last stamped. A fine of
1 anna will be charged for each day
the book is kept over time.
